

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی

تالیف

حافظ محمد سعد اللہ

نام کتاب　　نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی

نام مولف　　حافظ محمد سعد اللہ

اشاعت اول　　ربیع الاول ۱۴۲۲ھ / جون ۲۰۰۱ء

ناشر　　اے۔ ایم شکوری

پبلشر　　برائٹ بکس: اقراء سنٹر اردو بازار لاہور

موجودہ اشاعت　　مئی 2003ء

پرنٹر:　　شریف پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور

ڈسٹری بیوٹر　　حیدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور

قیمت　　۲۰۰/ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

خداداد انسانی و اخلاقی عظمت و رفعت شرف و بزرگی، عفت و عصمت اور طہارت و پاکدامنی کے حامل

اہل بیت رسول خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

جنہوں نے کمال دیانت اور انتہائی ذمہ داری سے نبی اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال اور پاکیزہ عائلی و خانگی زندگی کے پوشیدہ گوشوں سے تمام عالم کو روشناس کرا کر امت مسلمہ پر احسان فرمایا۔

(رضی اللہ عنہم و سلام اللہ علیہم اجمعین)

مؤلف

فہرست عنوانات / مندرجات

باب دوم: تعدد ازدواج نبوی ﷺ

باب سوم: کاشانہ نبوی ﷺ کا نظم ونسق

باب چہارم بے مثال شوہر

باب پنجم: بے مثال باپ

باب ششم: بے مثال آقا

عرض ناشر

وطن عزیز میں من حیث القوم تعلیم خصوصاً دینی تعلیمات سے عدم واقفیت اور دوری کی جو صورت حال ہے اور اس افسوسناک صورت حال میں ہر پاکستانی کی اپنے وسائل اور دائرہ کار میں جو اخلاقی، قومی اور شرعی ذمہ داری بنتی ہے وہ اہل علم و فکر سے مخفی نہیں۔ اسی احساس ذمہ داری کے تحت طباعت کی دنیا میں ہم نے ہمیشہ حمد اللہ کاروباری منافع سے زیادہ قوم کی علمی، اولی اور دینی خدمات کو مد نظر رکھا ہے۔ چنانچہ قوم میں حب نبی ﷺ اور سیرت و اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہم نے ۱۹۹۵ء میں ایک بزرگ خانوادے کے چشم و چراغ اور معروف علمی و روحانی شخصیت قاضی عبداللہ نعم دائم (ہری پور ہزارہ) کی تالیف "سید الوری" طبع کرنے کی سعادت حاصل کی تھی جسے بحمد اللہ ۱۹۹۸ء کی قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

سیرت طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے زیر نظر کتاب "نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی" اہل ذوق کے لئے ہماری دوسری پیشکش ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے منفرد عنوان پر یہ کتاب دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور کے ریسرچ اسکالر اور فقہی و علمی تحقیقی مجلہ سہ ماہی "منہاج" کے مدیر مسئول حافظ محمد سعد اللہ کی تالیف ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک اردو میں اس موضوع پر اتنی ضخیم کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ سیرت طیبہ پر موصوف کی دو کتابیں "غریبوں کے والی ﷺ" اور "وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے ﷺ" قبل ازیں قومی سیرت ایوارڈ کی مستحق قرار پا چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی حافظ صاحب نے بڑی محنت اور محبت رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہو کر لکھی ہے۔

کتاب چونکہ سیرت طیبہ کے پاکیزہ موضوع پر ہے اس لئے ہم نے اس کو سیرت کے شایان شان شائع کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں ہمارے اس نذرانہ عقیدت کو قبول فرمائے۔ آمین

اے۔ ایم شکوری

پیش لفظ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین واسوۃ حسنۃ للمومنین وآلہ واھل بیتہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الباھرین الکاملین امابعد!

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات گرامی جنہیں ازروئے قرآن مجید اللہ کریم نے جملہ مسلمانوں عربی و عجمی کالے و گورے، حاکم و محکوم، چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کے لئے آفتاب ہدایت، سراپا رہنمائی اور ہمہ جہتی کامل نمونہ بنا کر بھیجا تھا کیسے ممکن تھا کہ آپ ﷺ انسانی زندگی کے ایک جبلی و فطری تقاضے اور اہم پہلو ازدواج واہل و عیال کے سلسلے میں لوگوں کے لئے کوئی مثالی نمونہ قائم نہ فرماتے۔ چنانچہ آنجناب ﷺ نے جبلی و فطری اور جنسی تقاضوں کی تکمیل سے کہیں زیادہ تعلیم امت کی خاطر بھرپور ازدواجی و عائلی زندگی گذار کر امت کے لئے ایک بے مثال نمونہ چھوڑا اور عملی طور پر بتایا کہ شادی کس طرح خانہ آبادی اور گھر بظاہر فقر و فاقہ کے باوجود کس طرح جنت نظیر، پرسکون اور خوشیوں کا گہوارہ ہوتا ہے۔

ازدواجی تعلقات گھریلو معاملات اور بال بچوں کے مسائل انسانی زندگی کا نازک اور خاصا مشکل و صبر آزما شعبہ ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی بعثت سے قبل بزعم خویش بعض خدا پرست لوگ ان عائلی و گھریلو مسائل کی نزاکت اور تنگی سے گھبرا کر تارک دنیا (راہب) بن جاتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک بیک وقت نفسانی اور روحانی تقاضوں کو پورا کرنا آسان کام نہیں تھا۔ ہادی عالم ﷺ نے ایک کامل و اکمل رسول ﷺ کی حیثیت سے انسان کی اس مشکل کو عملی طور پر آسان کر کے دکھایا اور شبانہ روز کی عبادت، تسبیح و تہلیل، دعا و مناجات، تعلیم و تدریس اور تبلیغ و دعوت کے علاوہ جہادی، سماجی، حکومتی، سیاسی، معاشرتی مصروفیات اور منصب نبوت کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قابل رشک، پرمسرت، پرامن اور محبت بھری عائلی زندگی گزارنے کی شاندار ہی نہیں بلکہ لاجواب مثال قائم فرمائی۔

اس مثالی نمونہ کو سامنے رکھ کر ہم آج بھی نازک ترین عائلی اور گھریلو مسائل کو حل کر سکتے ہیں اور اپنے گھروں کو جو مغرب کی نقالی، تکلف و تصنع، نمود و نمائش، باہمی بد

اعتمادی' آئے دن میاں بیوی کے جھگڑوں' اولاد کی گستاخیوں نافرمانیوں اور صبح و شام کے دنگا فساد کی بے برکتی سے جہنم کدے بن چکے ہیں' امن و سکون' مہر و وفا' خیر خواہی و ہمدردی اور خیر و برکت کا گہوارہ بن سکتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کا یہ گوشہ جہاں ہدایت افروز روح پرور اور سبق آموز ہے وہاں اس کا یکجا ملنا بھی بہت مشکل ہے۔ یہ دلچسپ موضوع سیرت کی کتابوں سے کہیں زیادہ حدیث کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ راقم کی ناقص معلومات کے مطابق اس موضوع پر عربی اردو میں کوئی قابل ذکر اور مستقل کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ جامعہ قاہرہ کے استاذ ڈاکٹر احمد شلبی کا کوئی پچاس ساٹھ صفحات پر مشتمل کتابچہ "الرسول فی بیتہ" نظر سے گزرا ہے مگر اس میں بھی حضور ﷺ کے عائلی اسوہ کا ذکر کم اور ازواج مطہرات اور اولاد نبوی ﷺ کا سوانحی تذکرہ زیادہ ہے۔ دوسرے اس میں کہیں باقاعدہ حوالہ دینے کی زحمت نہیں فرمائی گئی۔

اس ضرورت کے پیش نظر راقم نے نبی کریم ﷺ کی عائلی و خانگی زندگی کے حوالے سے مفسرین' محدثین' مورخین اور سیرت نگاروں (نور اللہ قبورھم) کے کمال محنت اور احتیاط سے جمع کئے گئے احادیث و سنن کے خزینوں سے چند جواہرات اور آبدار موتی حاصل کرکے اور گلشن سیرت سے کچھ معطر و عنبریں پھول چن کر اپنی ناقص فہم کے مطابق ایک ہار پرونے اور گلدستہ سجانے کی کوشش کی ہے۔ بڑے بڑے مولفین اور سیرت نگاروں کے اعتراف کے علاوہ ذاتی تجربے کی بنیاد پر بھی یہ بات پورے وثوق اور یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی عائلی زندگی کے حوالے سے بحمد اللہ کافی کچھ مواد لکھا ہو جانے کے باوجود "ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ" والی بات ہے۔

بہر حال بحر سیرت سے جتنے موتی اور گلشن سیرت سے جتنے پھول چن کر میں اپنے تنگ دامن میں سمیٹ سکا ہوں وہ شائقین اور عاشقان رسول ﷺ کے سامنے حاضر ہیں' آئندہ چل کر شاید کسی اہل علم کو اس میں مزید اضافہ کی توفیق مل جائے۔ دوسرے ان موتیوں اور پھولوں کو جمع کرنے میں راقم نے اپنی طرف سے اہتمام کیا ہے کہ یہ جہاں سے حاصل کئے گئے ہیں ان کا مکمل پتہ (حوالہ) بھی بتا دیا جائے۔ تیسرے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں کیا جا سکتا کہ کتاب میں موضوع کا احاطہ کر لیا گیا ہے تاہم حضور ﷺ کی بے مثال

عائلی و گھریلو زندگی سے متعلق مولف کے ناقص خیال میں جو لازمی پہلو اور ضروری گوشے ہو سکتے تھے انہیں چھ ابواب اور ذیلی عناوین کے تحت سمیٹنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔

میری اس ناتمام سی مساعی سے اگر کسی صاحب ایمان کے دل میں ذوق و شوق اور عشق و محبت کی کوئی چنگاری بھڑک اٹھتی 'اسوۂ رسول ﷺ اپنانے کا داعیہ اور محبت نبوی ﷺ کی کوئی لہر پیدا ہو جاتی اور کسی مسلمان کے اندر اتباع نبوی ﷺ کا خوابیدہ جذبہ بیدار ہو جاتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور اس وقت بجا طور پر کہہ سکوں گا کہ ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اس موقع پر اپنے پروردگار اور کریم آقا جس نے ایک یتیم و بے آسرا کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے وسائل پیدا فرمائے اور پھر اس کی ناقابل بیان کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود محض اپنے فضل و کرم سے اسے اپنے حبیب مکرم شفیع معظم اور رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ پر لکھنے کی توفیق و سعادت بخشی کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لانے کے بعد میں اپنے چند مخلصین کا شکریہ ادا کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا بھی لازمی خیال کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف اور طباعت میں مخلصانہ تعاون فرمایا۔

ان مخلصین و محسنین میں سب سے پہلے میں علم پرور' علم دوست اور مہربان محترم المقام حضرت سید عماد الدین قادری مدظلہ (العزیز ٹرسٹ کراچی) کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا اور تادیر ان کی بقاء و سلامتی کی دعا کرتا ہوں جو راقم سے غائبانہ اور للہ فی اللہ محبت و شفقت اور اس کی علمی و تالیفی کاوشوں پر حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ نیز جنہوں نے زیر نظر کتاب کی تالیف سے قبل اس کے مجوزہ خاکے کو دقت نظری سے ملاحظہ فرما کر بعض چیزوں کی اصلاح فرمائی اور تالیف میں کئی امور کو مد نظر رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔

محترم جناب اے ایم۔ شکوری صاحب بھی میرے انتہائی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے راقم سے پیشگی ملاقات اور کسی قسم کے تعارف کے بغیر اس کتاب کی طباعت کی حامی بھری اور پھر حسب وعدہ خوبصورت انداز میں اسے منظر عام پر لائے۔ یہاں بدلہ اور محترم محمد اقبال رانا صاحب (دیال سنگھ لائبریری لاہور) کا ڈھیروں شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے کتاب ہذا کو طبع کرا دینے کی اس وقت پیشکش فرمائی جبکہ اس کا خاکہ اور خیال بھی

مولف کے ذہن میں تھا اور پھر وعدہ کے مطابق مولف اور پبلشر کو ملانے میں "ہمزۃ الوصل" کا کام کیا۔ علاوہ ازیں کتاب کی کمپوزنگ تا کمل کی ریڈنگ پروف اور طباعت وغیرہ کے مراحل میں بھرپور دلچسپی لی۔ اللہ کریم ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ راقم کی اس سعی کو قبول فرما کر اس کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ و وسیلہ بنائے۔ دوسرے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز سیرت حبیب کے رستے پر چلتے ہوئے غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر اگر کہیں میرے قلم سے لغزش ہوگئی ہو یا بارگاہ نبوی ﷺ میں جہاں فرشتوں کو پر مارنے کی اجازت نہیں اور جو "ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر" کی آئینہ دار ہے کوئی ادنیٰ بے ادبی ہوگئی ہو یا اس بارگاہ عالی کے شایان شان کوئی لفظ اور جملہ نہ آسکا ہو تو اس گنہگار کے اعمال کو ضائع نہ فرمادے جو اس معاملے میں پہلے ہی تہی دامن ہے۔ اللہ کرے بارگاہ نبوی ﷺ میں بھی میرا یہ نذرانہ عقیدت قبول ہو جائے۔ ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

آخر میں مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا پورا پورا اعتراف ہے۔ تاہم میں نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ کتاب میں کوئی غیر مستند اور حضور اکرم ﷺ (فداہ ابی وامی) اور آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار کی شان کے خلاف کوئی بات نہ آئے اس کے باوجود بتقاضائے بشریت غلطی کا صدور بعید از امکان نہیں۔ اسلئے قارئین خصوصاً اہل علم سے التماس ہے کہ اگر ان کی نظر میں خدانخواستہ کوئی غلط یا قابل اصلاح چیز آئے تو اس سے ناچیز مولف کو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ازواجہ و بناتہ و موالیہ و خدامہ و اہل بیتہ اجمعین

نبی کریم ﷺ کا ادنیٰ اور طالب شفاعت امتی

حافظ محمد سعد اللہ

مدیر سہ ماہی منہاج، ریسرچ آفیسر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

متوطن محمدی شریف (جھنگ) مقیم 195-2-A-II ٹاؤن شپ لاہور

۲۹ صفر ۱۴۲۲ھ / ۲۳ مئی ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولای صل وسلم دائما ابدا – علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

رب یسر ولا تعسر و تمم بالخیر و بک نستعین

باب اول

ازدواج / نکاح

ضرورت واہمیت

یہ بات چنداں محتاج دلائل نہیں کہ خاندان 'قوم کی تخلیق و تشکیل کا اہم عنصر اور بنیادی اہمیت ہے اس لئے کہ خاندان کے افراد ہی سے جو فقہاء کی اصطلاح میں "جزئیت و بعضیت" کے ثبوتی و قریبی رشتہ کے باعث فطری طور پر ایک دوسرے سے پیوستہ 'مربوط اور وابستہ ہوتے ہیں' قوم کی ترکیب ہوتی ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ اینٹوں کے بنے ہوئے مکان کی مضبوطی اور کمزوری ان اینٹوں پر موقوف ہوتی ہے جن سے اس کی تعمیر ہوئی ہے۔ پس اگر یہ اینٹیں مضبوط اور قوی (اول نمبر) ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں تو قوم بھی مستحکم 'قوی اور "بنیان مرصوص" ہوگی اور اگر اینٹیں کمزور اور شکستہ (دوم نمبر) ہیں تو نتیجتاً قوم کا قوام بھی لازما اسی طرح کمزور ہوگا۔

چونکہ خاندان کو قوم کی تخلیق و تعمیر میں بنیادی پتھر کی حیثیت حاصل ہے اور ازدواج و نکاح خاندان کی بنیاد اور اصل اساس ہے اسی سے خاندان وجود میں آتا ہے اور اسی کے باعث اس میں نمو اور اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک ساری روئے زمین پر تمام اقوام اور انسانی معاشروں میں جتنا اہتمام خاندان کی بقاء اور تحفظ کے لئے کیا جاتا ہے اتنا ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہتمام قیام ازدواج کے لئے کیا جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں جس میں ازدواج و

نکاح کا احترام اور اس کے ساتھ اعتناء نہ کیا جاتا ہو اور اس کو اولین حیثیت نہ دی جاتی ہو۔ اس لئے ہر وہ قوم جو زندگی کی قدر و قیمت سے واقف ہے طریق ازدواج کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس کا پورا پورا احترام کرتی ہے۔

غالباً ازدواج و نکاح کی اسی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر اللہ کریم نے قرآن مجید میں لوگوں کو نکاح کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (سورۃ النساء: ۳)

پس تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ النور: ۳۲)

اور تم اپنے بے نکاحوں (غیر شادی شدہ مرد و خواتین) کا نکاح کر دو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں جو اس (نکاح) کے لائق ہوں ان کا بھی۔ اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں عقد نکاح اور پھر اس عقد پر مرتب ہونے والے اخلاقی، تعلیمی، تربیتی، گھریلو، معاشرتی، خاندانی احکام کی جتنی تفصیلات آئی ہیں اتنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے بنیادی ارکان اسلام کے متعلق وارد نہیں ہوئیں۔ اسی طرح احادیث میں ازدواج و نکاح کی جو انتہائی ضرورت و اہمیت اور افادیت بتائی گئی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ تفصیل کے لئے کتب حدیث و فقہ میں "کتاب النکاح" کی احادیث، مرویات اور فقہی جزئیات کا مطالعہ اب بھی کیا جا سکتا ہے۔ نکاح کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ اس ایک حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ایک صحابی نے ہمیشہ کے لئے عورتوں سے علیحدگی اور کبھی نکاح نہ کرنے کے ارادے کا اظہار کیا تو معلم

انسانیت اور ہادی اعظم ﷺ نے اسے اپنی سنت قرار دیا اور فرمایا۔

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (۱)

جس آدمی نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں (میرے طریقہ پر نہیں)

نکاح کے سلسلے میں ان نصوص اور قرآن و حدیث کے ان تاکیدی احکام کے پیش نظر ائمہ مجتہدین اور فقہاء میں اختلاف ہے کہ نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض اہل ظواہر فرض عین بعض فقہاء فرض کفایہ بعض واجب، بعض سنت، بعض سنت مؤکدہ بعض مباح اور کئی مندوب و مستحب قرار دیتے ہیں۔ (۲) تاہم اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غلبہ شہوت کی حالت میں نکاح فرض ہے چنانچہ جو شخص نفسانی خواہش سے اتنا مغلوب ہے کہ اس کے لئے صبر کرنا ممکن نہیں اور اس کے ساتھ وہ مہر اور نان نفقہ کی ادائیگی کی قدرت بھی رکھتا ہے پھر نکاح نہیں کرتا تو گناہگار ہے۔ (۳)

ازدواج یا نکاح کے مقاصد

شریعت محمدیہ میں ازدواج یا نکاح کی یہ اہمیت، ضرورت محض اس لئے نہیں کہ یہ فطری جنسی خواہش کی تکمیل اور خاندان کی تعمیر و تشکیل کا ذریعہ ہے بلکہ اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ یہ نکاح بہت سارے تکوینی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی، سماجی اور معاشرتی فرائض و واجبات و مصالح کی تکمیل کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشہور فقیہ ابن ہمام وغیرہ نے نکاح کی مشروعیت، مقاصد و مصالح بتاتے ہوئے کہا ہے۔

"تأمل سے معلوم ہوتا ہے۔ نکاح بہت سے مصالح پر مشتمل ہے مثلاً اخلاق کی تربیت کرنا، معاشرتی معاملات و مصائب کو برداشت کرنے کا باطنی حوصلہ پیدا کرنا، اولاد کی تربیت کرنا، ان مصالح کا قیام جن سے ایک مسلمان عاجز ہو۔ قریبی رشتہ داروں اور کمزور لوگوں کے نفقہ کا اہتمام، اپنی اور اپنی

دونوں کی عفت و عصمت کو بچانا اور فتنہ کا دفع کرنا، عورتوں کی معاشی تنگدستی کا خاتمہ کرنا بالفاظ دیگر عورتیں گھر سے نکل کر جو مشقت اٹھاتی ہیں انھیں نکاح کے ذریعے گھر میں روک کر اس مشقت سے نجات دلانا، اپنی اسلاف کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے آپ کو عبادت کے لئے تیار کرنا، پھر یہی تیاری کی دوسرے فرد (بیوی) کی بھی تیاری کا سبب بن سکتی ہے اسے (بیوی کو) نماز کی ادائیگی کا حکم دینا، یہ بہت سے فوائد ہیں جن سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ نکاح کرنا نکاح نہ کرنے سے افضل ہے۔" (۴)

امام سرخسی نے المبسوط میں فرمایا ہے:

لیس المقصود بهذا العقد قضاء الشهوة وانما المقصود و ما بيناه من اسباب المصلحة ولكن الله تعالىٰ علق به قضاء الشهوة ايضاً ليرغب فيه المطيع والعاصي المطيع للمعاني الدينية و العاصي لقضاء الشهوة ۔ (۵)

"اس عقد (نکاح) سے مقصود قضائے شہوت نہیں بلکہ مقصود دراصل وہ مصالح ہیں جن کو ہم بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قضائے شہوت کو بھی معلق کر دیا ہے۔ تاکہ اس میں اطاعت گزار اور نافرمان دونوں قسم کے لوگ رغبت رکھیں۔ اطاعت گزار تو دینی مقاصد کی تکمیل و حصول کے لئے اور نافرمان قضائے شہوت کے لئے۔"

متقدمین میں امام غزالیؒ اور متاخرین علماء میں ابو زہرہ وغیرہ نے نکاح کے مقاصد پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے۔ (۶) جس کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی تاہم یہاں نکاح کے چند اہم مقاصد کی نشاندہی کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ زیر بحث موضوع کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو۔

بقائے نسل انسانی

دنیا کی ساری آبادی چہل پہل اور چار سو رونقیں انسان کے دم قدم سے ہیں یہ بزم کائنات انسان ہی کے لئے سجائی گئی ہے۔ انسان ہی کائنات کا گل سر سبد' ساری مخلوق کا مخدوم' مسجود ملائکہ' وجہ تخلیق کائنات محترم وبرتر اور اشرف المخلوقات ہے۔

برتر از گردوں مقام آدم است

یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی وضع میں جہاں خود حضرت انسان کی جان کی حفاظت مطلوب ہے' وہاں نسل انسانی کی بقاء و تحفظ بھی مقصود ہے۔ امام شاطبیؒ نے شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:

وھی حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل (۷)

اور وہ ہیں دین کی حفاظت۔ نفس (انسانی جان) کی حفاظت۔ نسل کی حفاظت' مال کی حفاظت اور عقل کی حفاظت۔

مشہور فقیہ ابن ہمامؒ نے نکاح کی مشروعیت کا سبب ہی یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں مقدر بقائے نسل انسانی کامل ترین انداز میں بغیر کسی خون خرابے' دنگا فساد اور ضیاع نسب کے مشروع طریقہ نکاح سے ہی ممکن ہے۔(۸) چنانچہ نسل انسانی کی بقاء کے لئے قدرت کی طرف سے انسانوں میں توالد و تناسل کا طریقہ فطری طور پر ودیعت کیا گیا ہے اور اس کے لئے اللہ کریم نے انسان کا ایک جوڑا خود اسی کی جنس سے پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے دنیا میں انسان کی نسل چلی۔ سورۃ النساء کے بالکل آغاز میں ارشاد الٰہی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ

اے لوگو! اپنے (اس) پروردگار (کی معصیت) سے ڈرتے رہو جس نے تم (سب) کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور

(پھر) ان دونوں سے بہ کثرت مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔
دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ الخ (سورۃ النحل: ۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے تمہارے (نفع کے) لئے بیویاں بنائیں اور (پھر) تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے نیز اس نے پاکیزہ چیزیں تمہیں کھانے کو دیں۔

سورۃ الحجرات میں فرمایا:

"اے لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور (پھر) تمہاری مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنا دیئے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔" (سورۃ الحجرات: ۱۳)

یہ منشائے الٰہی یعنی نسل انسانی کا بقاء اور توالد و تناسل عام حالات میں چونکہ نکاح یا شادی کے بغیر ممکن نہیں اس لئے ہمارے بعض فقہاء نے شادی کو بھی انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل کرتے ہوئے حکومت کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ اپنی قلمرو میں کھانے پینے اور لباس کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ہر انسان کی شادی کا انتظام بھی کرے۔ چنانچہ اسلامی اقتصادیات کے ماہر مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے قلمی نسخہ محمد امین کے حوالے سے لکھا ہے:

ثم اعلم بانه لا بد للانسان من ثلثة اشياء بلواز ماتها سواء كان ذكرا او انثى لايمكن حياته و فراغه لعبادة ربه و بقاء نسله الابها فيجب على الامام ان يقصد بتيسير الاشياء الثلثة لكل من الناس على حسب استعداده و حاله سواء كان غنيا او فقيرا او ذكرا او انثى اولها الطعام و الشراب وهو سبب لحيواة

فلا یمکن حیاۃ الابها و الثانی اللباس سواء کان من القطن او الکتان او الصوف او غیرها و الثالث التزویج لانها سبب بقاء النسل الخ-

"پھر یہ بات جان لیں کہ تین چیزیں بمعہ اپنے لوازمات کے انسان کے لیے ضروری ہیں - مرد ہو یا عورت سب اس میں برابر ہیں -اس کی زندگی اپنے رب کی عبادت کے لیے اس کی حمایت اور اس کی نسل کی بقا ان تین چیزوں کے بغیر ممکن نہیں-اس لئے امام (خلیفہ) پر واجب ہے کہ وہ ہر انسان کے لئے خواہ وہ دولت مند ہو یا غریب ٗمرد ہو یا عورت-اس کے حالات اور ضروریات کے پیش نظر ان تین چیزوں کے حصول کے لئے ہمہ قسم کی آسانیاں بہم پہنچائے اور وہ تین چیزیں یہ ہیں-

اول: کھانے پینے کی سہولت جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں-

دوسری: لباس کی سہولت خواہ وہ روئی کا ہو یا کتان کا یا اون کا یا کسی بھی چیز کا-

تیسری: شادی کی سہولت اس لئے کہ یہ بقائے نسل کے لئے ضروری ہے-(۹)

اللہ کریم کے ازلی فیصلے تکوینی نظام اور تکوینی مصلحتوں کے تحت نسل انسانی کے قیامت تک باقی رہنے میں (چاہے کوئی حکومت خاندانی منصوبہ بندی اور نس بندی پر جتنا سرمایہ اور وسائل ضائع کرے) کوئی شک نہیں ہو سکتا- شریعت محمدیہ تو نہ صرف نسل انسانی کی بقا بلکہ اس میں متعدد مصالح کے تحت اضافہ بھی چاہتی ہے- چنانچہ ایک روایت میں دانائے سبل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم

(رواہ ابو داؤد والنسائی)(۱۰)

" تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہو- کیونکہ میں (یوم محشر) تمہاری کثرت کے باعث سابقہ امتوں پر

فخر کرنیوالا ہوں گا۔"

عورت کی تخلیق کا مقصد بلحاظ قرآنی جہاں کی اعتبار سے تسکین کا حصول ہے وہاں اس کا ایک مقصد طلب اولاد بھی ہے جس کی طرف قرآن مجید نے اپنے بلیغ انداز میں یوں اشارہ فرمایا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ

(سورۃ البقرہ: ۲۲۳)

"تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم اپنے کھیت میں آؤ جس طرح چاہو۔"

ظاہر ہے کھیت کہتے ہی اس موضع زمین کو ہیں جس میں تخم ریزی ہوتی ہے اور اس میں سبزی غلہ نباتات کا نشوو نما ہوتا ہے۔ معلوم ہوا اسلام نے ہمبستری کا اصل مقصد طلب اولاد ہی رکھا ہے گو اس کے دوسرے پہلو یعنی جنسی خواہش کی تکمیل کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب النکاح کے اندر ایک باب " باب طلب الولد" کے عنوان سے قائم کرکے ایک حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ شادی کا بڑا مقصد اولاد طلب کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ مرسل روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اولاد کو طلب کرو کیونکہ اولاد دلوں کا پھل اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور بانجھ عورت سے نکاح کرنے سے بچو۔" (۱۱)

تسکین وراحت کا سامان

یہ دنیا طرح طرح کے امتحانات آزمائشوں مشکلات اور مصائب کا گھر ہے۔ ان مصائب و آلام کے وقت عقلی اور طبعی طور پر ضروری ہے کہ انسان کا کوئی مونس و

ہمدم اور شریک حیات ہو جو ان کٹھن حالات میں اس کے لئے ذہنی و قلبی اور بدنی راحت و سکون کا باعث ہو۔ قلبی راحت و بدنی سکون حاصل کرنے کے لئے وہ ایک ایسی شخصیت کا شدید محتاج ہے جو اس کے ساتھ انس و محبت اور ہمدردی و نرمی کے ساتھ پیش آئے اور دکھ درد میں اس کی برابر کی شریک ہو۔ انسان کی یہ احتیاج طبعی طور پر اولاد کی خواہش و رغبت سے بھی زیادہ شدید اور مقدم ہے اس لئے کہ سکون قلب و اطمینان نفس اور ضمیر کی راحت کے ساتھ ہی اولاد کی نعمت کا حقیقی لطف و سرور بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی اس طبعی و معاشرتی ضرورت کو اللہ کریم نے بیویوں کے ذریعے پورا فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ذیل کی آیت میں کمال ایجاز سے اسی جانب اشارہ کیا ہے:

> "اور اس کی (الوہیت و قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے (نفع کے) واسطے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان سے سکون و آرام ملے اور (اس مقصد کے حصول کے لئے) اس نے تمہارے (میاں بیوی کے) درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کر دی۔" (سورۃ الروم: ۲۱)

گویا ان (بیویوں) کی غایت آفرینش ہی یہی ہے کہ وہ تمہارے لئے سرمایہ راحت و تسکین و باعث سکون خاطر ہوں۔ تمہارا دل ان سے لگے اور جی ان سے بہلے۔ انسانی تاریخ اس امر پر گواہ اور عام مشاہدہ ہے کہ راحت و سکون ایسی جنس نہیں جسے بازار سے قیمتاً خرید اجا سکے۔ کوئی ضروری نہیں کہ آدمی صرف اپنی امارت اور جاہ و منصب کے بل بوتے پر سکون کی زندگی گزار رہا ہو۔ اس کے برعکس بیشمار ایسی مثالیں ہیں کہ غریب چوار اور تنگدست میاں بیوی انتہائی پر سکون اور مطمئن زندگی گزارتے ہیں۔ ایسی مثالیں قرآن مجید کی مندرجہ بالا صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ خصوصاً بڑھاپے میں انسان کو اپنے شریک حیات اور اولاد کے باعث جو راحت و سکون میسر آتا ہے وہ بھی

متاہل لوگوں سے مخفی نہیں۔

تربیت اولاد

شریعت محمدیہ میں باقاعدہ قانونی و شرعی ازدواج (شادی۔ نکاح) کا ایک بڑا مقصد میاں بیوی کے باہمی فطری ملاپ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کو تعلیم و تربیت اور انہیں انسانی معاشرے کا ایک مفید بااخلاق فرد بنانا بھی ہے۔ ماں باپ کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ اپنے بال بچوں کی جسمانی تربیت کریں بلکہ بچوں کی اخلاقی ذہنی اور دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔

اولاد کے قلب و باطن کی پاکیزہ اور زرخیز سرزمین میں اخلاق و انسانیت کے پاکیزہ اور خوشبودار پھولوں کے بیج بونا پھر ان خدائی پھولوں اور کلیوں کی حفاظت کرنا اور ان کے دلوں کی زمین سے خودرو قسم کے بدبودار پھول کاٹنے اور جھاڑیوں کو کاٹنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔ تربیت اولاد ایک مستقل موضوع ہے جس کی تفصیلات میں جانا یہاں مناسب نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اہل ایمان کو جامع انداز میں اس چیز کا حکم ہوا:

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں (اہل و عیال، بال بچوں) کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اس پر تند خو اور سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے (فوراً) بجا لاتے ہیں۔" (سورۃ التحریم: ۶)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"خبردار! تم میں سے ہر شخص نگہبان (راعی) ہے (یعنی رعیت رکھنے والا ہے) اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پس امام و خلیفہ لوگوں کا نگران ہے۔ اس سے اس کی رعیت کی بابت سوال ہوگا اور مرد

اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور عورت محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ (۱۲)

شریعت محمدیہ کا مطلوب یہ ہے کہ اولاد کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ نہ صرف ملک وملت کی خیر خواہ ہو بلکہ خود ماں باپ کے لئے دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک (۱۳) اور مرنے کے بعد صدقہ جاریہ کا کام دے۔ (۱۴)

اخلاق کی پاکیزگی

ازدواج یا نکاح کا ایک بڑا مقصد انسان کے اخلاق کی پاکیزگی اور اس کی عفت و عصمت اور پاکدامنی کا تحفظ بھی ہے۔ جوانی میں جنسی جذبات کی تسکین اور کنٹرول کا موثر ذریعہ یہی نکاح ہے۔ انسانی نفسیات کے سب سے بڑے ماہر اور حکیم نبی محتشم ﷺ نے جوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"تم میں سے جو نوجوان عقد نکاح (حق مہر۔ نان نفقہ وغیرہ) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شادی (نکاح) کرے کیونکہ شادی نظر کو (غیر محرم سے) پست کرنے والی اور شرم گاہ کو بچانے والی ہے اور جس نوجوان میں عقد نکاح (نبھانے) کی استطاعت نہیں تو اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ روزہ شہوت کے توڑنے کی خاصیت رکھتا ہے۔"

(متفق علیہ) (۱۵)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

" جب تمہاری طرف کوئی ایسا آدمی پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو (بلا تاخیر) اسے نکاح کر کے دے دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اس سے (لامحالہ) زمین میں فتنہ اور بڑا بگاڑ پھیلے گا۔" (رواہ

(الترمذی) (۱۶)

ازدواج یا باقاعدہ نکاح و شادی در حقیقت تنظیم فطرت کی مظہر اور جبلی تقاضا کے عین مطابق ہے جو انسان اور حیوانات کو یکساں طور پر ودیعت ہوا ہے۔ اگر یہ فطری تقاضا ازدواج کے ذریعے پورا کرنے کا مہذب طریقے سے اور قانونی طور پر اہتمام نہ کیا جاتا تو انسان اور دوسرے حیوانات میں اس فطری داعیہ کو پورا کرنے کے سلسلے میں کوئی فرق نہ رہتا اور انسان بھی باقی حیوانات کی طرح بلا روک ٹوک بغیر کسی شرم و حیاء اور بغیر کسی حجاب کے پوری آزادی کے ساتھ اس تقاضا کو بر سر عام اور بر سر بازار پورا کرتا پھرتا۔

انسان کے ہمہ بیں و ہمہ دان خالق سے بڑھ کر کون اس کی نفسیات' اس کی ہمہ جہتی فلاح' اس کی عفت و پاکدامنی اور اس کے اخلاق کی پاکیزگی کے لئے ضروری اقدام کو سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے اللہ کریم نے جہاں مردوں کو خواتین سے نکاح کرنے کی اجازت فرمائی ہے وہاں مہر کی لازمی قید کے ساتھ یہ قید بھی لگائی ہے کہ۔

محصنین غیر مسافحین (سورۃ النساء : ۲۴)

تم (انہیں) قید نکاح میں لا کر عفت کو چاہنے والے ہو نہ کہ (محض) مستی نکالنے والے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۵ میں عورتوں کے لئے "مُحْصَنَات" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶ میں پھر عورتوں کے لئے "مُحْصَنَات" اور مردوں کے لئے "محصنین" کی قید لگائی گئی ہے۔ ان آیات میں نکاح کو "احصان" سے تعبیر کیا گیا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ احصان "حِصْن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ اس طرح احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہوئے۔ جو مرد نکاح کرتا ہے وہ "مُحْصِن" ہے گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ "محصنہ" ہے یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے۔ جو عقد نکاح کی

شکل میں اس کے نفس اور اخلاق کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ استعارہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں عقد نکاح کا اولین مقصد اخلاق اور عصمت کا تحفظ ہے۔

احساس ذمہ داری

نکاح کا ایک اہم مقصد انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا بھی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ ازدواجی بندھن انسان کو آزادروی سے روکتا اور وسیع ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کا شعور بخشتا ہے چونکہ ازدواج سے اہلی یا عائلی زندگی کا دور شروع ہوتا اور اس سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے اس لئے قدرتی طور پر اس کا انتظام وانصرام اس شخص کے سپرد ہوتا ہے جس نے متاہلانہ زندگی کی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور اس سلسلے میں متعدد قسم کے روابط و علائق سے وابستگی بھی قبول کی ہے۔ لہذا علائق وروابط کے شعور واحساس کے باعث وہ نہ اب ان ذمہ داریوں سے چھٹکارا پا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا بوجھ مستقل طور پر کسی دوسرے کے کندھوں پر ڈال سکتا ہے۔ بہر حال جیسے جیسے یہ خانگی زندگی وسیع تر ہوتی جاتی ہے اور اس کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور اس کے دواعی و مطالبات بڑھتے جاتے ہیں اسی نسبت سے انسان کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ان کو برداشت کرنے کی عادت بھی پختہ ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف وہ اپنی گھریلو خاندانی مہمات کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا لیتا ہے بلکہ انسانیت اور اقوام کے عالمگیر مسائل حل کرنے کا حوصلہ بھی اپنے اندر پاتا ہے۔

عورت کا تحفظ و کفالت

یہ بات چنداں محتاج دلائل نہیں کہ عورت اپنی بدنی ساخت، صنفی مقتضیات، جسمانی و دماغی قویٰ کے اعتبار سے مرد کی بنسبت ایک نازک اور کمزور مخلوق ہے۔ وہ اکیلی نہ تو اپنی ذات اور عفت و عصمت کا تحفظ کر سکتی ہے اور نہ اپنی معاش اور دیگر ضروریات کا آسانی سے اہتمام کر سکتی ہے۔ اس لئے نکاح کا ایک مقصود عورت کی

ذات اور پاکدامنی کا تحفظ اور معاشی کفالت بھی ہے۔ چنانچہ ایک عورت جب شرعی اور قانونی طریقے سے کسی مرد کے عقد نکاح میں آتی ہے تو گویا وہ گھر کی چاردیواری میں ایک محفوظ قلعے میں آجاتی ہے۔ اب کسی منہ زور جنسی مریض کی جرأت نہیں ہوتی کہ اس عورت کے باغیرت خاوند کی موجودگی میں اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے یا اس کی چادر عفت کو تار تار کرنے کی ناپاک کوشش کرے۔ اسی طرح شریعت اور قانون خاوند کو پابند کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اہلیہ کی جملہ ضروریات اور معاشی کفالت کا انتظام کرے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق خود حضرت علی المرتضیٰ نے اور ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے خانگی امور کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ گھر کا کام کاج (آٹا پیسنا' آٹا گوندھنا اور روٹی پکانا وغیرہ) سیدہ فاطمہؓ سرانجام دیں گی اور گھر سے باہر کے فرائض حضرت علی المرتضیٰ بجا لائیں گے۔(۱۷)

مرد کی اس ذمہ داری پر قرآن' سنت' اجماع اور عقلی دلائل موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ تفصیلات کتب فقہ میں موجود "کتاب النفقہ" کے اندر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

انبیاء کرام اور ازدواجی و عائلی زندگی

انبیاء علیہم السلام کا پاکیزہ منتخب اور برگزیدہ طبقہ بھی چونکہ انسانوں سے تعلق رکھتا ہے جنہیں اللہ کریم نے وقتاً فوقتاً انسانوں کی ہدایت و رہنمائی اور احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس لئے ان کی ذوات مقدسہ میں بھی وہ تمام انسانی جذبات و احساسات اور خواہشات پائی جاتی تھیں جو دوسرے بنی نوع انسان کے اندر فطری طور پر موجود تھیں دوسرے ان کی بعثت کا بنیادی مقصد تمام چھوٹے بڑے انسانی معاملات و امور میں لوگوں کی رہنمائی کرنا اور اس سلسلے میں عملی طور پر ایک کامل نمونہ پیش کرنا تھا۔ اپنے اس فرض منصبی کے تحت جن نفوس قدسیہ نے حکومت و سلطنت اور جہانبانی سے لے کر جاگنے اٹھنے بیٹھنے اور سو جانے تک کے بشری تقاضوں

میں انسانیت کی رہنمائی فرمائی اور عملی نمونہ پیش کیا۔ کیسے ممکن تھا کہ وہ ازدواج اور عائلی زندگی جیسے اہم تمدنی، معاشرتی و اخلاقی مصالح پر مشتمل اور فطری اعتبار سے لازمی معاملے میں عملی نمونہ پیش نہ فرماتے۔

قرآن مجید نے متعدد انبیاء علیہم السلام کے نہ صرف اہل و عیال، آل اولاد اور خاندان کا ذکر کیا ہے بلکہ بعض جلیل القدر انبیاء کی نیک اولاد کے حصول کے لئے دعاؤں کو بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب اپنے آبائی وطن عراق سے شام کی طرف بظاہر کسمپرسی کی حالت میں ہجرت فرمائی تو ایسے حالات میں ظاہری اسباب کے درپے میں اولاد کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (الصفت ۱۰۰-۱۰۱)

اے میرے پروردگار مجھے ایک صالح (بیٹا) عنایت فرما۔ سو ہم نے (اپنے خلیل کی دعا قبول کرتے ہوئے) انہیں ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے بڑھاپے اور اپنی اہلیہ محترمہ کے بانجھ پن کے باوجود اللہ کریم سے خرق عادت کے طور پر اس عمر میں اور بانجھ عورت سے فرزند عطا کرنے کی قدرت کاملہ کو مد نظر رکھتے اور خصوصی رحمت کی امید کرتے ہوئے اولاد کے لئے جو گڑگڑا کر دعا کی اس کا تذکرہ قرآن مجید نے یوں کیا ہے:

"(یہ) تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا اپنے بندے زکریا پر (توجہ کیجئے) وہ وقت جب انہوں نے اپنے پروردگار سے خفیہ طور پر دعا کی (اور) عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی چمک پڑی ہے اور تجھ کو پکار کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) نامراد نہیں رہا ہوں اور میں اپنے

بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں (کہ وہ میرے نبوی وعلمی مشن کو سنبھال نہ سکیں گے) اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے۔ سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے ایسا وارث عنایت فرما جو میرا بھی وارث بنے اور اولاد یعقوب کا بھی وارث بنے اور پروردگار (مزید کرم یہ فرما کہ) تو اسے پسندیدہ (بھی) بنا دے۔" سورۃ مریم: ۶،۵،۴)

بارگاہ الٰہی میں ایک ذیشان پیغمبر کی یہ آہ وزاری اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلنے والی دعا سیدھی فضا کو عبور کرتی اور آسمانوں کا کلیجہ پھاڑتی ہوئی سیدھی عرش معلی سے ٹکراتی ہے اور ادھر فوری طور پر قادر و مطلق اور عام اسباب کی احتیاج سے پاک بارگاہ ایزدی سے ایک عظیم فرزند ارجمند کی بشارت سنا دی جاتی ہے جس کا نام نامی (حضرت یحییٰ) بھی خود اس خالق و مالک جل و علا شانہ نے تجویز فرمایا ہے۔

قرآن مجید کی صراحت کے مطابق اکثر انبیاء کرام علیہم السلام نے بدھ مت، مسیحیت اور دوسرے جاہلی مذاہب کے برعکس جن میں ازدواج، خانہ داری اور عیالداری کی زندگی کو تقرب الٰہی و خدارسی کے منافی سمجھا گیا ہے، ازدواجی و عائلی زندگی گزاری ہے۔ جب بعض احمق اہل مکہ کو نبی آخر الزماں ﷺ کی عیالداری اور صاحب اولاد ہونے پر خواہ مخواہ کا اعتراض ہوا تو اللہ کریم نے ان کے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ

(سورۃ الرعد: ۳۸)

"اور بلاشبہ ہم نے آپ سے قبل (بھی) رسول بھیجے اور ان کے لئے بیویاں اور بچے (بھی) بنائے۔"

مراد یہ کہ آپ کا دعوائے نبوت و رسالت دنیا کی تاریخ میں کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ حضرت آدمؑ و نوحؑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسحٰق، حضرت

اسماعیل' حضرت یعقوب' حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت داؤد و سلیمان علیہم السلام اجمعین' آخر ان سب کے حالات توراۃ و انجیل اور تاریخ میں محفوظ ہیں - یہ سب گرامی قدر عیالدار ہی ہوئے ہیں - پھر آخر آپ کی عیالداری پر اعتراض کیوں ہے ؟ انبیاء کرام کے اس ازدواج اور لائق تقلید و اتباع طریقے کی طرف اشارہ ایک حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے - چنانچہ جامع ترمذی میں ابواب النکاح کی پہلی حدیث ہی یہ ہے کہ

اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح

"چار چیزیں انبیاء و رسل کی سنتیں ہیں - حیا' عطر لگانا' مسواک کرنا اور نکاح کرنا)

اب آیئے قرآن کے اس اجمال کی تفصیل توراۃ و انجیل یا تاریخ و تذکرہ کی کسی کتاب سے نہیں بلکہ اسی لاریب کتاب سے معلوم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں -

حضرت آدم علیہ السلام

پہلے انسان اور پہلے نبی ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی نسل انسانی چلانے کے لئے اللہ کریم نے ان کی بیوی پیدا کرتے ہوئے دونوں میاں بیوی کو ایک شرط کے ساتھ جنت میں سکونت اختیار کرنے اور کھلے عام نعمت ہائے جنت سے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی - جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مواقع مثلاً سورۃ البقرہ رکوع نمبر ۴ سورۃ الاعراف رکوع نمبر ۲' سورۃ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۷ اور سورۃ طہٰ رکوع نمبر ۷ وغیرہ میں بڑی تفصیل سے ہوا ہے -

حضرت نوح علیہ السلام

دوسرے جلیل القدر پیغمبر اور آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کا ذکر' چاہے وہ ذکر خیر نہ ہو' سورۃ التحریم رکوع نمبر ۲ میں اور نافرمان بیٹے کا تذکرہ سورۃ ہود رکوع نمبر ۴ میں بڑی صراحت سے موجود ہے - آپ ہی کے سلسلے میں آپ کے "

"اہل" اور آپ کی "ذریت" دونوں کا ذکر آتا ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کنبے اور نسل والے تھے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ

(سورۃ الصافات ۷۶-۷۷)

اور ہم نے ان (حضرت نوحؑ) کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری کرب (عذاب طوفان) سے نجات دی اور ہم نے ان کی نسل کو ہی باقی رہنے والا بنا دیا۔

آپ کی یہ ذریت جو غرقابی سے بچ گئی تھی اسی سے آگے انسانی آبادی کا سلسلہ چلا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازدواجی زندگی اور آل اولاد کا ثبوت بھی قرآن مجید کی متعدد آیات سے ملتا ہے۔ آپ کی ایک زوجہ محترمہ جو پیرانہ سالی کی حد تک پہنچ چکی تھیں اور اب تک اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔ انہیں جب ملائکہ نے آکر اولاد کی خوشخبری سنائی تو انہیں اپنی پیرانہ سالی کے مدنظر اس پر بڑا تعجب ہوا۔ فرشتوں نے کہا "اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ" (سورۃ ہود رکوع نمبر ۷) کیا آپ اللہ کریم کے امر پر تعجب کرتی ہیں؟ آپ کے دو صاحبزادگان حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ مثلاً سورۃ ابراہیم رکوع نمبر ۶، سورۃ مریم رکوع نمبر ۳، سورۃ الانبیاء رکوع نمبر ۵، سورۃ العنکبوت رکوع نمبر ۳ اور سورۃ الصافات رکوع نمبر ۳ وغیرہ میں۔

سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۱۵ اور سورۃ ابراہیم رکوع نمبر ۶ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنی آل اولاد کی دینی، دنیوی اور روحانی و مادی فلاح کے لئے گڑگڑا کر دعا میں کرنا بھی مذکور ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کے کئی اور مقامات پر حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے اہل و عیال کا ذکر خیر موجود ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے اوصاف حسنہ کا بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (سورۃ مریم: ۵۵)

اور آپ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز اور زکوٰۃ کا۔

اہل علم سے مخفی نہیں کہ "اہل" سے مراد بیوی گھر والی' متعلقین اور اہل و عیال سب لی جا سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں جہاں "ذریتی" کا لفظ آیا ہے وہ اولاد اور اولاد در اولاد پورے سلسلہ نسب کو شامل ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے اور آپ کے ہم عصر پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی آپ کی "آل" اور آپ کے "اہل" کا ذکر بھی مختلف پیرایوں میں متعدد مقامات پر آیا ہے مثلاً سورۃ التحریم رکوع نمبر ۲' سورۃ الحجر رکوع نمبر ۵' سورۃ النمل رکوع نمبر ۴' سورۃ العنکبوت رکوع نمبر ۴' سورۃ الاعراف رکوع نمبر ۱۰ اور سورۃ ہود رکوع نمبر ۷ میں تفصیل سے آیا ہے۔ آپ کا صاحب خاندان اور اہل و عیال والا ہونا انہی آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی عفت مآب صاحبزادیوں کا صراحتاً ذکر بھی درج بالا بعض مقامات قرآن میں ملتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادے اور جلیل القدر پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام "اسرائیل" تھا۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کا تذکرہ قرآن مجید میں جس کثرت اور تفصیل سے آیا ہے کسی دوسرے پیغمبر کی اولاد کا نہیں آیا۔ اللہ کریم نے متعدد مقامات پر "یبنی اسرائیل" کہہ کر انہیں مخاطب فرمایا ہے انہیں اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور بار بار انہیں پیغمبر ان کے ساتھ مبعوث فرما دیئے پر اللہ تعالیٰ کی

طرف توجہ دلائی ہے، یہ الگ بحث ہے کہ ان کا رویہ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" والا رہا۔ اور ان کی اکثریت اپنے معاندانہ رویہ کے باعث گلستان محمدی سے فیض یاب ہونے سے محروم رہی۔ بقول شاعر ۔

یہ ہے اپنی اپنی قسمت یہ نصیب اپنا اپنا
کوئی پھول چن کے لایا کوئی خار گلستاں سے

سورۃ یوسف پوری کی پوری حضرت یعقوب علیہ السلام کے پیغمبر صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے دوسرے گیارہ بھائیوں کے عبرت آموز قصے سے عبارت ہے۔ اسی طرح سورہ البقرہ کے رکوع نمبر ۱۶ میں آپ کا اپنے بیٹوں کو وصیت فرمانا بھی صراحت سے مذکور ہے۔

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام

درج بالا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ قرآن مجید نے حضرت ایوب علیہ السلام (سورۃ ص رکوع نمبر ۴ اور سورۃ الانبیاء رکوع نمبر ۶) حضرت داؤد علیہ السلام (سورۃ سباء رکوع نمبر ۲) حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام (سورۃ البقرہ رکوع نمبر ۳۲) کا صاحب اہل وعیال ہونا صراحت سے ذکر کیا ہے۔

قرآن مجید کے درج بالا حوالہ جات سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ اکثر انبیاء کرام نے شادیاں فرمائیں اور وہ صاحب آل اولاد اور اہل وعیال والے رہے اور بعض نے تو (جیسا کہ اوپر گذرا) اولاد کے لئے باقاعدہ آرزو فرمائی ہے اور ایسی عمر میں فرمائی جب عموماً اس کی آرزو باقی نہیں رہتی۔

نبی کریم ﷺ کی ازدواجی وعائلی زندگی

نبوت و رسالت کے سلسلہ رحمت اور سلسلۃ الذھب کی آخری کڑی، لاثانی، عدیم النظیر، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین کی ذات حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ

التحیۃ والثناء نے بھی جنہیں اللہ کریم نے رہتی دنیا تک سارے انسانوں کے لئے ایک کامل و مثالی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا' دیگر انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرح عام انسانی وفطری تقاضوں کے تحت ازدواجی وعائلی زندگی گزاری- آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار اور آل اولاد کا تذکرہ جہاں حدیث سیرت رجال تذکرہ انساب اور تاریخ کی معتبر و مستند کتابوں میں پایا جاتا ہے وہاں لاریب کتاب قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر آپؐ کے اہل و عیال کا ذکر کر کے آپ کی ازدواجی وعائلی زندگی پر مہر تصدیق ثبت کی گئی ہے- چنانچہ قرآنی الفاظ و آیات سے ہی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ایک نہیں بلکہ ایک سے زیادہ پاک بیویاں تھیں جن کا ذکر صیغہ جمع میں بار بار آیا ہے- کہیں لفظ "ازواج" سے اور کہیں لفظ "نساء" سے-(۱۸)

ان آیات کریمہ سے رسول مقبول ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کا تعدد یا کئی کئی ہونا تو بہر حال ثابت ہو گیا- آپؐ کا صاحب اولاد ہونا بھی مختلف انداز میں قرآن مجید ہی سے ثابت ہے- مثلاً جب آپؐ کے صاحبزادگان یعنی اولاد ذکور کا بقضائے الٰہی انتقال ہو گیا اور صرف صاحبزادیاں رہ گئیں تو کفار مکہ کو تعریض کا ایک نیا عنوان ہاتھ آگیا اور خوش ہو کر کہنے لگے کہ اس پیغمبر کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا اس زندگی تک اس کا نام ہے پھر اس کا نام کون لے گا؟ ایسے شخص کو عرب کے محاورہ میں "ابتر" (دم کٹا' جس کے پیچھے کوئی نام لیوا نہ رہے) کہا جاتا ہے-

اس لغو اعتراض کے جواب میں اور اپنے محبوب ﷺ کی تسکین کی خاطر اللہ کریم نے سورۃ الکوثر کو نازل فرمایا اور تمام دشمنان رسول ﷺ پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ جس شخص کو اللہ کریم خیر کثیر (الکوثر) عنایت فرمائے اور ابد الآباد تک نام روشن کرے اسے "ابتر" کہنا پرلے درجے کی بیوقوفی ہے- حقیقت میں "ابتر" (دم کٹا- بے نام و نشان) وہ ہو گا جو اس حامل کوثر سے بغض و عناد اور دشمنی رکھے گا- چنانچہ قرآن مجید کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی- آج چودہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی

حضور ﷺ کی روحانی ایمانی اور معنوی اولاد سے دنیا بھری پڑی ہے اور جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپؐ کے نام پر کروڑوں لوگ آج بھی اپنا تن من دھن وار دینا اپنی سعادت تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس دنیا میں گھوم کر دیکھ لیجئے حضور ﷺ کو "ابتر" کہنے والوں کا نام و نشان نہیں ملے گا۔ ان کی نسل ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔ ابو جہل، ابو لہب، عتبہ، شیبہ اور عاص بن وائل وغیرہ کا تاریخ میں آج اگر کہیں ذکر ہے تو وہ بھی صدقہ ہے رحمۃ للعالمین کا۔ اسی حقیقت اور امر واقع کو خوبصورت شعری جامہ پہناتے ہوئے فاضل بریلوی نے کہا تھا:

مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اسی طرح ایک دوسری آیت اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ زندہ رہنے والی آپ کی پاک اولاد ذکور نہیں بلکہ اناث ہے صاحبزادے نہیں صاحبزادیاں ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (۱۹)

محمد (میرے محبوب) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

پھر ایک آیت کریمہ (۲۰) میں صاحبزادیوں کا ذکر بہ صیغہ جمع آیا ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی ایک نہیں کم از کم تین ہیں کیونکہ عربی لغت میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اہل و عیال کا ایک مستقل خاندان تھا جس میں عورتیں اور متعدد لڑکے شامل تھے چنانچہ نجران کے عیسائی وفد سے مباہلہ کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

"پھر جو کوئی آپؐ سے اس بات میں حجت کرے بعد اس کے کہ آپؐ کے

پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو آپ کہہ دیجیے کہ اچھا آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمہاری ذاتوں کو بھی۔ پھر ہم خشوع سے دعا (مباہلہ) کریں اور (یوں) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔" (۲۱)

لفظ "ابناء نا" جس سیاق و سباق میں یہاں آیا ہے مفسرین کے مطابق اس سے مراد صلبی بیٹے نہیں بلکہ آپؐ کے نواسے (حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ) مراد ہیں۔ جن پر مجازاً اپنی ہی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ غرض حضور ﷺ کا ایک مستقل خاندان تھا جس پر "اہل البیت" کا اطلاق ہوتا تھا۔ گو اصلاً اس سے مراد ازواج مطہرات ہی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اللہ تو بس یہی ارادہ رکھتا ہے کہ اے (نبی کے) گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو خوب پاک صاف کر دے۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب کے چوتھے رکوع میں نبی اکرم ﷺ کی عفت مآب ازواج مطہرات کو "ینساء النبی" کے الفاظ سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اپنی نسبت اس عظیم اعزاز اور فرائض منصبی کا احساس دلاتے ہوئے بعض ہدایات دی گئی ہیں اور ان کے علو مرتبت اور عظمت شان کو واضح فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ازدواجی و عائلی زندگی میں مثالی نمونہ

۔ قرآن مجید سے (جیسا کہ پیچھے گزرا) اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جبلت و فطرت کے مطابق بیشتر انبیاء عظام علیہم السلام نے مجرد کی بجائے اہل و عیال والی زندگی گزاری ہے مگر اس امر کی وضاحت نہ قرآن حکیم میں پائی جاتی ہے نہ سابقہ آسمانی کتابوں میں اور نہ تاریخ و رجال کی کسی مستند کتاب میں ان انبیاء عظام کی خانگی و عائلی

زندگی کیسی تھی؟ گھر کی چار دیواری میں ان نفوس قدسیہ کا خود اپنی ذوات مقدسہ کے بارے میں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ کیا رویہ تھا؟ گھریلو زندگی اور گھریلو معاملات میں ان کا نمونہ کیا تھا؟ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت میں انسانیت کے لئے ایک نمونہ تھے مگر ان کے نمونہ کے محفوظ نہ رہنے کی ایک تکوینی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ ان سب کی نبوت و رسالت وقتی محدود اور مقامی قسم کی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی عالمی آفاقی اور دائمی نبی بن کر نہیں آیا تھا۔ جبکہ ہمارے نبی پاک ﷺ خاتم النبیین اور رسول العالمین بن کر تشریف لائے تھے۔ اس لئے اللہ کریم نے ایک تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو سارے عالم کے لئے صرف اسوہ نہیں بلکہ "اسوہ حسنہ" (کامل نمونہ) بنایا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

بے شک رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

دوسرے قیامت تک کے لئے اس کی حفاظت کا ایسا محیر العقول اور حیران کن انتظام فرمایا کہ آپ کی حیات طیبہ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت کھلی کتاب کی مانند ہمارے سامنے ہے۔ تاکہ لوگ رہتی دنیا تک اس مینارہ نور سے روشنی حاصل کرتے رہیں۔ اس آیت کریمہ کا نزول اگرچہ جہاد اور میدان جنگ میں صبر و ثبات اور استقامت کے اسوہ رسول کو اپنانے اور اختیار کرنے کے پس منظر میں ہوا ہے تاہم مفسر ابن کثیر اور مفسر قرطبی وغیرہ کی صراحت کے مطابق الفاظ کا عموم اس بات پر دال ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں آپ اسوہ حسنہ ہیں۔ آپ کی زندگی انسان کے لئے انفرادی و اجتماعی' خانگی و عائلی' معاشرتی و اخلاقی' خوشی و غمی' دینی و دنیاوی اور جسمانی و روحانی ہر گوشہ میں شمع ہدایت ہے۔

جس ذات والا شان کو اللہ کریم نے رحمۃ للعالمین اور عربی و عجمی' اسود و احمر'

کالے و گورے' حاکم و محکوم' افسر و ماتحت' چھوٹے بڑے' کارخانہ دار و مزدور' استاد و شاگرد' آقا و غلام اور مرد و عورت کے لئے سراپا ہدایت و رہنمائی اور کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا کیسے ممکن تھا کہ آپ انسانی زندگی کے ایک جبلی' فطری اور اہم پہلو ازدواجی و عائلی زندگی میں لوگوں کے لئے ایک مثالی نمونہ قائم نہ فرماتے۔ چنانچہ آنجناب علیہ التحیۃ والسلام نے جبلی و فطری اور جنسی تقاضوں کی تکمیل سے کہیں زیادہ تعلیم امت کی خاطر بھرپور ازدواجی و عائلی زندگی گزار کر (جس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی) امت کے لئے ایک کامل نمونہ چھوڑا اور عملی طور پر بتایا کہ شادی کس طرح خانہ آبادی' پیار و محبت اور راحت و سکون بنتی اور گھر ظاہری طور پر فقر و فاقہ کے باوجود کس طرح جنت نظیر' پر سکون' قابل رشک اور خوشیوں کا گہوارہ بنتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیما کثیراً)

کاشانہ نبویؐ کے مکین بھی انسان تھے۔ جیتے جاگتے اور انسانی جذبات' خواہشات و احساسات رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کے گھروں میں عام گھروں کی طرح خوشحالی بھی آئی اور فقر و فاقہ بھی ان کو کھانے کی بھی ضرورت ہوتی تھی اور لباس و علاج معالجہ کی بھی۔ وہاں خوشی کے لمحات بھی آتے تھے اور غمی و آزمائش کے بھی۔ ان گھروں میں مہمان بھی آتے تھے اور رشتے دار بھی' گھر میں شوہر نامدارؐ اور ازواج مطہراتؓ کے درمیان جہاں مثالی عقیدت و محبت کے تعلقات تھے وہاں بعض اوقات شکر رنجیاں اور غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی تھیں۔ گلے شکوے بھی ہوتے تھے۔ ازواج مطہراتؓ مختلف قبائل سے تعلق رکھتی اور مختلف عمروں اور مختلف مزاجوں اور مختلف طبائع کی حامل تھیں۔ اختلاف طبائع اور سوکناپے کی فطری غیرت کی وجہ سے ان میں بعض اوقات تلخ کلامی اور ناراضگی بھی ہو جاتی تھی۔ حضور ﷺ کی آل اولاد بھی تھی۔ ان کی شادیوں کے مسائل تھے' بچوں کے مطالبے تھے۔ اہل و عیال کے اخراجات اور تعلیم و تربیت کے مسائل بھی در پیش رہتے تھے۔ حضور ﷺ خود اپنی ازواج مطہرات کی نسبت سے

بعض لوگوں کے داماد اور صاحبزادیوں کی نسبت سے سسر بھی تھے۔ کھانے پینے برتن زیورات اور نقد و جنس کے مسائل تھے غرض حضور ﷺ کو اپنے گھروں میں ان تمام مسائل کا سامنا تھا جو ایک بال بچے دار انسان کو عام طور پر اپنے گھر میں پیش آتے ہیں بلکہ عام گھروں سے کہیں زیادہ مسائل و مشکلات کا سامنا تھا۔ ان تمام گھریلو معاملات اور مسائل کو انتہائی احسن طریقے سے حضور ﷺ نے اس طرح حل فرمایا جس کی نظیر تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

نبی رحمت ﷺ نے دنیا کے عام ازدواجی و عائلی نظام کے برعکس اپنے قول و عمل سے ایک بات تو یہ بتائی کہ یہ گھریلو معاملات و عائلی مسائل اور ازدواجی تعلقات صرف دنیاداری اور جنسی خواہشات نہیں بلکہ دین کا نصف ہیں۔ (۲۲) ان معاملات کو اگر شریعت محمدیؐ اور سنت نبویؐ کے مطابق ادا کیا جائے تو یہ بھی اسی طرح عبادت اور کار ثواب ہیں جس طرح نماز روزہ عبادت اور ثواب ہیں۔ دوسرے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ ان تمام گھریلو عائلی مسائل و معاملات کے حل کے لئے چنداں کثیر مال و دولت کی ضرورت نہیں۔ بظاہر وسائل نہ ہونے کے باوجود بھی یہ مسائل بطریق احسن حل کیے جا سکتے ہیں۔ تیسرے عظیم المرتبت کے باکمال ناخدا ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ ' مہر و محبت ' شفقت و رحمت ' جرأت و ہمت ' ہمدردی و خیر خواہی ' صبر و برداشت ' زہد و قناعت ' قربانی و ایثار ' عدل و انصاف اور حکمت و دانائی سے ان گھمبیر قسم کے گھریلو مسائل کے منجدھار میں کمال مہارت سے اپنی کشتی کو کنارے لگا کر ایسا مثالی نمونہ چھوڑا جس کی نظیر تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

ازدواجی تعلقات اور خاندان و اہل و عیال کے مسائل انسانی زندگی کا نازک ترین اور مشکل اور صبر آزما شعبہ ہے۔ اسلام سے قبل بعض "خدا پرست" لوگ ان گھریلو مسائل کی نزاکت اور سنگینی سے گھبرا کر تارک دنیا صوفی (راہب) بن جاتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک بیک وقت نفسانی اور روحانی تقاضوں کو پورا کرنا آسان کام نہیں

تھی۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کامل واکمل رسول ﷺ کی حیثیت سے انسان کی اس مشکل کو عملی طور پر آسان کر کے دکھایا اور ذکر و عبادت کے شبانہ روز معمول کے ساتھ ساتھ بال بچوں کی رفاقت میں خوشحال اور پرمسرت زندگی گزارنے کی شاندار مثال قائم فرمائی۔

اس مثالی نمونہ کو سامنے رکھ کر ہم آج بھی خاندانی و گھریلو مسائل کو حل کر سکتے اور ان گھروں کو جو مغرب کی نقالی، تکلف، تصنع نمود و نمائش ایک دوسرے پر بد اعتمادی' آئے دن میاں بیوی کے جھگڑوں' اولاد کی گستاخیوں نافرمانیوں اور صبح شام کے دنگا فساد سے جہنم کدے بن چکے ہیں' امن و سکون مہر و وفا اور خیر و برکت کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

خلوت و جلوتِ نبوی ﷺ یکساں

دنیا کے مشہور صنادید و ابطال میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی سوانح حیات کا کوئی نہ کوئی گوشہ ایسا نہ ہو جس کو چھپانے کا اہتمام نہ کیا گیا ہو اور اس کی زندگی کے کچھ کارنامے ایسے نہ ہوں کہ وہ اپنے ان کارناموں کی پردہ پوشی کا آرزومند نہ ہو اور اسے یہ خوف نہ رہا ہو کہ کہیں لوگ ان سے واقف نہ ہو جائیں خواہ اس کی زندگی کے اس پہلو کا تعلق اس کی شہوت پرستی سے ہو یا اس کے خاندانی پس منظر سے یا اس کی ذاتی کمزوریوں اور بے اعتدالیوں سے۔

ان سب کے بالکل برعکس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا کی وہ واحد شخصیت ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی ہر لحاظ سے لوگوں کے سامنے کھول کر پیش کر دی تھی اور آج وہ ایک کھلی کتاب کی مانند سب کے سامنے ہے جس میں کوئی صفحہ خفیہ اور کوئی سطر دھندلی نہیں ہے اس میں سے ہر شخص جو باب چاہے پڑھ سکتا ہے۔ انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس

سال اس حیثیت میں زندگی بسر کی ہے کہ اللہ کریم نے فرمادیا تھا کہ تمہارے لیے بہترین نمونہ حضور ﷺ کی ذات ہے۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ایک معاشرے میں اور ایک پورے ملک میں لوگوں سے یہ بات کہہ دی جائے کہ یہ شخص تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی کو کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے رکھ دیا تھا۔ آپ ﷺ کی کوئی چیز پرائیوٹ نہیں تھی سب کچھ پبلک کے لئے تھا۔ لوگوں کو ہر وقت اس بات کی اجازت تھی کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود آپ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں' آپ ﷺ کے اقوال سنیں اور لوگوں تک پہنچائیں' آپ ﷺ کے افعال دیکھیں اور لوگوں سے بیان کریں' بلکہ ان کو یہ بھی اجازت تھی کہ وہ ازواج مطہرات سے آپ کی نجی زندگی کے متعلق بھی معلومات حاصل کریں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک ہستی پورے دس سال تک اس طرح عوام کے سامنے رہی کہ اس کی زندگی کا کوئی پہلو بھی ان سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ خدا کے رسول ﷺ کے سوا کوئی انسان اس آزمائش پر پورا نہیں اتر سکتا۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے کہ کوئی انسان اپنے آپ کو اس آزمائش کے لئے پیش نہیں کر سکتا کہ ہر وقت' ہر پہلو سے اس کا جائزہ لے کر دیکھا جائے اور پھر کسی پہلو سے اس کے اندر کوئی عیب' کوئی نقص' کوئی خامی اور کوئی کمزوری نہ پائی جائے' بلکہ جس پہلو سے بھی اسے دیکھا جائے کامل درجے کا انسان نظر آئے اور اس کے متعلق فی الواقع لوگ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ ہاں یہی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے' یہ مقام پوری انسانی تاریخ میں صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ کاشانہ نبی ﷺ کیا تھا؟ ایک کھلی کتاب جس کا جب جی چاہے اور جہاں سے جی چاہے دیکھ لے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے ذریعہ دنیا والوں کو متوجہ کیا کہ آؤ دیکھو یہاں کیا ہو رہا ہے' کیوں ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ نے بتایا کہ جس لائحہ عمل کو وہ دنیا والوں کے سامنے اتنے شد و مد

سے پیش کرتے تھے اس پر گھر کی چاردیواری کے اندر وہ خود کتنا عمل کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ ہر عمل کی ابتداء ان کی ذات سے اور ان کے گھر سے ہوتی تھی۔ انصاف' ایمانداری' محبت' قناعت' قربانی' خلوص' عزت' نیکی' عصمت شعاری۔ جن عظیم الشان اصولوں کے ماننے کا تقاضا وہ دوسروں سے کرتے تھے۔ ان پر سب سے پہلے وہ خود اور ان کے گھر والے عمل کرتے تھے۔ یہ ازواج مطہراتؓ ہی تھیں۔ جنہوں نے حضور ﷺ کی پرائیویٹ لائف کو کھول کر دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جنہوں نے ہر خاص و عام کو علی الاعلان دعوت دی کہ آؤ۔ اس پرائیویٹ لائف کی ہر طرح جانچ پڑتال کرو۔ اور اس میں اگر کہیں کوئی کمزوری ہے تو اس کی نشاندہی کرو اور اگر کوئی کمزوری نہیں ہے اور ہرگز ایسا نہیں ہے تو پھر اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو۔

حضور اکرم ﷺ نے عام سماجی سیاسی و مذہبی لیڈروں اور قائدین انقلاب کی طرح اندر اور باہر کے دو لبادے نہیں اوڑھ رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی پرائیویٹ اور پبلک کے دو حصوں میں تقسیم نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر شعبہ پبلک کے لئے کھلا ہوا تھا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ آنجناب ﷺ نے لوگوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ لوگ صرف آپ ﷺ کی پبلک زندگی ہی کو دیکھیں اور آپ ﷺ کی نجی زندگی کا تجسس نہ کریں بلکہ آپ ﷺ نے اپنی پبلک اور نجی زندگیاں ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح نہ صرف اپنے عقیدتمندوں اور ماننے والوں کے سامنے بلکہ اپنے دشمنوں کے سامنے بھی رکھ دیں کہ لوگ چاہیں تو ان کو اسوۂ حسنہ بنائیں اور چاہیں تو بے خوف و خطر ان پر نکتہ چینی کریں بشرطیکہ ان میں نکتہ چینی کی گنجائش پائیں۔

دنیا میں دوسروں کی بیویاں ان کی گھریلو زندگی کے رازوں کی امین ہوتی ہیں لیکن صرف حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پبلک کی نمائندہ

کی حیثیت سے آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کی ایک ایک ادا کو محفوظ رکھتی تھیں اور پوری دیانت و امانت کے ساتھ اس کو لوگوں تک پہنچاتی تھیں۔

اگر یہاں یہ خیال نہ ہوتا کہ اس کتاب کو بچے اور عورتیں بھی پڑھیں گے تو حضور اکرم ﷺ کی بے نقاب زندگی کے چند ایسے زاویے اور گوشے بھی قلمبند کیے جاتے جن کی عام طور پر پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں طہارۃ' غسل اور حیض وغیرہ کے ابواب میں وہ تمام مسائل و احوال آج بھی موجود ہیں جو خالصتاً نجی اور پرائیویٹ قسم کے ہوتے ہیں اور جنہیں کوئی میاں بیوی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر آپ ﷺ کی طرف سے ان مسائل و احوال کو بیان کرنے کی کھلی اجازت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل اور ہر حرکت بلکہ زندگی کا ہر لمحہ "دین ہمہ اوست" کی شان کا حامل تھا۔ (صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ واھل بیتہ وسلم کثیرا کثیرا)

حوالہ جات و حواشی باب اول

۱- (الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح) پہلا باب ج ۲ ص ۷۵۷ طبع کراچی

(ب) مصنف عبدالرزاق: ۶: ۱۲۷ بیروت

(ج) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ بیروت ج ۱ ص ۱۷۱-۳۷۲-۳

(د) ملا علی قاری: مرقاۃ المفاتیح: ۶: ۷۸ المکتبہ امدادیہ ملتان

۲- تفصیل کے لئے دیکھیے:

(الف) علامہ کاسانی: بدائع الصنائع (اردو ترجمہ) ۱۹۹۳ء ج ۲ ص ۲۲۳-۶۲۲

(ب) معین الحق دھلوی: الکفایہ شرح ہدایہ: ج ۲ ص ۲ طبع نول کشور لکھنؤ۔

(ج) ابن ہمام: فتح القدیر شرح ہدایہ: ۲: ۳۴۲-۳۴۳ مصر

(د) مرغینانی: ہدایہ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۲

(ہ) عبدالرحمٰن الجزیری: الفقہ علی مذاہب الاربعہ اردو ترجمہ ج ۴ ص ۸-۱۴

(و) ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۶: ۱۸۶

۳- الف) بدائع الصنائع (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۶۲۳ دیال سنگھ لائبریری لاہور۔

(ب) سید امیر علی: عین الہدایہ: (اردو ترجمہ ہدایہ): ۲: ۲ لاہور

۴- (الف) ابن ہمام: فتح القدیر شرح ہدایہ: ۲: ۳۴۳ طبع مصر ۱۳۱۵ھ

(ب) ملا علی قاری: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج ۶ ص ۱۸۸

۵- امام سرخسی: المبسوط: ۴: ۱۹۲ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

۶- (الف) امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲: ص ۳۱ تا ۳۲ طبع قاہرہ

(ب) ابوزہرہ: الاحوال الشخصیہ ص ۱۸ تا ۲۰

۷- امام شاطبی: الموافقات فی اصول الشریعہ: ۲: ۲ طبع مصر

۸- ابن ہمام: فتح القدیر شرح ہدایہ: ۲: ۳۴۱

۹- مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام: ص ۱۵۲-۱۵۳

۱۰- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب النکاح) ص ۲۶۷

۱۱- ابن حجر: فتح الباری: کتاب النکاح باب طلب الولد ج ۹: ص ۳۴۱

۱۲-(الف) صحیح بخاری: ۲: ۷۷۹ طبع کلاں کراچی۔

(ب) صحیح مسلم مع شرح نووی: ۲: ۱۲۲ طبع کلاں کراچی۔

(ج) ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۵: ۲۰۷ طبع بیروت۔

۱۳- سورۃ الفرقان: ۷۴

۱۴-(الف) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب العلم) ص: ۳۲ کراچی

۱۵-(الف) صحیح مسلم: ۱: ۴۴۹ (کتاب النکاح پہلا باب)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب النکاح): ص: ۲۶۷ طبع کلاں کراچی۔

(ج) جامع ترمذی (ابواب النکاح) ص: ۱۷۴ طبع کراچی۔

(د) سنن ابن ماجہ (کتاب النکاح پہلا باب) ج ۱ ص ۳۳۰

(ھ) مصنف عبدالرزاق: ۶: ۱۶۹ بیروت

۱۶- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب النکاح) ص: ۲۶۷

۱۷-(الف) الذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۹۱ (ترجمہ فاطمہ بنت رسولؐ)

(ب) ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ۸: ۱۶۰ (ترجمہ فاطمہ بنت رسولؐ)

۱۸- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ الاحزاب کا رکوع نمبر ۴ اور رکوع نمبر ۶

۱۹- سورۃ الاحزاب: ۴۰

۲۰- سورۃ الاحزاب: ۵۹

سورۃ آل عمران: ۶۱

۲۱- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب النکاح- [illegible] اشاث)

باب دوم

تعددِ ازدواج نبوی ﷺ

چاند پر تھوکنے کی کوشش

بعض پست و مریض ذہن کے مالک مخالفین و حاسدین اسلام تعصب زدہ اور عقل و خرد سے عاری دشمنانِ نبی ﷺ کو جب اللہ کے محبوب سیدنا عبداللہ کے لعل اور سیدہ آمنہ کے چاند کی اسم با مسمی (محمد: الذی کثرت خصاله المحمودة) ذات ستودہ صفات میں آپ ﷺ کے اخلاق میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں لامحدود تلاش کے باوجود جب کہیں کوئی نقص کوئی کمی اور کوئی جھول نظر نہ آیا تو اپنے بغض و عداوت اور حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور آپؐ کے بے داغ و بے عیب کردار کو داغدار اور عیبدار دکھانے کے لئے سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیت "کثرت ازدواج" کو بے جا تنقید کا نشانہ بنا کر چاند پر تھوکنے کی کوشش کی اور بڑی ڈھٹائی سے پیغمبر اطہر ﷺ کی معصوم، پاکیزہ اور عصمت مآب ذات پر "شہوت پرستی" اور "خواہش نفسانی کے غلبہ" کا وہ بے سروپا الزام لگایا جس کی جسارت و جرات مکہ مکرمہ کے وہ انتہائی مخالفین بھی نہ کر سکے تھے جنہوں نے آپؐ کی مخالفت میں اپنا سب کچھ تج دیا تھا۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۰ کے تحت متعدد مفسرین اور سیرت کی کتابوں میں سیرت نگاروں نے مخالفین کی اس یاوہ گوئی، ہرزہ سرائی، حقیقت و انصاف سے دور، بے بنیاد اور محض تعصب اور ڈھٹائی پر مبنی الزام کا مسکت جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں

اس مادہ پرستی علم دین سے دوری' سیرت نبویؐ سے ناواقفیت کے زمانے میں کسی مغرب زدہ سطحی ذہن کے مالک اور عقل پرست مسلمان کے دل میں بھی شیطانی وسوسے سے نبی اکرم ﷺ کی کثرت ازدواج کو دیکھ کر خدانخواستہ آپؐ کے بارے میں کسی ادنیٰ بدگمانی اور شائبہ کا شکار ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا خطرہ تھا۔ اس لئے کمزور ایمان والوں کے سرمایہ ایمان کو بچانے کے لئے (۱) دین نبیؐ کے وارث علماء حق اور سیرت نگاروں نے حضور ﷺ کی کثرت ازدواج میں پنہاں حکمتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ جزاھم اللہ خیراً

موضوع کی مناسبت سے آگے بڑھنے سے قبل ہم بھی عنوان ہذا کے تحت ایک تو مخالفین کے اس بے بنیاد الزام کی قلعی کھولیں گے۔ دوسرے یہ واضح کریں گے کہ نبی معصوم ﷺ کی پاک زندگی میں کثرت ازدواج کا یہ عمل جو انصاف کے خوبیوں قلب وبینا کے اندھوں' عقل وخرد سے کوروں' گھٹیا اور محدود سوچ کے مالکوں اور آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھنے والوں کو "شہوت پرستی" نظر آتا ہے وہ کس طرح آپؐ کی پاکیزگی اخلاق' دوراندیشی' پیغمبرانہ طہارت' تعلیم وتربیت' بلند ہمتی' ہمدردی و خیرخواہی اور عظیم سیاسی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تسلیما کثیرا کثیراً)

کار پاکاں را قیاس بر خود مگیر

عیسائی مشنریوں' ہندو پرچارکوں' مستشرقین اور دوسرے پست گندی اور پراگندہ ذہنیت کے حامل معترضین کو نبی آخر الزماں ﷺ کی "کثرت ازدواج" کے سلسلے میں جو غلط فہمی ہوئی ہے اور ایک عام سی بات کا جو انہوں نے بتنگڑ بنانے کی مذموم سعی اور لاحاصل کوشش کی ہے یا قبل ازیں مشرکین مکہ کو آپؐ کی ذات گرامی کے سمجھنے میں غلطی لگی اور یوں وہ خسر الدنیا والآخرۃ (دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہونے) کی "بشارت" کے حقدار ٹھہرے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر

اکرم ﷺ کی معصوم ذات نبوت کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باعث آپ کی امتیازی خصوصیات آپ کی پیغمبرانہ صفات اور آپ کی منصبی ذمہ داریوں سے صرف نظر کرتے ہوئے عام کہاوت "المرء یقیس علیٰ نفسہ" (ہر آدمی دوسروں کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہے) کے مطابق آپ کی پاکیزہ و منزہ و قدسی ذات کو اپنی خبیث روحوں اور شہوات و خواہشات نفسانی کی خوگر، سفلی جذبات کی حامل بہیمانہ صفات سے مغلوب ملکوتی صفات سے عاری بد خو اور بد طینت ذاتوں پر قیاس کیا۔ حالانکہ یہ قیاس "قیاس مع الفارق" ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات والا شان پر سب سے بڑا ظلم جو دراصل حقیقت کے ساتھ بھی بڑی ناانصافی کے مترادف ہے یہ ہوگا کہ کوئی آدمی آپ کی عالی مرتبت ذات کو کسی بھی حوالے سے دنیا کے کسی بھی انسان حتیٰ کہ بڑے سے بڑے کسی مصلح بابائے قوم یا لیڈر پر قیاس کرے۔ معروف مفکر اسلام شیخ علی طنطاوی نے اس حوالے سے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں "دراصل ان لوگوں نے آپ کو بھی اپنے مشاہیر اہل سیف و قلم پر قیاس کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ان کا ایک بڑا نپولین ہے جس نے ایک پوری قوم کو ان کی حکومت کے سرد آور دہ لوگوں کے ذریعہ سے اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ دلال بن کر اس پولش لڑکی (میری لوئیس) سے ملا دیں جس سے وہ محبت کرتا تھا پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ لڑکی کے باپ کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ اپنی بیٹی کو اس گناہ کے لیے تیار کرے جو نپولین کو مطلوب تھا۔

دراصل نپولین نے پولینڈ کی آزادی کو اپنی نارو اجنسی خواہش کی تکمیل کے ساتھ مشروط کر دیا تھا اور یہ بدکاری صرف نپولین پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ الیگزینڈر ڈوما بازرف گوئٹے نودلیر وغیرہ دسیوں اور بڑے لوگ ہیں جن سب کا کردار انتہائی گھناؤنا ہے۔ آپ ان میں سے کسی کی سوانح حیات اٹھا کر دیکھ لیں۔ جب آپ ان کی جنسی زندگی کے واقعات پر پہنچیں گے تو اس قدر غلاظت نظر آئے گی کہ اس کی بو سے

آپ کا جی متلانے لگے گا۔

اب یہ لوگ اس ذہن و مزاج کو لے کر آنحضرت کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس قسم کی دریدہ دہنی سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ بھی العیاذ باللہ شہوت پرست تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی سیرت پاک سے اپنی قطعی لاعلمی کا ثبوت مہیا کرتے ہیں بلکہ یہ احساس بھی دلاتے ہیں کہ لکھنے والا علم النفس سے نابلد ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق و تلاش اور علمی جستجو کے سلسلے میں بھی دیانت و غیر جانب داری سے عاری ہے۔" (۲)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر بھی انسان ہوتا ہے۔ اگر وہ انسانوں کی جنس سے مبعوث نہ ہوتا تو لوگ اس سے رہنمائی کس طرح حاصل کرتے؟ بمطابق قرآنی (۳) عام انسانوں کے ساتھ انسانیت اور بشریت میں مماثلت کے سوا وہ کسی چیز میں عام لوگوں کے مماثل نہیں ہوتا۔ عام انسان اور پیغمبر میں جسمانی ظاہری، باطنی، روحانی اور اخلاقی ہر اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے کبھی کسی معمولی آدمی کو نبوت و رسالت کے عظیم منصب پر فائز نہیں فرمایا۔ اسی لئے کہا گیا ہے:

بشر لا کالبشر - لکن کالیاقوت بین الحجر

(پیغمبر اکرم ﷺ انسان ہیں مگر عام انسانوں کی مانند نہیں بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت کی مانند ہیں)

علامہ بوصیریؒ نے اپنے مشہور زمانہ نعتیہ قصیدہ (قصیدہ بردہ) میں جسے بارگاہ نبوی ﷺ میں بھی قبولیت کا اعزاز حاصل ہے، فرمایا تھا۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر و انہ خیر خلق اللہ کلھم

(آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں علم کی انتہا یہی ہے کہ آپ بشر ہیں مگر انسانوں سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات الٰہی سے افضل ہیں)

اللہ کریم کے فرستادہ کسی بھی پیغمبر اکرم علیہ السلام کے ساتھ عام انسانوں کا موازنہ تو بہت دور کی بات ہے بڑے بڑے مقربین خدا غوثوں قطبوں ولیوں کی ذاتیں اور ان کی زندگی بھر کی شبانہ روز عبادات و اذکار بھی پیغمبر ﷺ کے ایک سانس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ (۴)

ایک موقع پر صحابہ کرامؓ نے اتباع سنت کے والہانہ جوش میں حضور ﷺ کی دیکھا دیکھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیئے تو آپ ﷺ نے اپنی غیر معمولی ہمت، پیغمبرانہ عظمت شان اور عدیم المثالی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"میں تمہاری مانند نہیں ہوں (تمام معاملات میں مجھے اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ بعض چیزیں میری خصوصیات ہیں) تم میں میری مثل کون ہو سکتا ہے؟ میرا حال تو یہ ہے کہ میں رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" (۵)

خصوصیات نبوی ﷺ

نبی محتشم ﷺ کے اس بلند مرتبہ و مقام کے پیش نظر اور منصب نبوت کی عظیم اور مشکل ترین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اللہ کریم نے فرض تحریم اور تحلیل کے باب میں آپ ﷺ کو کچھ ایسی امتیازی خصوصیات عنایت فرمائی ہیں جو دیگر انسانوں یا آپؐ کی امت کو نہیں دی گئیں۔ حدیث وسیرت کی اصطلاح میں ان خصوصیات کو "خصائص" کہا جاتا ہے۔ یہ خصائص محمدیؐ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو صرف آپؐ کے لئے تھے اور آپ کی امت میں سے کسی اور کے لئے نہ تھے۔ دوسرے وہ جو صرف آپ کو عطا ہوئے اور دوسرے انبیاء کرامؑ کو بھی مرحمت نہیں ہوئے تھے (۶) ان خصوصیات کو "خصائص ذاتی" اور "خصائص نبوی" بھی کہا جاتا ہے

حدیث، سیرت اور دلائل النبوۃ کی اکثر کتابوں میں "خصائص نبویؐ" کی بحث موجود ہے۔ بعض محدثین نے اس موضوع پر مفصل کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں مثلاً

حافظ سیوطی کی کتاب "الخصائص الکبریٰ" جس میں سینکڑوں چیزوں کو حضور ﷺ کی خصوصیت بتایا گیا ہے۔ ان خصوصیات میں ایک مشہور خصوصیت جس کی طرف اشارہ خود قرآن مجید نے کیا ہے (۷) نکاح سے متعلق ہے۔ اس خصوصیت کے تحت مسئلہ نکاح میں چند امور آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ جن کی رخصت عام امت کے لئے نہیں (۸) نکاح سے متعلق ان مخصوص امور کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ عام مسلمان بشرط عدل صرف چار بیویاں ایک وقت میں رکھ سکتے ہیں' آنحضرت ﷺ چار سے زیادہ رکھ سکتے تھے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کے لئے اس کی رخصت تھی کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے مہر کے بغیر آپ کی زوجیت میں آنا چاہتی اور آپ اس کو قبول کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے گو ایسا واقع نہیں ہوا لیکن افراد امت کے لئے بغیر مہر نکاح جائز نہیں۔

یہ دو رخصتیں تھیں لیکن ان کے مقابلہ میں اس باب میں آپ پر کچھ قیدیں بھی تھیں' جو عام افراد امت پر نہیں۔

۳۔ آپ پر وہی عورتیں حلال تھیں جن کو ادائے مہر یا مہر کے بغیر آپ ﷺ اپنی زوجیت میں اب تک لے چکے تھے اور رشتہ کی بہنوں میں سے صرف وہی عورتیں آپ کی زوجیت میں رہ سکتی تھیں' جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی' عام مسلمانوں پر قید نہ تھی۔

۴۔ عام مسلمان اہل کتاب کی عورتوں سے جنہوں نے گو اسلام قبول نہ کیا ہو نکاح کر سکتے تھے اور کر سکتے ہیں مگر آپ ﷺ کو اس کی اجازت نہ تھی۔

۵۔ جو بیویاں آپ کے پاس تھیں ان میں سے اب کسی کو نہ آپ طلاق دے سکتے تھے اور نہ ان کے بعد آپ ﷺ کسی اور سے نکاح کر سکتے تھے۔

۶- آپ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ ان بیویوں میں سے چند کو اپنے قریب کر لیں اور باقی کو پیچھے کر دیں- چنانچہ آپ نے چار یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ اور ام سلمہؓ کو قریب کر لیا تھا اور بقیہ کو شرف زوجیت بخشنے کے ساتھ نسبتاً دور رکھا تھا اور ان میں آپؐ ردوبدل بھی کر سکتے تھے-

۷- آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات سے کسی آدمی کو نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی چنانچہ سورۃ الاحزاب میں واضح حکم ہوا:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ (سورۃ الاحزاب: ۵۳)

اور نہ نکاح کرو آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی وفات کے بعد کبھی بھی-

یہ تمام امور سورۃ الاحزاب میں بصراحت مذکور ہیں اور ان کے خاص وجوہ و مصالح ہیں- ہم آئندہ سطور میں ان میں سے صرف کثرت ازدواج کے مخصوص امر میں پنہاں حکمتوں اور مصالح سے پردہ اٹھانے اور آپ ﷺ کی پیغمبرانہ عفت و عصمت واضح کرنے کی کوشش کریں گے- (ما استطعت وما توفیقی الا باللہ)

پاکیزہ جوانی

یہ بات چنداں محتاج دلائل نہیں کہ انسانی زندگی میں جوانی کا عرصہ طبعی طور پر جنسی جذبات کے ہیجان صنف مقابل کی طرف شدید میلان اور نفسانی خواہشات کے انتہائی غلبہ کا وقت ہوتا ہے- اس عمر میں ان جذبات و خواہشات کی تسکین کا جائز سامان نہ ہو تو عام حالات میں انسان کا جنسی بے راہروی سے بچنا اور ان جذبات پر قابو پانا بہت مشکل ہو جاتا ہے علاوہ ازیں جوانی میں جسمانی قویٰ بھی چونکہ اپنے پورے جوبن پر ہوتے ہیں اس لئے ایک نوجوان آدمی میں اپنی مردانہ طاقت کے بھرپور اظہار کا داعیہ بھی انگڑائیاں لے رہا ہوتا ہے- جوانی کی اس فطری کیفیت کے حوالے سے جب ہم دور جاہلیت کے حیا سوز' اخلاق باختہ' تہذیب و تمدن سے دور' انسانی شرافت سے عاری' جنگجو' لٹیرے' شراب خور' جواری اور کھلم کھلا عشق باز عرب ماحول میں نبی

اکرم ﷺ کے ایام جوانی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دور دور تک آپؐ کی زندگی میں شہوت پرستی کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

یہ صورت حال دیکھ کر آدمی ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ایسے پراگندہ ماحول میں جنم لینے والا آنکھ کھولنے والا اور پروان چڑھنے والا بچہ کس طرح شرافت کا پتلا ثابت ہوتا اور کس طرح اپنی پاکیزہ سوچ پاکیزہ افکار' پاکیزہ خیالات اور پاکیزگی' اخلاق کا دنیا پر سکہ بٹھا دیتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر ازل سے پیغمبر ہوتا ہے اور شروع سے ہی اللہ کی براہ راست تربیت' حفاظت اور نگرانی میں ہوتا ہے تاہم آنجنابؐ نے فطرت اور طبیعت بھی سلیمہ پائی تھی جس میں قدرتی طور پر کوئی روگ' کوئی بیماری' کوئی کھوٹ اور کوئی ٹیڑھ پن نہ تھا۔ بچپن میں بچوں کا وقت کھیل کود میں ہی گزرتا ہے مگر آپ کو اس وقت بھی لہو ولعب اور لغو و فضول کاموں سے نفرت تھی۔ سیدہ حلیمہؓ کا بیان ہے کہ جب آپؐ چلنے پھرنے لگ گئے تو بسا اوقات گھر سے باہر تشریف لے جاتے۔ آپؐ کے ہم عمر بچے کھیلنے کودنے میں مصروف ہوتے مگر آپ ان میں شامل نہ ہوتے بلکہ علیحدہ کھڑے ہی دیکھتے رہتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے امی! میرے بھائی کہاں چلے جاتے ہیں دن میں نظر نہیں آتے؟ میں نے کہا۔ میری جان! وہ بکریاں چرانے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا امی! مجھے بھی ان کے ساتھ بھیج دیا کرو۔ (۱۰)

بنو سعد میں آپ کی مبارک زندگی کے ابتدائی چار سال اسی طرح رضاعت میں گزرے پھر چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کے انتقال اور پھر آٹھ سال کی عمر میں مہربان دادا کے انتقال جیسے پے در پے صدموں نے انتہائی متانت اور سنجیدگی پیدا کر دی تھی۔ دادا کی وفات کے بعد آپ کوئی پچیس سال کی عمر تک اپنے چچا کے زیر کفالت رہے۔ انسانی زندگی کا یہ عرصہ کچھ نہ کچھ کر دکھانے' کوئی کارگزاری کرنے' ہم عمروں کے ساتھ گھومنے پھرنے' ہنسی مذاق اور اپنی صلاحیتوں کی نشوونما اور ان کے

اظہار کا عرصہ ہوتا ہے۔ آنجنابؐ نے اس عرصے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا اظہار تو ضرور فرمایا مگر اس طرز پر نہیں جس طرز پر مکہ کے عام لڑکے اور نوجوان اظہار کر رہے تھے۔ آپؐ کے سرپرست چچا جو ہمہ وقت آپؐ کے ساتھ رہے کی عینی شہادت ہے:

لم ارمنه كذبة ولا ضحكاً ولا جاهلية ولا وقف مع صبيان يلعبون (۱۱)

میں نے کبھی بھی آپ کو جھوٹ بولتے، ہنسی مذاق کرتے اور جاہلیت (مت پرستی شراب خوری جوا اور عشق بازی وغیرہ) کے کام کرتے نہ دیکھا اور نہ آپ کو کھیلتے ہوئے لڑکوں کے ساتھ دیکھا۔

آنجنابؐ کے لڑکپن اور جوانی کے مشاغل اور مصروفیات میں بکریاں چرانے، جنگلات اور پہاڑوں میں مظاہرہ فطرت کا مطالعہ کرنے اور پھر تجارتی سفروں کے علاوہ کوئی لمبی چوڑی تفصیلات نہیں ملتیں تاہم ابن ہشام ابن سعد اور ابن کثیر وغیرہ سیرت نگاروں نے جوانی میں آپ کی عادات پاکیزہ، طور اطوار اور اخلاق کریمانہ کا جو خلاصہ لکھا ہے وہ ذا حقیقت نما ایمان افروز اور سبق آموز ہے۔ اس سے آنجنابؐ کی پاک جوانی کے خدوخال اور مشاغل کا کافی حد تک پتہ چل جاتا ہے۔ ابن ہشام کے الفاظ میں:

فشب رسول الله صلى الله عليه وسلم والله تعالى يكوه ويحفظه ويحوطه من اقذار لجاهلية لمايريد به من كرامته و رسالته حتى بلغ ان كان رجلاً افضل قومه مروءة وا احسنهم خلقاً واكرمهم حسباً واحسنهم جواراً واعظمهم حلماً واصدقهم حديثاً و اعظمهم امانتا وابعد هم من الفحش والا خلاق التى تدنس الرجال تنزهاوتكرماحتى ما اسمه فى قومه الا "الامين" لما جمع الله فيه من الامور الصالحة - (۱۲)

نبی کریم ﷺ جوان ہوئے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے

اخلاق و کردار کی نگرانی اور حفاظت فرمائی اور آپ کو جاہلیت کی گندگیوں سے ہمیشہ بچائے رکھا۔ کیونکہ اس نے آگے چل کر آپ کو برگزیدہ بنانا اور رسالت کے عظیم منصب پر فائز کرنا تھا۔ اس خصوصی نگرانی میں آپ کی تربیت ہوتی رہی اور آپ نشوونما پاتے رہے یہاں تک کہ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ مروت کرنے والے سب سے زیادہ با اخلاق، حسب میں سب سے زیادہ باعزت، سب سے بہترین پڑوسی۔ سب سے زیادہ بردبار، بات میں سب سے سچے، امانت و دیانت میں سب سے بڑھ کر گالی گلوچ اور ان تمام اخلاق سے دور رہنے والے انسان ہو گئے۔ جو آدمی کی پاکیزگی اور شرافت کو گدلا کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنی قوم میں ان پاکیزہ صفات کی وجہ سے جو اللہ نے آپ کی ذات میں جمع فرما دی تھیں "الامین" (امانت و دیانت کا پتلا) کے عظیم لقب اور نام سے یاد کیے جانے لگے) ابن سعد نے ان صفات عالیہ میں ایک مزید موتی کا اضافہ کیا ہے:

وما رئی ملاحیا ولا مماریا احداً (۱۳)

آنجناب ﷺ کو کبھی کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا گیا۔

حق رسانی میں پیش پیش اور حق طلبی میں سب سے پیچھے رہنا آپ ہی کی فیاض طبیعت کا خاصہ ہے۔

اب ظاہر ہے کسی آدمی کا کسی خاص لقب اور نمایاں وصف سے مشہور ہونا یوں ہی تو نہیں ہوتا۔ یہ چیز طویل تجربے اور بار بار کے مشاہدے اور آزمائش کے بعد ہوا کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے اوصاف "صادق و امین" کا مکہ کے جاہلی غاصبانہ اور ظالمانہ معاشرہ میں زبان زد خاص و عام ہو جانا اس وقت کوئی اندھی عقیدت کی بنیاد پر نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت تھی جس کا مشاہدہ وہ لوگ ایک بار نہیں بیسیوں بار کر چکے تھے۔

آپ صحت و توانائی' حسب و نسب' حسن و جمال اور عادات و اطوار ہر لحاظ سے قریش کے نوجوانوں میں ممتاز تھے اور پورے مکہ میں کسی اعتبار سے بھی آپ کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ اس لئے پوری قوم میں آپ ﷺ ہر دلعزیز تھے۔ اسی بنا پر قوم نے آپ کو صادق اور امین کا لقب دیا۔ یہ دونوں الفاظ کوئی مذاق اور معمولی الفاظ نہیں بلکہ ان میں آپ کی شخصیت کا مکمل تعارف ہے۔ اہل دانش سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی کے دو مشہور پہلو ہیں قولی اور عملی یا گفتار و کردار۔ "صادق" کا لفظ گفتار اور قول و قرار کی پاکیزگی کو بتلاتا ہے جبکہ "امین" کا لفظ عمل اور کردار کی عظمت و تقدس اور بلندی و برتری کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ مکہ کے پست سیرت' خدا ناشناس' خراب' پراگندہ' عصبیت زدہ اور شراب زدہ ماحول میں آپ کی پاکیزہ زندگی معجزہ سے کم نہ تھی۔ آنجناب ﷺ نے زندگی کی چالیس منزلیں طے کرنے کے بعد جب اعلان نبوت فرمایا تو اپنے نبی اور رسول ہونے کے دعویٰ کے ثبوت میں اسی چالیس سالہ پاکیزہ زندگی کو پیش فرمایا۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قیام میں آپ کی عالی مقام ذات سے بے شمار معجزات کا ظہور ہوا مثلاً انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کیا' ایک مرتبہ سورج کو واپس پلٹایا۔ کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کئے' لعاب دہن سے کئی بیماریوں کا علاج کیا وغیرہ وغیرہ۔ (۱۴) مگر اعلان نبوت کے وقت اپنے دعویٰ کے اثبات میں اس قسم کا کوئی خرق عادت واقعہ پیش نہیں کیا بلکہ اس وقت اہل مکہ کے سامنے گزرے ہوئے اپنے عجیب بچپن' انوکھے لڑکپن اور پاکیزہ بے داغ جوانی کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ میں فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورۃ یونس: ۱۶)

(بے شک میں تمہارے درمیان قبل ازیں عمر کا ایک طویل حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔)

یعنی میرے تدین راستبازی صداقت شعاری اور اخلاق کی پاکیزگی پر تم لوگ

گواہ ہو بھی کسی خفیف سے خفیف معاملہ میں بھی کذب وافتراء یا دجل وفریب سے مجھے کام لیتے تم نے دیکھا یا سنا ہے؟ خود ٹھنڈے دل سے فیصلہ کرو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ کے دعوٰی کی تکذیب تو ضرور کی۔ آپ کے مشن اور آپ کی تحریک کے رستے میں روڑے ضرور اٹکائے۔ آپ کے ساتھ استہزاء کیا، آپ کو بے شمار اذیتیں پہنچائیں۔ آپ کے خلاف کئی جنگیں لڑیں مگر (جیسا کہ باب کے آغاز میں گزرا) کسی بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کو آپ کی ذات ستودہ صفات میں تلاش بسیار کے باوجود بھی کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہ مل سکی۔ اللہ کریم نے آخر یوں ہی تو آپ کی عمر کی قسم نہیں اٹھائی۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورۃ الحجر: ۷۲)

(اے پیغمبر) تیری (پاکیزہ) عمر کی قسم بے شک یہ (مشرکین) اپنی مدہوشی میں بھٹک رہے ہیں۔

محمد (ﷺ) مہد سے لے کر لحد تک "محمد" (ﷺ) ہی رہے۔ اگر آپ کی ذات میں بھی العیاذ باللہ کوئی نقص کوئی عیب اور کوئی قابل اعتراض چیز ہوتی تو پھر آپ ﷺ محمد کاہے کو ہوتے (۱۵) شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے آپ ﷺ کے علو مرتبت اور پاکیزگی اخلاق کا نقشہ خوب کھینچا ہے فرماتے ہیں:

بلغ العلی بکماله   کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله   صلوا علیه و آله

نبی اطہر ﷺ کی پاکیزہ و بے داغ اور باعفت جوانی پر اہل مکہ (جن کی آنکھوں کے سامنے آپ ﷺ پلے بڑھے اور جوان ہوئے تھے اور جن کے سامنے آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی) کی ایک عملی اور اجماعی شہادت بھی موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو اہل علم کو معلوم ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ کی دعوت کو روکنے اور آپ کے مشن کو

ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کے الزام لگائے۔ شاعر کہا' ساحر کہا' مجنوں اور سحر زدہ قرار دیا' خواہش اقتدار کا طعنہ دیا وغیرہ وغیرہ مگر آپؐ کے سخت سے سخت دشمن کو بھی آپؐ پر شہوت رانی یا نفسانی ہوس کا جھوٹا الزام لگانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ظاہر اور فطری امر ہے کہ اگر انہوں نے آپؐ کی ذات میں اس چیز کا کوئی سا شائبہ بھی محسوس کیا ہوتا تو آپؐ کے خلاف پروپیگنڈا کا ان کے ہاتھ اس سے بہتر حربہ اور کوئی نہ آسکتا تھا۔

آپؐ کی اس عظمت و فضیلت کردار پر ایک شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے:

شهد الانام بفضله حتى العدى   والفضل ما شهدت به الاعداء

(سارے لوگوں حتی کہ دشمنوں نے بھی اس کی فضیلت و برتری کی گواہی دی اور حقیقت میں فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن دیں)

حضور اکرم ﷺ کا پہلا نکاح:

اہل سیر و تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا پہلا نکاح مکہ مکرمہ کی انتہائی پاکباز اور طاہرہ خاتون کے لقب سے مشہور سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد (جن کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں آپؐ کے خاندان بنو ہاشم سے مل جاتا ہے) سے ہوا۔ اس نکاح کی خواہش' آرزو یا پیغام حضور ﷺ کی طرف سے نہیں بلکہ پہلے خود سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی طرف سے دیا گیا جسے آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ و اجازت سے قبول فرمالیا۔ نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس سال جبکہ اس عفت مآب خاتون کی عمر چالیس سال تھی۔ سیدہ اگرچہ بڑھاپے میں قدم رکھ چکیں نیز دو عدد شوہروں (ابو ہالہ ہند بن نباش بن زرارہ اور عتیق بن عائذ مخزومی) کی بیوگی کا صدمہ سہہ چکی تھیں۔ اس لئے روساء و شرفاء مکہ کی طرف سے پیغامات نکاح کے باوجود تیسری مرتبہ عقد نکاح پر طبیعت مائل نہیں ہوتی تھی مگر حضور ﷺ کو اپنا تجارتی سامان دے کر آپ ﷺ کی مادی و روحانی برکات' امانت و دیانت' بلند ہمتی' حرص ولالچ سے مبرا' دنیا طلبی سے دور اور پاکیزہ سیرت و اخلاق کا بالواسطہ اور بلاواسطہ مشاہدہ

تجربہ کر لیا تو اس ذہین و فطین واہ اور دور اندیش خاتون کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اب اس امین و دیانتدار شریک کار کو مستقل "شریک حیات" اور "رفیق حیات" بنایا جائے۔ ادھر اللہ کریم نے ازل سے ان کے لئے اپنے محبوبؐ کی زوجیت کی عظیم سعادت مقدر فرما رکھی تھی، چنانچہ جب انہوں نے اس کی تحریک کی تو اللہ کریم نے ان کی یہ آرزو پوری فرما دی اور یوں جن دو پاکیزہ روحوں اور ذاتوں میں اب تک صرف کاروبار کی حد تک شراکت تھی اب وہ قدرت کے ازلی فیصلہ "الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات" (پاکیزہ عورتیں ہی پاکباز مردوں کے لئے اور پاک باز مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہوتے ہیں) کے مطابق انتہائی سادگی اور اپنے بزرگوں کی موجودگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا و آخرت میں شراکت اور رفاقت کے مستقل بندھن میں بندھ گئے۔ (۱۶) (صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اہل بیتہ اجمعین)

یہ شادی خانہ آبادی کتنی بابرکت ثابت ہوئی۔ میاں بیوی کے درمیان عمروں کے اتنے تفاوت کے باوجود کتنے مثالی تعلقات تھے اس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آئیں گی۔ یہاں قابل توجہ امر یہ ہے کہ ایک انتہائی حسین و جمیل حسب و نسب میں بلند ترین اور سیرت و کردار میں لاثانی اور پورے مکہ کی آنکھوں کا تارا نوجوان اگر عرب کے کسی بھی خاندان میں پیغام نکاح بھجواتا تو کیا لوگ اپنی دوشیزائیں اس کے عقد نکاح میں دینا اپنی سعادت تصور نہ کرتے؟ مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس ہاشمی نوجوان نے پچیس سال کی عمر تک نہ تو کسی غیر محرم کو بری نظر سے دیکھا اور نہ کبھی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ جب ایک ادھیڑ عمر کی بیوہ سے خود اس کی خواہش پر شادی ہو گئی تو اس کی زندگی تک دوسری شادی کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ عرب معاشرے میں کئی کئی شادیاں کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ یہ شرفاء کا عام معمول تھا۔ ایسے معاشرے میں آپؐ نے مکمل پچیس سال تک تنہا سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ مثالی زندگی گزاری۔ اس طویل عرصہ میں مالی آسودگی اور تمام ممکنہ سہولتوں کے باوجود کوئی ایسی

مثال اور واقعہ نہیں ملتا جس کی بنیاد پر آپ کی ذات طیبہ پر العیاذ باللہ کسی قسم کی شہوت پرستی کا الزام لگایا جا سکتا ہو۔

نبوت کے دسویں سال جب سیدہؓ نے انتقال فرمایا تو ان کی عمر ۶۵ سال اور آپؐ کی عمر ۵۰ سال تھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ آپؐ کے مہربان اور جان نثار چچا خواجہ ابو طالب کا انتقال بھی اسی برس ہوا تھا۔ یہ دونوں جانکاہ حادثے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لئے اتنے غمناک تھے کہ اس کا نام ہی "عام الحزن" (غم کا سال) پڑ گیا۔ یہ دونوں شخصیات اسلام اور آپؐ کے لئے مددگار، غمگسار اور ڈھال بنی ہوئی تھیں۔ (۱۷) ان دونوں کے ایک ساتھ اٹھ جانے کے بعد غم کے بادل چھا گئے اور قریش کی مخالفت شدید سے شدید تر ہو گئی۔ ادھر گھر کے اندر چار بیٹیاں جن کی دیکھ ریکھ کرنے والا کوئی نہیں باہر مخالفوں کا طوفان، دعوت و تبلیغ کی گراں بار ذمہ داریاں الگ۔ ان حالات میں قدرتی طور پر ضروری تھا کہ فوراً نکاح ثانی کے لئے قدم اٹھایا جائے۔

حضور ﷺ کا دوسرا نکاح

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کے گھریلو حالات سے قریبی لوگ خوب واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کاشانہ نبویؐ میں ایک ایسی خاتون کی ضرورت ہے جو صاجزادیوں کی دیکھ بھال اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی طرح حضور ﷺ کی خدمت کا فریضہ سر انجام دے سکے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی طرف سے کسی قسم کے اشارے کے بغیر حضرت عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ محترمہ (حضرت خولہ) سیدہ خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دن بعد بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور نکاح ثانی کی ضرورت پر آپ ﷺ سے بات چیت کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے خود قدیم الاسلام اور السابقون الاولون میں شامل آپ کی ہم عمر ایک خاتون سیدہ سودہ بنت زمعہ کا نام آپؐ کے سامنے پیش کیا، جن کے پہلے شوہر (سکران بن عمر) کا انتقال ہو گیا تھا اور ان کے خاندان کے باقی لوگ ابھی شرک پر قائم تھے۔ اس لئے وہ لاوارث اور بے سہارا تھیں۔

نبی رحمت ﷺ جو بے آسروں کے لئے آسرا اور بے سہاروں کے لئے سہارا بن کر آئے تھے اور جنہیں ایک ایک آدمی کے ایمان کی فکر تھی کیسے ممکن تھا ایک بیوہ اور بے سہارا مسلمان خاتون' جس نے ایمان بچانے کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی' کی تسلی و دلداری اور اس کے ایمان کی حفاظت کے لئے اسے اپنے عقد نکاح میں نہ لیتے۔ آپ نے حضرت خولہ کو اختیار دے دیا انہوں نے حضرت سودہ کو حضور ﷺ کے لئے پیغام نکاح دیا تو ان کے لئے زوجیت نبوی سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی تھی۔ اس لئے قبول فرمایا۔ (۱۸)

پھر وہ پورے چار سال تک تنہا آپ کی زوجیت میں رہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح اگرچہ مکہ میں ہو چکا تھا مگر رخصتی ہجرت کے بعد ہی عمل میں آئی تھی۔

ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

درج بالا ان دونوں بوڑھی خواتین (سیدہ خدیجہؓ و سیدہ سودہؓ) سے شادی اور ان دونوں کے حالات پر نظر ڈال کر کوئی انصاف سے بتائے کہ اس میں (العیاذ باللہ) تعیش' زن پرستی اور شہوت رانی کا کونسا پہلو نکلتا ہے؟ اگر کسی کی آنکھوں پر تعصب و عناد کی پٹی نہیں بندھی ہوئی تو وہ یقیناً اس کا جواب نفی میں دے گا۔

آنحضرت ﷺ نے (جیسا کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے) پچیس سال کی عمر تک جو شباب کی امنگوں کے اصلی دن ہوتے ہیں' محض تجرد میں گزارے۔ پھر اقرباء کی مرضی اور دوسری جانب کی درخواست پر سیدہ خدیجہؓ سے (جن کی عمر ڈھل چکی تھی جن کے پانچ بچے تھے اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں) عقد کیا۔ نکاح کے بعد پچیس سال یعنی عمر کے پچاسویں برس تک پورے سکون و اطمینان سے اور کمال محبت و رحمت کے ازدواجی تعلقات کے ساتھ اسی ایک پاکباز بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ پھر یہ زمانہ بھی آج کل کی طرح کسی قسم کے "ہنی مون" منانے اور شادی کے بعد "سیر سپاٹے"

اور میاں بیوی کے تفریحی مقامات پر گھومنے پھرنے سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔ یہی زمانہ ہے کہ آپ ﷺ زیادہ تر وقت ساری دنیا سے الگ تھلگ غار حرا اور پہاڑوں میں جا کر خدائے واحد کی عبادت 'یاد اور کائنات میں غور و فکر کے اندر گزارتے ہیں اور یہ اللہ کی نیک اور پاکباز بیوی آپ کے لئے توشہ تیار کرتی اور عبادت الٰہی اور سکون قلبی کے حصول میں دامے درمے قدمے سخنے آپ کی اعانت و مدد کرتی ہے۔ (۱۹)

زندگی کے اس طویل عرصہ میں جو دوسرے لوگوں کے لئے عموماً نفسانی جذبات کی انتہائی ہنگامہ خیزیوں کے اٹھ اٹھ کر ختم ہو جانے کا زمانہ ہوتا ہے۔ کوئی معاند سے معاند اور کٹر سے کٹر متعصب دشمن بھی ایک حرف ایک نقطہ اور ایک شوشہ آپ کی پیغمبرانہ عصمت اور معجزانہ عفت و پاکدامنی کے خلاف نقل نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ اس کی آنکھوں پر تعصب و عداوت کی پٹی نہ بندھی ہو۔

واضح رہے یہ اس اکمل البشر اور فخر الرسل ﷺ کی عفت و عصمت اور پاکبازی کا تذکرہ ہے جس کی جسمانی و مردانہ طاقت تمیں جنتی مردوں اور اکثر روایات کے مطابق چالیس جنتی مردوں کے برابر تھی اور ایک جنتی مرد کی قوت دنیا کے سو مردوں کے برابر ہوتی ہے۔ (۲۰)

اس حساب سے گویا دنیا کے چار ہزار مردوں کے برابر قوت آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اس حساب سے فرض کیجئے اگر چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں تو آپ کی قوت کے اعتبار سے اس درجہ میں شمار کیا جاسکتا تھا جیسے ایک مرد ایک عورت سے نکاح کر لے لیکن اللہ اکبر! اس شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانہ کہ سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ سودہؓ کے ساتھ ترپن چون سال کی عمر ایک قسم کے تجرد یا زہد کی حالت میں گزار دی۔

بلوغ سے لے کر پچیس سال کی عمر تک جنسی خواہش اور صنفی میلان اپنے شباب پر ہوتا ہے اسی زمانے میں انسان کو جنسی تسکین کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ بلوغ عام طور پر بارہ سے لے کر بیس سال تک ہو جایا کرتا ہے۔ آنحضور ﷺ کی

زندگی کا یہ مرحلہ ابتداءً تجرد کی نذر ہوا' اور پھر پچیس سے لے کر پچاس سال تک حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزرا جن کے بارے میں پہلے گذر چکا ہے کہ وہ بیوہ' سن رسیدہ اور پانچ بچوں کی ماں تھیں' عمر میں آپؐ سے پندرہ سال بڑی تھیں - جب کہ شادیوں میں عام طور پر یہ بہتر سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کی عمر پانچ سات سال کم ہو' مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا' کیا کوئی شہوانیت کا دلدادہ نکاح کے لئے ایسی خاتون کو پسند کر سکتا ہے اور پورا عہد شباب اس کے ساتھ بسر کر سکتا ہے؟ پھر ان کے وصال کے بعد آپؐ نے انہی جیسی معمر اور بیوہ خاتون حضرت سودہؓ سے نکاح کیا اور پھر دو چار سال تک اکیلی آپؐ کی رفیقہ حیات رہیں - آپؐ کی شادی کے یہ دونوں ہی واقعے آپؐ کی شرافت' پاکیزگی' بے نفسی' جنسی خواہشات کے معاملہ میں غایت اعتدال' صبر و قناعت اور ضبط نفس کی روشن دلیل ہیں - مگر افسوس کہ مغربی مفکرین کو ان واقعات میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کا تعیش اور شہوانیت کا غلو نظر آتا ہے - آپؐ کی شادی کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ ٹھیک اس سے برعکس نتائج نکلتے ہیں جو مخالفین اس سے نکالنا چاہتے ہیں' کسی شہوت پرست انسان کے بارے میں یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ عرب کے گھناؤنے اور شہوانی ماحول میں اپنے دامن عصمت کو داغدار ہونے سے بچائے رکھے - پھر شباب کی امنگوں کے بر لانے کا زمانہ تجرد کی حالت میں گزار کر نکاح کے واسطے معمر اور بیوہ خاتون کا انتخاب کرے' پھر پچیس سال اس کے ساتھ اس طرح زندگی گزارے کہ کسی دوسری خاتون کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور نہ دوسری شادی کا خیال دل میں لائے - آپؐ چاہتے تو دور شباب میں جو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گذرا دوسری دوشیزاؤں سے نکاح کر سکتے تھے اور کسی کو اس پر معترض ہونے کا حق نہیں تھا کیوں کہ معاشرتی لحاظ سے یہ چیز عرب میں معیوب نہیں تھی بلکہ وہاں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا - متعدد صحابہؓ وہ ہیں جن کے اسلام قبول کرتے وقت ان کے نکاح میں دس دس اور بارہ بارہ تک بیویاں تھیں - آپؐ نے ان میں سے کسی چار کو رکھنے اور باقی کو علیحدہ کر

دینے کا حکم دیا۔ پاکیزہ صفات و کمالات نے لوگوں میں آپ کو ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ آپؐ کی ذات میں وہ کشش تھی کہ اشراف عرب فخر و مسرت کے ساتھ اپنی حسین بیٹیاں آپؐ سے بیاہ دیتے۔ عرب میں باندیوں کا بھی رواج تھا' شادی کے بغیر متعدد باندیاں بھی آپ اپنے تصرف میں رکھ سکتے تھے لیکن آپؐ نے اس معاملہ میں پورے صبر و ضبط اور غایت درجہ اعتدال و احتیاط سے کام لیا۔ افسوس کہ جو مسئلہ روز روشن کی طرح واضح اور آنحضور ﷺ کی پاکیزگی اور ضبط نفس کی بین دلیل تھا' اسے معاندین نے نقد و تعریض کا ہدف بنا لیا۔

شہوت پرستی کے الزام کا ایک اور پہلو سے بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ اگر آپ ﷺ پر (العیاذ باللہ) خواہش نفسانی کا غلبہ تھا تو اس کی تکمیل کا بہترین اور آسان موقع وہ تھا جب دعوائے نبوت کے پانچویں چھٹے سال آپؐ کے مخالفین آپؐ کی دعوت کو روکنے میں پورا زور لگا رہے تھے اور آپؐ کے سامنے پیش کش کر رہے تھے کہ اگر تمہاری اس دعوت کا کوئی دنیاوی مقصد ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر مال چاہتے ہو تو تمہارے قدموں میں مال و دولت کے ڈھیر لگا دیتے ہیں اور اگر کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو ہم عرب کی حسین ترین عورت سے تمہارا نکاح کئے دیتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی اس سودے بازی کی پیشکش کو بڑی جرات سے ٹھکرا دیا تھا۔ اس وقت آپؐ کے نکاح میں ۵۵ سال کی ایک بوڑھی خاتون (سیدہ خدیجہؓ) تھیں۔

سابق انبیاء کرام علیہم السلام اور کثرت ازدواج

نبی پاک ﷺ کی ذات اطہر پر کثرت ازدواج کی آڑ میں کیچڑ اچھالنے والے عیسائی پادریوں اور مشنریوں کو الزامی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن انبیاء بنی اسرائیل کی تعظیم و تقدیس اور احترام کے تم بھی قائل ہو' انہوں نے بھی تو ایک سے زیادہ شادیاں فرمائیں۔ جب ان کے لئے تعدد ازدواج قابل اعتراض نہیں تو پھر انصاف کا

تقاضا ہے کہ نبی آخر الزماں علیہ التحیۃ والسلام پر بھی اعتراض نہ کیا جائے - چنانچہ خود بائبل سے مختلف پیغمبروں کی ایک سے زیادہ ازدواج ہونا ثابت ہے - اسی طرح مختلف قوموں کے برگزیدہ اور سربرآوردہ لوگ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے تھے - مثلاً:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں - سارہ، ہاجرہ اور قتورہ (پیدائش ۱۶: ۳،۴: ۱۸، ۲۳: ۱۵، ۲۵: ۱)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں - لیاہ، زلفہ، راحل اور بلہاہ (پیدائش ۲۹: ۲۳، ۲۴، ۲۸، ۲۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں - صفورہ، حبشیہ، قینی اور بنت حباب (خروج ۲: ۲۱، قاضیوں ۱: ۱۶، ۴: ۱۶)

حضرت داؤد علیہ السلام کی نو بیویوں کا نام ملتا ہے (سموئیل اول ۱۸: ۲۷، ۲۴ سموئیل دوم ۳: ۲، ۵، ۵: ۱۳، ۱۱: ۲۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو حرموں کا تذکرہ ملتا ہے (سلاطین اول ۱۱: ۳)

راجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں - پٹ رانی کوشلیہ، رانی سمترا اور رانی کیکئی - سری کرشن جی کی لاتعداد گوپیوں کے علاوہ ان کی رانیوں کی تعداد اٹھارہ تھی - راجہ پانڈو، راجہ وشن اور چھتر اراج کی دو دو بیویاں تھیں - (۲۱)

خیر یہ تو ایک الزامی جواب ہوا لیکن عام ذہنوں میں یہ بات کھٹک سکتی ہے کہ آخر انبیاء علیہم السلام نے اتنی شادیاں کیوں کیں؟ ہمارے نزدیک تو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی شخصیتیں مقدس اور محترم ہیں اور عصمت انبیاء ہمارے عقائد وایمان کا جزو ہے اس لیے کہ ان کے بارے میں تو یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شہوت پرست، خواہشات کے سمندر میں غوطہ لگانے والے اور عیش و طرب کی مجلس سجانے والے ہوں گے - انبیاء علیہم السلام کی ذات تو

ہے جنھوں نے ضبط نفس' زہد و قناعت اور دنیاوی لذات و مرغوبات سے کنارہ کشی کی مثال قائم کی اور دنیا میں ایمان واخلاص' عدل وانصاف' امن وامان' روحانیت وللّٰہیت' شرافت ودیانت' عفت وعصمت اور صداقت وامانت کی شمع روشن کی' جس کے بچے کھچے اثرات آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

بھلا ان سے بڑھ کر متقی اور خدا ترس' پاکیزہ نفس اور پاک دامن اور انسانیت کا بہی خواہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اس لئے ہم ان کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار نہیں' نہ ان سے بدگمانی رکھنے والا شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ موجودہ تورات میں انبیاء بنی اسرائیل کی بیویوں کے سلسلے میں جو تعداد مذکور ہے ضروری نہیں کہ وہ صداقت پر مبنی ہو کیوں کہ تورات وانجیل محرف کتابیں ہیں جن میں حق سے زیادہ باطل کی آمیزش کی گئی ہے' ان میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب ہیں' اس لئے اس سلسلے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا' البتہ ان کا متعدد شادیاں کرنا تاریخی طور پر بھی ثابت ہے (۲۲) خود قرآن کریم سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے بلکہ تعدد ازدواج کا رواج گذشتہ تمام ادیان ومذاہب اور اقوام وملل میں رہا ہے۔ اس کی تاریخ تقریباً اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود انسان کی۔ اس لئے جب قوم میں اس کا رواج تھا تو انبیاء علیہم السلام نے بھی اس پر عمل کیا تاکہ ان کا عمل دوسروں کے لئے نمونہ ہو' تو انبیاء علیہم السلام کا متعدد شادیاں کرنا منصب نبوت اور مقاصد نبوت کے خلاف نہیں تھا بلکہ اس کے موافق ومعاون تھا تاکہ اپنی بیویوں کے ذریعہ عورتوں کی اصلاح وتربیت کا کام لیں۔ اگر یہ چیز فرائض نبوت کی ادائیگی میں معاون ہونے کے بجائے مزاحم ہوتی تو اللہ تعالیٰ انھیں اس کی اجازت ہی کیوں دیتا۔ وہ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً

(سورۃ الرعد: ۳۸)

اور بیشک ہم نے آپ سے قبل بہت سے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولادیں دیں)

نبی آخرالزماں ﷺ بھی اسی گلستان نبوت کے گل سر سبد اور گوہر شب چراغ ہیں آپ ﷺ کوئی انوکھے نبی نہیں تھے کہ ان کی سنت کی خلاف ورزی کرتے بلکہ آپ ﷺ نے سابق انبیاء علیہم السلام کے طریقہ پر ہی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ماتزوجت شیئامن نسائی ولازوجت شیئا من بناتی الابوحی جاء نی بہ جبریل علیہ السلام من ربی (۲۳)

میں نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی بیٹیوں سے کسی کا نکاح کر دیا مگر اس وحی کی بنیاد پر جسے جبریل امین میرے رب کی طرف سے لے کر آئے۔

غیر محدود شادیاں اور اسلام کی حد بندی

نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دور جاہلیت میں عرب معاشرے کے اندر بیویوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ لوگ جتنی عورتوں سے چاہتے نکاح کر لیتے اس تعدد ازدواج کی مثالیں صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف کے ایک رئیس غیلان بن سلمہ جب اسلام لائے تو ان کے عقد نکاح میں دور جاہلیت سے دس عورتیں تھیں۔ اس کے اسلام لانے پر اس کی تمام بیویاں بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں تو حضور ﷺ نے غیلان مذکور کو حکم فرمایا کہ ان میں سے کسی چار کو رکھ لے اور باقی کو چھوڑ دے۔ (۲۴) اسی طرح سنن ابی داؤد میں حارث بن قیس وہب الاسدی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ فرماتے ہیں میں نے اس چیز کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان میں سے کوئی سی چار کو اختیار کر لے (اور باقی کو چھوڑ دے)۔(۲۵)

علیٰ ہذا القیاس نوفل بن معاویہ الدیلی کے یہاں پانچ عورتیں تھیں جب وہ اسلام لائے تو حضور ﷺ نے انہیں بھی ایک کو چھوڑنے اور چار کو روکنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ساٹھ سال کی بانجھ بیوی کو چھوڑ دیا۔(۲۶)

مشہور مورخ ابن حبیب بغدادی نے قبیلہ ثقیف کے ایسے متعدد افراد کا تذکرہ کیا ہے جن کے نکاح میں بعثت نبویؐ کے وقت دس دس عورتیں تھیں۔(۲۷) نبی رحمت ﷺ کی بعثت ہوئی تو ابتدائے اسلام میں یہ رسم چلتی رہی مگر بعد میں پابندی لگا دی گئی۔ آپ کی شریعت میں ان غیر محدود شادیوں کی حد بندی کرتے ہوئے حقوق نسواں اور بعض معاشرتی مصالح کے تحت زیادہ سے زیادہ بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی نہ کہ حکم اور اس کو بھی عدل کی کڑی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا۔ ارشاد باری ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (سورۃ النساء: ۳)

تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔

چنانچہ جن لوگوں کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں اللہ کے رسول ﷺ نے (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) انہیں حکم دیا کہ ان میں سے جن چار کو چاہیں بیوی کی حیثیت سے باقی رکھیں اور زائد کو طلاق دے دیں۔(۲۸)

اسلام کے اس اصلاحی اور خواتین کے لئے سراپا خیر خواہی کے اقدام پر بھی یورپ کے نام نہاد حقوق نسواں کے علمبرداروں کو اعتراض ہے۔ اس اعتراض اور حقوق نسواں اور "لیڈیز فرسٹ" کے پر فریب نعروں کے پیچھے در اصل ان کے

نفوس کی فطری خباثت کام کر رہی ہے جسے انسانی معاشرے میں خواتین کی عزت نفس، حفاظت، کفالت اور عفت و عصمت کی نہیں بلکہ نفسانی شیطانی اور جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے کھلم کھلا بے حیائی اور بدکاری کے ماحول کی ضرورت ہے۔

تعدد ازدواج کی اسلامی اجازت یا اسلامی قانون کے اندر کتنے معاشرتی، سماجی، معاشی، طبی اور اخلاقی مصالح ہیں (جن کا اعتراف اب یورپ کے اہل انصاف لوگ بھی کرنے لگے ہیں) ان کی تفصیلات میں جانا طوالت کا باعث اور ہمارے موضوع سے خارج ہے۔(۲۹) البتہ اس حوالے سے دور جدید کے ایک مشہور عالم اور فلسفی اسلام شیخ طنطاوی جوہری کا ایک مختصر مگر جامع اور ایمان افروز قول جسے علامہ احمد الکوثری نے نقل کیا ہے، کا درج کر دینا چنداں طوالت کا باعث نہ ہوگا۔ چنانچہ شیخ طنطاوی فرماتے ہیں:

" ان من فوائد تعدد الزوجات تکثیر النسل و تقلیل الزنا و التکفل بمن لیس لھن کفیل والمحافظة علی الاعراض عنداز دیاد النساء و قلة الرجال و قال ایضاً ان التعدد الذی یعیبه الجاھلون سیاتی یوم یدرك فیه الناس فوائده فیمیلون الیه میلة واحدة و یعترفون بفضل القرآن الکریم"(۳۰)

"ایک سے زیادہ بیویوں (کی شرعی اجازت) کے فوائد میں ایک تو انسانی نسل کو بڑھانا (جو شرعی طور پر نکاح کا بنیادی مقصد ہے) دوسرے زنا (جیسی اخلاق و معاشرے کے لئے تباہ کن چیز) کو کم کرنا، تیسرے جن خواتین کا کوئی کفیل نہ ہو ان کی کفالت کا انتظام کرنا اور چوتھے عورتوں کی زیادتی اور مردوں کی قلت کے زمانے میں (جس کی پیشگوئی بعض احادیث میں فرمائی گئی ہے) عزت و ناموس کی حفاظت کرنا ہے۔ فلسفی موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ جس تعدد ازواج (کی شرعی اجازت) میں جاہل لوگ کیڑے

نکالتے اور اسے قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں' عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس میں لوگ اس شرعی اجازت کے بیشمار معاشرتی و تمدنی فوائد کا ادراک کر لیں گے تو اس وقت لوگ مکمل طور پر اس کی طرف مائل ہوں گے اور قرآن کریم کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔"

تعددِ ازدواج نبی ﷺ کا مختصر عرصہ

ازدواجی لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا مرحلہ ۲۵ سال تک کا ہے جس میں آپؐ نے تجرد اختیار کیا۔ دوسرا مرحلہ ۵۴ سال تک کا جس میں بیک وقت دو خواتین آپ کے نکاح میں جمع نہیں ہوئیں۔ تیسرا مرحلہ ۵۴ سال سے لے کر ۶۰ سال کا جس میں متعدد شادیاں ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ کی رخصتی پہلی ہجری کے اخیر یا ۲ھ کے اوائل میں عمل میں آئی۔ ۳ ہجری میں حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ سے نکاح ہوا جو اس وقت بیوہ تھیں' ان کے شوہر حضرت خنیس ابن حذافہ سہمیؓ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں سے نکاح کے بارے میں بات چیت کی لیکن ان میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ آپ اس سلسلے میں فکرمند تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح آیا اور یہ مبارک تقریب انجام پائی۔ غزوہ احد کے بعد ۳ ہجری ہی میں ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بن الحارث سے نکاح ہوا جن کے شوہر عبداللہ بن جحش غزوہ احد میں کام آئے تھے' نکاح کے بعد صرف تین ماہ یا آٹھ ماہ آپؐ کے نکاح میں رہ کر وفات پا گئیں' اسی طرح غزوہ احد کے بعد ۴ ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا جن کے شوہر ابو سلمہؓ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے' یہ بھی سن رسیدہ اور کثیر العیال تھیں' آپؐ نے ان کی تسلی و دلداری اور بچوں کی کفالت کی خاطر ان سے نکاح کیا۔ ۵ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش سے نکاح' غزوہ بنی المصطلق کے بعد ۶ ہجری میں حضرت جویریہ بنت

الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ۷ ہجری میں حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ ۷ ہجری ہی میں غزوہ خیبر کے بعد حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ یہ آپ کا آخری نکاح ہے۔ (۳۱) اس وقت آپ کی عمر مکمل ساٹھ سال کی تھی' اس کے بعد ہی سورہ احزاب کی آیت " لا یحل لک النساء من بعد" (الاحزاب : ۵۲) "اس کے بعد آپ کے لئے عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں" نازل ہوئی' یہی تیسرا مرحلہ تعدد ازدواج کا ہے۔ چوتھا مرحلہ ساٹھ سے لے کر تریسٹھ برس تک کا ہے۔ اس دوران آپ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا:

تعددِ ازدواج نبویؐ کے مقاصد و مصالح

درج بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کی زندگی میں تعدد ازدواج کا عرصہ بہت مختصر ہے۔ کوئی چون سال کی عمر تک صرف یک زوجی زندگی نظر آتی ہے۔ ستاون سال کی عمر تک چار ازواجِ مطہرات حرم نبویؐ میں داخل ہوتی ہیں۔ بیویوں کی یہ تعداد وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی جائز ہے۔ جب آپ کی عمر عزیز ستاون برس جو بالعموم بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے' سے تجاوز کرتی ہے تو انسٹھ ساٹھ سال کی عمر تک مزید چار خوش نصیب خواتین کو ازواج النبی ﷺ کے منفرد اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ اقدام بجوائے قرآنی (۳۲) اللہ کریم کی علیم و خبیر ذات کی خصوصی اجازت سے اٹھایا تھا۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ پیغمبر کا کوئی قدم وحی الٰہی کے بغیر نہیں اٹھتا' تاہم ایک آدمی کے ذہن میں یہ سوال اور تجسس ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جس پیغمبر اطہر ﷺ نے پچیس سال تک بھرپور جوانی اور عنفوان شباب تجرد میں گزار دیا۔ پھر چون سال کی عمر تک تمام مواقع میسر ہونے کے باوجود صرف ایک بیوی اور وہ بھی بوڑھی اور بیوہ پر اکتفا کیا تو بڑھاپے میں کثرت و تعددِ ازدواج کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس میں کیا

حکمتیں اور اغراض و مقاصد تھے؟

قرآن مجید نے اس سلسلے میں حسب معمول انتہائی ایجاز' اختصار اور دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے صرف اتنی وضاحت فرمائی ہے کہ :لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ (۳۲)(تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے)

حقیقت یہ ہے کہ ان شادیوں کے پس پردہ وہ دینی' دنیاوی' معاشرتی' معاشی' سماجی' اور دعوتی و تبلیغی مصلحتیں اور اغراض و مقاصد تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی ہمہ بیں وہمہ داں "ذات یا پھر اس کا" مدینۃ العلم "اور" دانائے سبل "رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے- کسی دنیادار' شہوت پرست' متعصب' خواہش نفسانی کے غلام اور محدود و تنگ عقل و فہم کے مالک آدمی کی کھوپڑی میں یہ مصلحتیں نہیں آسکتی تھیں- اسی معذوری کی بنا پر بعض اعداء اسلام نے تعدد ازدواج نبی کو ہدف تنقید بنایا-

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ان شادیوں کے نتائج پر جب آدمی غور کرے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نبی رحمت ﷺ نے اپنی کمال ذہانت' خداداد فراست' کمال سیاست اور کمال دور اندیشی سے تعدد ازدواج کے بظاہر اس معمولی سے کام سے وہ نتائج اخذ کیے' وہ منزلیں طے کیں' وہ چوٹیاں سر کیں اور وہ عظیم دینی و دنیوی مقاصد و فوائد حاصل کیے جو بڑی بڑی جنگوں سے حاصل نہیں ہو سکتے تھے اور ان اغراض کی تکمیل ہوئی جن کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہ تھی- ان متعدد اغراض و مقاصد اور مصالح میں سے چند اہم اور موٹے موٹے اغراض و مقاصد کی طرف ذیل میں ہم اشارہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں-(ما استطعت وما توفیقی الا باللہ)

استثنائی حالات میں استثنائی قوانین

یہ چیز بڑی معروف اور ہر دور میں رائج رہی ہے اور آج بھی دنیا کے تمام ممالک میں مروج ہے کہ جب کسی ریاست و حکومت میں جنگ' قحط سالی یا سول نافرمانی کی

تحریک وغیرہ جیسے استثنائی حالات پیدا ہو جاتے ہیں تو آئین اور قانون میں اس امر کی گنجائش رکھی جاتی ہے کہ ان حالات پر کنٹرول کرنے اور ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت اور حکمرانوں کو استثنائی اور غیر معمولی اختیارات حاصل ہوں اور اگر آئین میں اس طرح کی فوری طور پر گنجائش نہ ہو تو پھر آرڈیننس کے ذریعے ایسے اختیارات حاصل کر لئے جاتے ہیں۔ اس عام اور بین الاقوامی قسم کے قانون کی روشنی میں جب ہم ریاست مدینہ کے ابتدائی سالوں کا جائزہ لیتے ہیں تو اہل علم کو معلوم ہے کہ ریاست کو غیر معمولی حالات کا سامنا تھا۔ قریش مکہ اور پھر یہودی قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو مصطلق وغیرہ کی طرف سے ہر وقت خطرات اور مخالفت و دشمنی کے بادل منڈلاتے رہتے تھے۔ متعدد جنگیں بھی پیش آئیں۔ ان جنگوں کے نتیجے میں بعض مسلمان خواتین کے شوہر شہید ہوئے۔ بعض بڑے بڑے سرداران قبائل کی بیٹیاں قیدی بن کر مال غنیمت میں آئیں اس طرح کے کئی اور مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں تعدد ازدواج نبوی ﷺ کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ ان حالات سے نمٹنے کے لئے آنجناب ﷺ کو استثنائی طور پر کثرت ازدواج کا اختیار دیا گیا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے اس خصوصی اختیار نبویؐ سے درج بالا غیر معمولی اور استثنائی حالات پر قابو پانے میں (جس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے) بڑی مدد ملی۔ فتح مکہ کے بعد جب جنگ کے خطرات اور استثنائی حالات ختم ہو گئے تو اللہ کریم کی طرف سے "کثرت ازدواج" کی استثنائی اجازت بھی واپس لے لی گئی۔ چنانچہ حکم الٰہی ہوا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (سورۃ الاحزاب: 52)

"ان ازواج مطہرات کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپؐ ان بیویوں کی جگہ دوسری کرلیں چاہے آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے۔"

عداوتوں کا خاتمہ

رشتہ نکاح ہر زمانے میں افراد و اقوام اور خاندانوں اور قبائل کے درمیان باہمی روابط کو مستحکم کرنے' ایک دوسرے کو قریب لانے' باہمی محبت و مودت پیدا کرنے اور نفرت و عداوت کو ختم کرنے کا مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ مختلف زمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ متعدد بادشاہوں اور حکمرانوں نے رشتہ مصاہرت کے ذریعے اپنے وزیروں' امیروں اور محکوم قوموں کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کیے ہیں۔ ظاہر ہے عرب معاشرے میں نکاح کے ان عمومی نتائج کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا' وہ رشتہ مصاہرت کا خاصا احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کے درمیان قربت کا ایک اہم وسیلہ تھا اور داماد سے جنگ لڑنا اور اس کے خلاف محاذ آرائی کرنا ہوئے شرم اور عار کی بات تھی۔ عرب کی اس نفسیات کو مدبر و حکیم' امن عالم کے داعی اور ماہر نفسیات رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کا بعض قبائل کی خواتین اور سرداران قوم کی بیٹیوں سے ان کے بیوہ یا شوہر دیدہ ہونے کے باوجود نکاح کرنے کا ایک اہم مقصد اور حکمت یہ نظر آتی ہے کہ ان خواتین کو "زوجیت نبوی" کا منفرد اعزاز و اکرام عطا کر کے ان قبائل اور سرداران قوم کی اسلام دشمنی کا زور توڑا جائے ان کے بغض و عناد کی چنگاری کو بجھایا جائے' ان پر اپنی رحمۃ للعالمینی عملی طور پر واضح کی جائے اور یوں ان کی عداوت و دشمنی کو محبت و مودت میں بدل کر ان کی عاقبت سنوارنے کی کوشش کی جائے۔ نبی رحمت ﷺ کی اس کامیاب حکمت عملی کے نتیجے میں قرآن مجید کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (سورۃ الممتحنہ: ۷)

کوئی بعید نہیں کہ اللہ کریم تمہارے درمیان اور جن لوگوں سے تمہاری دشمنی ہے ان کے درمیان محبت و مودت پیدا کر دے اور اللہ اس امر پر

قدرت رکھنے والا اور بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

ذیل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک مخلص و قدیم مومنہ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ (ہند بنت امیہ) کو جن کے شوہر غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور یتیم بچے رہ گئے تھے اور جن کا خاندانی تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنی مخزوم سے تھا جو ابو جہل اور خالد بن ولید کا قبیلہ تھا جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے حرم میں داخل فرما لیا تو خالد بن ولید میں وہ تلخی نہ رہی جس کا مظاہرہ وہ احد میں کر چکے تھے۔ اب ان پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقانیت واضح ہو چکی تھی اس لئے تھوڑے عرصہ بعد اسلام اور حضور ﷺ کا دامن اتنے خلوص اور مضبوطی سے تھاما کہ آگے چل کر زبان نبویؐ سے "سیف من سیوف اللہ" کا امتیازی لقب پایا۔

۲۔ ام المومنین سیدہ صفیہؓ یہود کے نامور قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کے رئیس حیی بنت اخطب کی بیٹی اور اسی قبیلہ کے ایک سردار کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں۔ جب غزوہ خیبر کے قیدیوں میں قیدی بن کر آئیں تو نبی اکرم ﷺ نے پہلے بطور لونڈی حضرت دحیہؓ کو دے دیں مگر بعد میں ایک آدمی کے توجہ دلانے پر ایک سردار زادی کے شایان شان اسے آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا بلند شرف بخشا (۳۴) اسلام کی حقانیت پہلے ہی ان کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ ایک دشمن قبیلے کی خاتون کے ساتھ نکاح اور اس کے اس اعزاز و اکرام کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو نضیر جنہیں اسلام کی شدید مخالفت کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکلنا پڑا تھا جس کے رئیس اور سیدہ صفیہؓ کے والد حیی بن اخطب اسلام کے خلاف غدر کے نتیجے میں قتل کر دیے گئے تھے اور جن کا اس سے پیشتر مسلمانوں کے خلاف لڑی گئی ہر لڑائی میں

خفیہ یا علانیہ حصہ ہوتا تھا کی مسلسل مخالفت اور ریشہ دوانیاں رک گئیں۔ تزویج صفیہؓ کے بعد یہود کا یہ مالدار اور باوسائل قبیلہ مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نظر نہیں آتا۔ اس نقطہ نظر سے یہ نکاح بہت ضروری تھا۔

۳۔ سیدہ ام حبیبہؓ (رملہ بنت ابی سفیان) اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ابتدائے اسلام میں ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھیں۔ پھر دونوں میاں بیوی ایمان کو بچانے کی خاطر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ وہاں ان کے بدبخت شوہر نے نصرانیت اختیار کر لی اور چند دن کے بعد مر گیا۔ نبی رحمت ﷺ نے اس مؤمنہ کی حفاظت و کفالت کے لئے شاہ نجاشی کی معرفت ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا جسے انہوں نے بصد خوشی قبول کر لیا اور وہیں نجاشی نے حضور ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ (۳۵) ام حبیبہؓ کے والد حضرت ابوسفیان اس وقت اس گروہ کے سرغنہ تھے جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دے رکھا تھا۔ قوم کا نشان جنگ ان کے گھر میں رکھا رہتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد، حمراء الاسد، بدر الاخریٰ اور احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کے لیے ہوئے قائد قریش نظر آتے ہیں۔ اس تزویج مبارک کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر پناہ لیتے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح ضروری نہ تھا؟

۴۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا (بروہ بنت الحارث بن ابی ضرار) غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں۔ دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آگئیں

اور ثابت بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کا حصہ قرار پائیں۔ لیکن انھوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کر لیا کہ اتنا مال تم کو دیدوں گی مجھے آزاد کر دو (جسے اصطلاح میں مکاتبت کہا جاتا ہے) یہ معاملہ کر کے حضور ﷺ کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی آپؐ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں' انھوں نے خوشی منظور کر لیا' تب آپؐ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرما لیا' ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہؓ کی ملکیت میں آچکے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے جب صحابہؓ کو پتہ چلا کہ جویریہؓ آپؐ کے نکاح میں آئی ہیں تو آنحضرت ﷺ کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کر دیے۔(۳۶) سبحان اللہ! حضرات صحابہ کرامؓ کے ادب کی کیا شان تھی' اس جذبے کے پیش نظر کہ یہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے سسرال والے ہو گئے تھے' ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں' سب کو آزاد کر دیا۔ یہیں ممکن ہے نبی رحمت ﷺ کا اس نکاح سے ایک مقصد غلاموں کی آزادی بھی ہو۔ سیدہ عائشہؓ اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں:

فلقد اعتق بتزویجه ایاها مائة اهل بیت من بنی المصطلق فما اعلم امرأة اعظم برکة علی قومها منها(۳۷)

"آنحضرت ﷺ کے جویریہؓ سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے سو (۱۰۰) گھرانے آزاد ہوئے۔ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑکت والی ثابت ہوئی ہو۔"

• ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقت ور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند قبائل پر محتوی تھا اس نے شدومد پر کام کر تا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی۔ اس قبیلہ کی شرکت ضروری پائی جاتی

ہے لیکن اس نکاح کے بعد یہ مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں - تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا- سیرت ابن ہشام میں تو یہ روایت بھی ہے کہ سیدہ جویریہؓ کے باپ نے اسلام بھی قبول کر لیا تھا-(۳۸) اس سے بڑھ کر نکاح ہذا کی برکت کیا ہو سکتی تھی؟

۵- علیٰ ہذا القیاس ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا (سردار مکہ حارث کی بیٹی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ ام الفضل کی بہن) کے نکاح پر غور کرو- انکی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی- اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کئے- حالانکہ قبل ازیں اہل نجد ہی وہ تھے جنہوں نے ستر واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا- اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے- ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں، تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا-

بیوہ عورتوں کی دلجوئی اور سہارے کا انتظام

نبی رحمت ﷺ کی خوش بخت ازواج مطہراتؓ میں بعض خواتین وہ ہیں جنہیں " السابقون الاولون" میں شمار ہونے کا شرف حاصل تھا اور خاندان کی مخالفت اور صنف نازک ہونے کے باوجود محض اللہ و رسول ﷺ اور دین کی خاطر بڑی مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا کیا تھا- اللہ و رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی یہ وابستگی اسلام پر ثابت قدمی اور دین کے لئے ایثار و قربانی اللہ کے آخری رسول ﷺ پر مخفی نہیں تھیں- یہ ثابت قدم خواتین جب قضائے الٰہی سے بیوہ ہو گئیں اور دنیا میں ان کے کفیل اور ظاہری سہارے ختم ہو گئے اور یوں یہ مخلص خواتین بے یار و مددگار اور بے سہارا و بے آسرا ہو گئیں تو عقل و نقل اور اخلاق کا تقاضا تھا کہ اسلام کے ساتھ انتہائی مخلص ان خواتین کی دلجوئی کی جائے- ان کے دکھوں کا مداوا ان کے ایمان کی حفاظت اور دنیوی

سہارے کا انتظام کیا جائے- یہی وہ ایمانی اخلاقی سماجی اور معاشرتی تقاضا یا مصلحت تھی جس کو پورا کرنے کے لئے نبی رحمت ﷺ نے ان بیوہ عورتوں کو شرف زوجیت بخشا-

سوچنے کی بات ہے پچاس سالہ بوڑھی اور بیوہ عورت سیدہ سودہ بنت زمعہ کے ساتھ نکاح میں سوائے درج بالا مصلحت کے اور کیا داعیہ یا کیا کشش تھی؟ موصوفہ نے اسلام کی خاطر اپنے خاوند (سکران بن عمرو بن عبدود) کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی- ان کے خاوند کا انتقال ہو گیا- ادھر سارا خاندان ہنوز شرک پر قائم تھا- نبی رحمت ﷺ جو رحمۃ للعالمین بن کر اور پوری امت کا غم و فکر لے کر آئے تھے اور جنہیں ایک ایک آدمی کے ایمان کی فکر تھی کیسے ممکن تھا آپؐ اس مخلص اور بے یار و مددگار مومنہ کی دلجوئی تسلی دلداری اور اس کے ایمان کی حفاظت کا سامان نہ فرماتے- چنانچہ آپؐ نے ان کی دلجوئی اشک شوئی اور مصائب و آلام کو ہلکا کرنے کے لئے انھیں اپنے عقد میں لے لیا-

ٹھیک یہی مصلحت قدیم الاسلام اور راسخ العقیدہ سیدہ زینبؓ بنت خزیمہ اور سیدہ ام سلمہؓ (ہند بنت ابی امیہ المخزومی) کے نکاح میں نظر آتی ہے جن کے شوہر غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بے یار و مددگار رہ گئی تھیں- ان دونوں کے شوہروں (عبداللہ بن جحش اور ابو سلمہ عبداللہ بن الاسد) کا نبی کریم ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہونے کے ناطے صلہ رحمی کا بھی تقاضا تھا کہ ان خواتین کو عقد نکاح میں لا کر ان کے ایمان کی حفاظت اور کفالت کا انتظام کیا جائے-

انسانی ہمدردی' غمخواری' دلجوئی اور ایمان کے بچاؤ کی یہی تدبیر سیدہ ام حبیبہؓ کے نکاح میں دکھائی دیتی ہے جس کی کچھ تفصیل اوپر گزر چکی ہے- اسی طرح سیدہ زینبؓ بنت جحش کے نکاح میں بھی ان کی دل شکنی اور ذہنی اذیت دور کرنے اور بعض تشریعی حکمتیں مد نظر تھیں جن کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی-

یتیم بچوں کی کفالت

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نکاح میں ایک سابق الاسلام اور بیوہ عورت کی دلجوئی کے ساتھ اس کے یتیم بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کی غرض و غایت بھی نظر آتی ہے۔ یہ نکاح سیدہ ام سلمہؓ کے ساتھ ہوا۔ جس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ۔

ام سلمہؓ نہایت قدیم الاسلام تھیں اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابو سلمہؓ کی والدہ برہ بنت عبد المطلب نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہؓ اور ابو سلمہؓ تینوں رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ام سلمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبشہ کی تھی اور پھر مکے میں واپس آ گئے تھے۔ دوبارہ جب میاں بیوی مع اپنے بچے سلمہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابو سلمہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔

اسی طرح ام سلمہؓ کے گھرانے والوں نے ام سلمہؓ کو چھین لیا کہ ام سلمہؓ کو جو ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔ ابو سلمہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انہوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور خدا و رسول خدا ﷺ کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہؓ مکے ہی میں رہیں وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں۔ جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و بکا پر نرم پڑ گیا۔ انہوں نے بچہ بھی دے دیا اور ان کو سفر کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ و تنہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو بیت اللہ کے کلید بردار تھے گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن ان کو ام سلمہؓ کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے حضرت ام سلمہؓ کو اونٹ پر

سوار کراتے خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل بہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا" دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو۔ میں واپس جاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابو سلمہ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور جمادی الآخری ۴ ہجری میں انہوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا۔ اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر (الٰہی میرے اہل کی اچھی طرح نگہداشت فرمایا) چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی ﷺ کو جو محبت اور قرابت ابو سلمہ سے تھی اور مدت العمر انہوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی نیز ام سلمہؓ نے اسلام کے لئے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا۔ ان سب امور کا خیال کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ام سلمہؓ سے ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے نکاح فرمایا(۳۹) کمال شفقت سے ان کے یتیم بچوں کی آپؐ نے پرورش کی اور اپنے عمل سے بتایا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہیے۔ آپ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو عملی طور پر سوتیلی اولاد اور یتیم بچوں کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی' ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ :

> میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا' ایک بار آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالے میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا' آپ ﷺ نے فرمایا: سم اللہ و کل بیمینک وکل مما یلیک (متفق علیہ)(۴۰) (اللہ کا نام لے کر کھا' داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا)

جان نثاروں کی عزت افزائی

دانا و حکیم عالم نبی ﷺ کے دو نکاحوں میں جہاں دیگر بے شمار دینی دعوتی تبلیغی تعلیمی تحریکی سیاسی اور تشریعی حکمتیں جنہیں نبوت کی دور بین نظروں سے ہی دیکھا جا سکتا تھا کار فرما تھیں۔ وہاں بطور خاص ایک حکمت و مصلحت دو خواتین کے محسنین اسلام والد صاحبانؓ کی عزت افزائی بھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ دو خوش نصیب خواتین اول الاسلام یار غار حضرت ابو بکر صدیقؓ اور مراد رسول ﷺ و ترجمان حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں بالترتیب سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور سیدہ حفصہؓ ہیں۔ ہر دو کے گرامی قدر والد صاحبان کی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے لیے جو جانی و مالی ایثار ہے' اخلاص ہے' جاں نثاری ہے' قربانیاں ہیں' خدمات ہیں' احسانات ہیں' فدویت ہے' بے مثال وابستگی ہے۔ تن من دھن وار دینا ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کی خاطر سب کچھ تج دینا ہے' ترویج و اشاعت دین میں حصہ ہے' دینی غیرت و حمیت ہے یہ تاریخ اسلام کا ایک روشن تابناک ایمان افروز اور روح پرور باب ہے جس کی تفصیلات میں جانا یہاں مناسب نہیں۔

ان ہر دو کی یہ بے لوث قربانیاں اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے یہ عظیم خدمات و احسانات' نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی سے مخفی نہیں تھیں۔ ان خدمات و احسانات کے صلے میں اللہ نے انہیں جو بلند مقام بخشا' جو عظمت شان ملی' قدر دانی ہوئی اور خود وحی الٰہی کی ترجمان زبان نبوتؐ سے احسان شناسی کے طور پر ان کے جو فضائل و مناقب بیان ہوئے وہ ایک علیحدہ اور ایمان افروز باب ہے۔ ان ہر دو کی مذکورہ الصدر صاحبزادیوں کو زوجیت نبوی کا منفرد شرف بخشا جانا اسی سلسلے کی ایک کڑی لگتی ہے۔ حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرما کر ان کے والد صاحبان کو سسر رسولؐ ہونے کا عظیم اعزاز بخشا۔

اس بات کو تقویت ان دو روایات سے بھی ملتی ہے جن میں سے ایک کا تعلق

سیدہ عائشہؓ کے نکاح سے اور دوسری کا تعلق سیدہ حفصہؓ کے نکاح سے ہے۔

حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا نکاح ایک خواب کے بعد ہوا جو آپ نے دوبار دیکھا۔ یہ خواب اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ آپؐ کا نکاح وحی الٰہی کے ماتحت ہوا تھا کیونکہ انبیاء کا خواب حق اور ایک قسم کی وحی ہوتی ہے ۔ چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ دو مرتبہ حضور ﷺ کو خواب میں دکھائی گئیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔ (۴۱)

اسی طرح مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جب سیدہ حفصہؓ کو ایک طلاق رجعی دے دی تو اس سے ان کے والد حضرت عمرؓ کو رنج پہنچنا ایک فطری امر تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ کہتے ہوئے اس ملال کا اظہار بھی کیا کہ "اللہ کریم کو عمرؓ اور اس کی بیٹی کی کیا پرواہے"

تو اس پر رسول مقبول ﷺ پر وحی خفی نازل ہوئی جس میں یہ فرمایا گیا کہ :

ان اللہ یامرك ان تراجع حفصة رحمة بعمر (۴۲)

اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ عمرؓ کی خاطر حفصہؓ سے رجوع فرمائیں۔

دین کی توسیع اور استحکام

جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اس زمانے میں عرب میں قبائلی نظام بڑا مستحکم تھا۔ اپنے کسی فرد کی حمایت میں عموماً پورا قبیلہ متحد ہو جاتا تھا۔ کفار نے جب آپؐ کا معاشی بائیکاٹ کیا تو پورے بنو ہاشم نے آپؐ کے ساتھ دیا تھا اگرچہ سب مسلمان نہ تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج الگ الگ قبیلوں سے تعلق رکھتی تھیں ۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے :

۱۔	حضرت خدیجہؓ	بنو عزیٰ
۲۔	حضرت سودہؓ	بنو عامر

۳- حضرت عائشہؓ — بنو تیم

۴- حضرت حفصہؓ — بنو عدی

۵- حضرت زینب بنت خزیمہؓ — بنو ہلال

۶- حضرت ام سلمہؓ — بنو مخزوم

۷- حضرت زینب بنت جحشؓ — بنو اسد

۸- حضرت جویریہؓ — بنو مصطلق

۹- حضرت صفیہؓ — بنو ہارون

۱۰- حضرت ام حبیبہؓ — بنو امیہ

۱۱- حضرت میمونہؓ — بنو عیلان

مختلف قبائل کی خواتین سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کرنیکا ایک نقد فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ان قبائل سے قربت پیدا ہوئی' انھوں نے سنجیدگی سے اسلام کے بارے میں غور کیا اور اسے قبول کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ کیونکہ اب تک انھیں پیغمبر اسلام ﷺ کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا۔ وہ ابھی تک بعض معاندین کے یکطرفہ پروپیگنڈے سے متاثر چلے آرہے تھے۔ جب انھوں نے اپنے اپنے قبیلے کی خواتین جنھیں حرم نبوی ﷺ میں داخلے کا شرف حاصل ہو چکا تھا' سے نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار اخلاق حسنہ اور جلوت و خلوت میں یکساں بے داغ زندگی اور پوری انسانیت کی دنیوی و اخروی فلاح کے بارے غم و فکر اور انتہائی احساس کے متعلق سنا اور انھیں خود بھی قریب سے حضور ﷺ کو دیکھنے اور جانچنے کے مواقع ملے تو "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کے مصداق جوں جوں ان پر صداقت و حقانیت محمدیؐ واضح ہوتی گئی یہ دامن اسلام اور پیغمبر اسلام سے وابستہ ہوتے گئے۔ یوں یہ مبارک شادیاں دین کی توسیع اور استحکام کا موثر ذریعہ بنیں۔

حُسنِ معاشرت کی تعلیم

نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بموجب ارشاد ربانی " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ " (بیشک تم سب کے لئے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک کامل نمونہ ہے) تمام انسانوں کے لئے ایک کامل نمونہ اور مینارہ نور ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی چھوٹا بڑا پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں آپؐ نے اصولی ہدایات رہنمائی یا عملی نمونہ پیش نہ فرمایا ہو۔ گھر اہل وعیال اور بیوی بچے انسانی زندگی کا ایک لازمہ اور کئی اعتبارات سے بڑا ضروری پہلو ہے۔ گھریلو اور اہل وعیال کے لازمی مسائل سے نبٹنا بعض اوقات بڑا مشکل اور صبر آزما ہوتا ہے۔ اب کیسے ممکن تھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انسانی زندگی کے اس لازمی پہلو کے لئے کوئی مثالی نمونہ نہ چھوڑتے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی ازدواجی زندگی کے ذریعے بظاہر فاقہ اور درویشی کے باوجود بیویوں کے ساتھ حُسنِ معاشرت' محبت ومودت' ان کے حقوق کی ادائیگی' جذبات واحساسات کی پاسداری' عدل وانصاف' ضروریات ولوازمات زندگی کی فراہمی مکمل اعتماد ازواج النبیؐ کے شایان شان تمام مطالبات وغیرہ کی تکمیل کے اقدامات سے حسن معاشرت کا وہ کامل اور مثالی نمونہ پیش کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کی ازواج مطہراتؓ کے گھر صبح شام میاں بیوی کے جھگڑے' چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی اور ایک دوسرے پر بد اعتمادی یا آئے دن سوکنوں کی تو تکار سے جہنم کدے نہیں بلکہ امن وسکون کے گہوارے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل انشاء اللہ آگے ایک مستقل باب میں آئے گی۔

آپ کی ازواج مطہرات مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی عمریں بھی متفاوت تھیں اور ان کے مزاجوں میں بھی فرق تھا۔ ان میں ایک کنواری تھی اور ایک مطلقہ۔ ان میں ایک ایک خوہری بیوائیں بھی تھیں' دو دو شوہروں کی بیوائیں بھی اور تین شوہروں کی بیوہ بھی۔ لیکن ان کے درمیان پوری زندگی میں باہمی تلخی کی کوئی

مثال نہیں ملتی- ان کے تعلقات آپس میں بھی ہمیشہ خوشگوار رہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات بھی مثالی رہے- آپ کی حیات طیبہ اس شخص کے لئے بھی زندہ نمونہ ہے جس کا نکاح اپنے سے بڑی اور پختہ عمر کی عورت کے ساتھ ہوا ہو کہ اس کے ساتھ کیسی خوش گوار ازدواجی زندگی گزاری جا سکتی ہے اور اس شخص کے لئے بھی جس کی بیوی نو عمر ہو کہ کس طرح اس کی دل داری کی جاتی ہے- آپ کی زندگی ہر شخص کے لئے اسوہ ہے خواہ اس کا نکاح کنواری سے ہوا ہو یا مطلقہ سے' کسی صاحب اولاد بیوہ سے ہوا ہو یا بے اولاد بیوہ سے- الغرض آپ کی کثرت ازواج کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اس طرح مختلف پہلوؤں سے آپ کا اسوہ نمایاں ہو اور ہر شخص اپنے حالات کے لحاظ سے اس سے رہنمائی حاصل کر سکے-

تشریعی حکمت

رسول ﷺ کی بعض شادیوں کا مقصد زمانہ جاہلیت میں پھیلی ہوئی بعض غلط عادات اور فاسد رسوم و رواج کا ازالہ تھا- عرب معاشرہ میں غلاموں کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا' آزاد ہونے کے بعد انہیں سماج میں عزت کا مقام حاصل نہ ہوتا- اسلام عدل و مساوات کا مذہب ہے وہ آزادی و غلامی' حسب و نسب' مال و زر' جاہ و اقتدار یا کسی بھی مادی تفوق کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان تفریق کا قائل نہیں وہ اس طرح کے تمام بے جا تفرقوں کو مٹانے کے لئے اور لوگوں کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنے کے لئے آیا ہے-

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے درمیان رسم تبنیت کا رواج تھا- لوگ دوسروں کی اولاد کو گود لے کر صلبی اولاد بنا لیتے اور اسے وراثت' نکاح' طلاق' حرمت مصاہرت اور زندگی کے دوسرے تمام معاملات میں حقیقی فرزند کا درجہ دیتے' چنانچہ منہ بولے بیٹے کی منکوحہ فرضی باپ کے لئے حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھی جاتی' اسی طرح فرضی باپ کی بیوی متبنی' کے لئے ماں کی طرح حرام قرار پاتی- ظاہر ہے

کہ اس فرضی رشتے کی اسلام کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں۔ ضرورت تھی کہ اس غلط رسم کو مٹانے کے لئے کوئی موثر قدم اٹھایا جائے۔ کیونکہ اس کی جڑیں عرب معاشرہ میں بڑی مستحکم تھیں۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کے ذریعہ ان دونوں غلط رسوم اور جاہلانہ عادتوں کا خاتمہ ہوا۔

ان غلط اور جاہلی رسوم و رواج کے خاتمہ کے لئے تکوینی طور پر جو صورت حال پیدا ہوئی۔ اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ وہ خوش نصیب صحابی جسے غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور صحابہ میں وہ واحد صحابی جس کا قرآن مجید نے باقاعدہ نام لے کر تذکرہ کیا ہے یعنی زید بن حارثہؓ، آٹھ سال کی عمر میں شام سے گرفتار کر کے سوق عکاظ میں فروخت کر دیئے گئے۔ حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی خدیجہؓ کو ہبہ کر دیا۔ سات سال حضرت خدیجہؓ کے پاس رہے۔ سیدہ کی حضور ﷺ سے شادی کے بعد پندرہ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے۔ کچھ ہی دنوں میں آپؐ کے حسن اخلاق، حسن سلوک اور شفقت و مروت سے اتنا متاثر ہوئے کہ والد اور چچا کے تقاضے اور مطالبے کے باوجود انہوں نے اپنے والدین، اقارب اور قوم کے مقابلے میں آپ کو آزادی کے مقابلے میں غلامی کو اور اپنے وطن میں رہنے کے مقابلے میں غریب الوطنی کو ترجیح دی۔ جب انہوں نے باپ کے ساتھ جانے پر آنحضور ﷺ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی تو اسی موقع پر آپؐ نے انہیں آزاد فرما کر اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ پھر انہیں عرب کی قدیم رسم کے مطابق زید بن محمد ﷺ ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (۴۳)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ حضرت زید بن حارثہؓ کو ہم لوگ زید بن محمدؐ ہی کہہ کر پکارتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیت: "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" (تم لے پالک بیٹوں کو ان کے اصلی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک

زیادہ انصاف کی بات ہے) نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم زید بن حارثہؓ بن شراحیل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم نازل فرما کر پرانی رسم کو منسوخ کر دیا اس کے بعد لوگ انہیں زید بن حارثہؓ کہنے لگے۔ حضرت زید آنحضور ﷺ کے نزدیک عزیز ترین لوگوں میں تھے۔ ان کا آپؐ بہت خیال رکھتے۔ حضرت زیدؓ نے آنحضور ﷺ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت حجشؓ کے ساتھ ان کا نکاح کرا دیں۔ آپؐ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت زینبؓ کے گھر پیغام نکاح بھیجا لیکن حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی عبداللہ بن حجش کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ قریش کے نہایت معزز اور اعلیٰ خاندان کی معزز خاتون اور آنحضور ﷺ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن کو ان کے آزاد کردہ غلام کے عقد نکاح میں دیا جائے۔ اس موقع پر سورہ احزاب کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور نکاح کے لیے خوشی تیار ہو گئے۔

یہ اسلام کا معجزہ تھا کہ اس نے سابق غلام حضرت زیدؓ جو کسی عرب خاتون کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے تھے انہیں قریش کے نہایت اعلیٰ خاندان کی معزز خاتون حضرت زینب کا کفو بنا دیا۔ شادی ہو گئی لیکن کچھ ہی مدت کے بعد دونوں کے ازدواجی تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کی طبیعت میں نفور دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اور طلاق کی اجازت چاہی لیکن آنحضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کچھ دنوں تک گزارہ کیا لیکن جب انھوں نے پوری طرح

محسوس کر لیا کہ طبیعت کے اختلاف اور ذوق و مزاج کی ناہمواری کی بنیاد پر دونوں کی زندگی خوشگوار نہیں گذر سکتی اور نکاح کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تو مجبور ہو کر انہوں نے طلاق دے دی' حضرت زینبؓ اور ان کے گھر والوں کے لئے یہ بہت بڑا حادثہ تھا۔ وہ لوگ تو پہلے ہی اس رشتے کے لئے آمادہ نہ تھے' محض اللہ اور رسول علیہ کے حکم کی بنیاد پر انہوں نے اس کو قبول کیا تھا اور اب طلاق کی ذلت اس قریشی خاتون اور ان کے اہل خاندان کے لئے سوہان روح تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس حادثہ اور ذلت کو ان کی عزت کا ذریعہ بنائے کیونکہ انہوں نے حکم الٰہی پر سر جھکا دیا تھا' چنانچہ اس نکاح سے جب شریعت کی ایک غرض پوری ہو گئی اور عملی طور پر بھی اسلامی معاشرہ میں ایک مومن غلام قریش کی ایک معزز خاتون کا ہمسر قرار پایا' غلاموں کو ہر حیثیت سے معاشرہ میں عزت کا مقام حاصل ہو گیا اور اس طرح غلاموں کے تئیں دور جاہلیت کے غرور و نخوت اور جاہلانہ ذہنیت کا خاتمہ ہو چکا تو قدرت کی مشیت ہوئی کہ حضرت زینبؓ کے دوسرے نکاح سے شریعت کی ایک دوسری ضرورت اور مصلحت کی تکمیل ہو اور دور جاہلیت کی رسم تبنیت کا خاتمہ ہو جس کی رو سے منہ بولے بیٹے کو زندگی کے تمام معاملات و احکام میں حقیقی فرزند کا مقام دیا جاتا تھا۔ اسلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ دین اور تنہا راہ نجات قرار دیا اور تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر کے ایک صالح اور برتر نظام زندگی کی حیثیت سے قیامت تک کے انسانوں کے لئے روئے زمین پر بپا کیا اس کے پیش نظر ایسی تمام غلط روایات اور باطل رسوم و رواج کو ختم کرنا بھی تھا لیکن چونکہ عرب معاشرہ میں اس کی جڑیں بڑی گہرائی میں پیوست تھیں اور بہت وسیع پیمانہ پر اس کا رواج تھا اس لئے محض قولی ہدایات کے ذریعہ لوگوں کے ذہن سے اس کی قباحت و شناعت کو نکالنا اور اس رسم کو بالکلیہ ختم کرنا مشکل تھا۔ گویا اس کی حیثیت کسی ایسے نرم و نازک پودے کی نہیں تھی جو معمولی ہواؤں سے اکھڑ جائے بلکہ اس کی حیثیت اس تناور درخت کی تھی جس کا استیصال طوفان اور باد صرصر کے بغیر نہیں ہو

سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ خود اپنے حبیب اور رسول ﷺ کے ذریعہ اس کا خاتمہ کریں۔ چنانچہ اس نے وحی کے ذریعہ اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنے سابق غلام اور متبنیٰ حضرت زیدؓ کی منکوحہ اور مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے اس رسم جاہلیت کا ازالہ فرمائیں اور اسلام کے پاکیزہ اور سنہرے فطری اصولوں کو فروغ دیں تا کہ پھر اس کے بعد کسی کو اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح کرنے میں کوئی تامل اور تردد باقی نہ رہے لیکن آپ کو اس کا اندیشہ تھا کہ منافقین اس پر نکتہ چینی کریں گے اور کہیں گے کہ لو محمد ﷺ نے اپنی بہو سے شادی رچالی۔ اس بنا پر آپ کو اس میں تامل ہو رہا تھا اور آپ اس سلسلے میں فوری قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے حتیٰ کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ لوگوں سے ڈر رہے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے؟ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ ﷺ اس سے ڈریں اور بلا تاخیر اس کی تعمیل کریں۔ (۴۴)

تعلیم نسواں

اس امر میں دو رائے نہیں کہ مرد و عورت انسانی معاشرہ کے دو بنیادی ستون ہیں کسی بھی معاشرہ کی مکمل اصلاح جبھی ممکن ہے جبکہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی صحیح تعلیم و تربیت ہو۔ تنہا مردوں کی اصلاح پورے معاشرہ کی اصلاح کی ضامن نہیں ہو سکتی کیونکہ عورتیں نصف انسانیت ہیں اور عورتوں کی مکمل اصلاح عورتوں ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ عورتیں زیادہ تر عورتوں ہی کا اثر قبول کرتی ہیں۔ عام طور پر عورتوں میں جو بھی اصلاح و سدھار یا بگاڑ اور فساد رونما ہوتا ہے وہ عورتوں ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس لئے عورتوں کی اصلاح و تربیت کے لئے عورتیں ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہو سکتی ہیں اور معاشرتی اصلاح کے لئے مردوں سے زیادہ عورتوں کی تربیت ضروری ہے اس لئے کہ بچے ان ہی کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ ماں کی گود بچوں کے لئے اولین درسگاہ اور تربیت گاہ ہے۔ ماں اگر اچھی اور تربیت یافتہ ہو گی

تو اس کے بچے بھی شائستہ اور مہذب ہوں گے اور بچوں کی اصلاح و تربیت ہی سے آئندہ نسل کی اصلاح ممکن ہے اس لئے عورتوں کی اصلاح و تربیت اور ان کے درمیان دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ضروری تھا کہ نبی اکرم ﷺ مختلف عمروں اور مختلف ذہنی صلاحیتوں کی حامل خواتین کو اپنے نکاح میں لائیں اور اس طرح براہ راست ان کی تربیت فرما کر عورتوں کی اصلاح کے لئے ان کو تیار کریں۔

آپ کو اللہ نے جس طرح مردوں کا نبی بنایا تھا اسی طرح عورتوں کا بھی شریعت کے احکام جس طرح مردوں پر فرض ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی اور ان کا علم جس طرح مردوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی اس لئے آپ نے عورتوں کی تعلیم کے لئے کچھ اوقات مخصوص فرما دیئے تھے جن میں وہ آکر دین کا علم حاصل کرتیں۔ شریعت کے کچھ احکام ہیں جن کا تعلق دونوں صنفوں سے ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق عورتوں سے ہے مردوں سے نہیں۔ عورتوں کے مخصوص احکام عورتیں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھا سکتی ہیں یا پھر شوہر اپنی بیوی کو بلا تکلف سمجھا سکتا ہے لیکن عام عورتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھایا جا سکتا۔ فطری حیا بھی عورتوں کو براہ راست مردوں سے پوچھنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ انصار کی بعض خواتین ایسی بھی تھیں جو دینی مصلحت کو ترجیح دیتے ہوئے مسائل دریافت کرنے میں شرم نہ کرتیں اور بہت سی خواتین براہ راست پوچھنے میں حجاب محسوس کرتیں اور ازواج مطہرات کو واسطہ بناتیں۔

اسلامی معاشرہ میں چونکہ مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا اس لئے عورتوں کی براہ راست تعلیم و تربیت کے لئے زیادہ وقت فارغ کرنا آپ کے لئے ممکن نہ تھا۔ دوسرے بہت سے نسوانی مسائل ایسے ہیں جن کو علی الاعلان یا عورتوں کے سامنے کھول کر بیان کرنے میں حیا مانع ہوتی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ تو جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کنواری پردہ نشین عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ (۴۵) اس

تھا کہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کا اس سے بجز اور کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ ؐ مختلف خواتین سے نکاح کر کے ان کی براہ راست تعلیم وتربیت کریں اور انہیں دوسری عورتوں کو دین سکھانے کے لئے تیار کریں۔ نسوانی مسائل کی بہت سی گتھیوں کو سلجھانے میں ازواج مطہرات کا غیر معمولی کردار ہے۔ انہوں نے وہ مسائل خود آنحضرت ﷺ سے دریافت کر کے دوسری صحابیات کو بتائے' یا صحابیات ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتی تھیں تو وہ حضور ﷺ سے رجوع کر کے انہیں جواب دیتی تھیں۔

مخصوص مسائل سے ہٹ کر بھی بہت سی تعلیمات اور احکام کا علم امت کو ازواج مطہرات ہی کے واسطے سے ہوا ہے۔ وہ خلوت گاہ نبوت کی رازدار تھیں۔ انہیں بہت سی ان باتوں کی خبر رہتی تھی جو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھیں۔ دین کی بہت سی تعلیمات انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر کے حاصل کیں اور رسول اللہ ﷺ بھی انہیں مستفید فرماتے رہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی معتدبہ تعداد ایسی ہے جو ہم تک صرف ازواج مطہرات کے ذریعے سے پہنچی ہے۔

چنانچہ عورتوں سے متعلق مخصوص مسائل حیض نفاس غسل وطہارت ولادت رضاعت حضانت اور بچوں کی تربیت وغیرہ کے مسائل زیادہ تر ان ہی کے واسطے سے مدون ہوئے۔ (۴۶) اسی طرح رسول مقبول ﷺ کی حیات طیبہ کے بہت سے نجی اور غیر نجی اہم پہلوؤں کی وضاحت میں انہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگر آپ ؐ کی جلوت اور بیرونی مشاغل کے حالات بیان کرنے کے لئے مستقل اصحاب صفہ کی جماعت اور دیگر ہزاروں صحابہؓ ہیں تو دوسری طرف آپ ﷺ کی خلوت' ازدواجی وعائلی زندگی کے حالات اور اندرون خانہ کے امور ومعاملات اور اس سلسلے میں آپ ؐ کے ارشادات وفرمودات کی روایت کرنیوالی امہات المومنین کی مقدس جماعت ہے

۔ یہ ازواج مطہرات کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کی خلوت کے گوشوں کی بھی پوری طرح وضاحت فرمادی ورنہ امت اس سے محروم رہتی۔

آنحضور ﷺ نے اسی اہم مقصد کی خاطر ہجرت کے بعد اور اپنی عمر کے تیسرے مرحلہ میں مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی عورتوں سے نکاح فرما کر انہیں عورتوں کی اصلاح اور ان کے مابین دین کی تبلیغ و دعوت اور اسلامی احکام کی اشاعت کا موثر ذریعہ بنایا۔ اور شاید اسی مقصد کے پیش نظر آپ کے وصال کے بعد عام مسلمان خواتین کے برعکس آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا تاکہ وہ پیغمبر اسلام کے روپوش ہو جانے کے بعد امت اور خاص طور پر عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یکسو اور فارغ رہ سکیں اور نئی ازدواجی زندگی کے فرائض اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی میں مزاحم اور مانع نہ ہیں۔ ظاہر ہے اتنا بڑا اور عظیم الشان کام ایک دو عورتوں کے ذریعے انجام نہیں پاسکتا تھا اس کے لئے عورتوں کی ایک جماعت درکار تھی۔ ہجرت کے بعد آپ نے جو متعدد شادیاں کیں ان کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔ آپ نے اپنے بعض ارشادات میں اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ مثلاً سیدہ عائشہ کے بارے میں فرمایا:

خذوا نصف دینکم عن ھذہ الحمیراء (۴۷)

تم اپنا نصف دین اس سرخ رنگ والی سے سیکھو۔

حوالہ جات و حواشی باب دوم

۱- یاد رہے کہ دین کے سرچشمہ ہدایت اور جان و روح ایمان نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ادنیٰ بدگمانی شائبہ اور تنگ دلی ایک مسلمان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

(الف) سورۃ النساء : آیت ۶۵

(ب) سورۃ النساء کی اسی آیت کے تحت تفاسیر

(ج) صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲-۳۲۷ اور ج ۲ ص ۹۱۸ طبع کراچی

(د) سنن ابی داؤد (کتاب الصوم) ج ۱ ص ۳۳۵

(ہ) ابن حجر عسقلانی فتح الباری : ۴ : ۲۸۰ طبع لاہور

۲- شیخ علی طنطاوی : تعریف عام بدین الاسلام (اردو ترجمہ "اسلام") ص ۸۹ ، ۴۲۸ ، ۱

۳- سورۃ الکہف : آخری آیت

۴- مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری حوالہ مولانا ابوالحسن علی ندوی : منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین : ص ۳۴ طبع لاہور

۵-(الف) صحیح بخاری (کتاب الصوم باب الوصال) ج ۱ ص : ۲۶۳

(ب) ایضاً (کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین) ج : ۲ ص : ۱۰۸۴ طبع کراچی

(ج) صحیح مسلم (کتاب الصیام باب النہی عن الوصال) ج : ۱ ص : ۳۵۱

(د) سنن ابی داؤد (کتاب الصیام باب فی الوصال) ج : ۱ ص : ۳۲۲ طبع کراچی

(ہ) مشکوٰۃ ص : ۱۷۵ طبع کراچی

٦- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

علامہ قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۴: ۲۱۱-۲۱۲ قاہرہ ۱۳۸۷ھ

۷- سورۃ الاحزاب: ۵۰

۸- علامہ قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۴: ۲۱۲ طبع قاہرہ

۹-(الف) علامہ قرطبی: الجامع الاحکام القرآن: ۱۴: ۲۱۳ طبع قاہرہ

(ب) علاء الدین الشہیر بالخازن: تفسیر خازن: ۵: ۲۲۹ مصر ۱۳۷۵ھ

۱۰- علی بن برہان الدین الحلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۱۵۳ طبع مصر

۱۱- امام رازی: تفسیر کبیر: ۳۱: ۲۱۴ طبع مصر

۱۲- ابن ھشام: سیرۃ النبی: ۱: ۱۹۷ طبع مصر

۱۳- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۲۱ طبع مصر بیروت

۱۴- یہ خالی عقیدت کا اظہار نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ یہ تمام معجزات حدیث و سیرت کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۵- قریش مکہ آپ کی ذات ستودہ صفات کو (العیاذ باللہ) "مذمم" کہتے اور گالیاں دیتے ان کی یہ غیر حقیقت پسندانہ اور طفلانہ حرکت دیکھ کر آپ نے فرمایا: "یسبون و یھجون مذمما وانا محمد" یہ لوگ کسی مذمم کو گالیاں دیتے اور اس کی ہجو کرتے ہیں جبکہ میں تو محمد (سراپا حمد) ہوں

(ابن ھشام: سیرت النبی: ۱: ۳۷۹ طبع مصر)

۱٦- تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۸ نیز ج ۱ ص ۱۳۱

(ب) حافظ نورالدین ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۹: ۲۱۹ باب فضل خدیجہ

(ج) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۰٦ (تحت ازواج رسول اللہ)

(د) البیہقی: السنن الکبریٰ: ۷: ۷۱ (کتاب النکاح باب تسمیۃ ازواج النبیؐ)
(ھ) ابو جعفر بغدادی: کتاب المحبر: ص ۷۸، ۷۹ (تحت ازواج رسول اللہؐ)
(و) حافظ ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی) ج ۱ ص ۱۸۰
(ز) زرقانی: شرح مواہب اللدنیہ: ۱: ۲۳۲-۲۳۶ طبع مصر
(ح) ملا باقر مجلسی الشیعی: حیات القلوب: ۲: ۲۸۷ (باب ۵۲) نولکشور لکھنو
(ط) دیگر کتب سیرت
۱۷- ابن ھشام: سیرۃ النبیؐ: ۲: ۲۵ طبع مصر
۱۸- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
(الف) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۳۹۹ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
(ب) ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱: ۱۵ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۹- (الف) ابن ھشام: سیرۃ النبیؐ: ۲: ۲۵ نیز ج ۱ ص ۲۵۴ طبع مصر
(ب) ابن جوزی: الوفا باحوال المصطفےٰ: ۱: ۱۲۵ طبع مصر ۱۹۶۶ء
(ج) ابن جریر طبری: تاریخ طبری: ۲: ۳۰۰ طبع مصر ۱۹۶۱ء
(د) ابن عبد البر: الدرر فی اختصار المغازی والسیر: ص ۲۸ قاہرہ
۲۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
(الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۱ (مع حاشیہ) طبع کلاں سعید کمپنی کراچی
(ب) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ (اردو ترجمہ بنام طبقات کبیر) ج ۳ ص ۱۲۵
(ج) حافظ ابن کثیر: الفصول فی سیرۃ الرسولؐ ص ۲۵۰ بیروت / مدینہ منورہ
(د) علی ابن برہان الدین حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۸۳ مصر ۱۳۸۲ھ
(ھ) ابن ملقن: غایۃ السول فی خصائص الرسولؐ ص ۱۹۲-۲۳۷ بیروت
(و) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۴۶
۲۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۴۶

۲۱۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو:

قاضی سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین: ۲: ۱۳۹۳۱۳۳ شیخ غلام علی لاہور

۲۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد صحیح بخاری میں ساٹھ سے لے کر سو تک بیان ہوئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۸-۹۸۲-۱۱۱۳ کراچی، اسی طرح سورہ ص کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السلام کی ۹۹ بیویوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۳۔ ابن سید الناس، عیون الاثر: ۲: ۳۰۷ بیروت

۲۴۔ (الف) جامع ترمذی (ابواب النکاح باب ما جاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ) ص ۱۷۲ طبع کلاں کراچی

(ب) سنن ابن ماجہ (ابواب النکاح باب الرجل یسلم وعندہ اکثر من اربع النسوۃ)

(ج) مشکوٰۃ المصابیح (باب المحرمات) ص ۲۷۴ کراچی

۲۵۔ (الف) سنن ابی داؤد (کتاب الطلاق باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع)

(ب) ابن ماجہ حوالہ سابق

۲۶۔ (الف) امام رازی: تفسیر کبیر: ۳: ۲۰۱ المطبعۃ العامرہ مصر

(ب) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم: ۱: ۴۵۱ طبع مکتبہ تجاریہ مصر

(ج) مشکوٰۃ المصابیح (باب المحرمات) ص ۲۷۴ کراچی

۲۷۔ محمد ابن حبیب بغدادی: المحبر: ص ۳۵۷ حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء

۲۸۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب المحرمات) ص ۲۷۴ طبع کراچی

۲۹۔ ان بے شمار مصالح کی طرف ہمارے قابل قدر عربی اردو مفسرین نے سورہ النساء کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر کے تحت اشارہ کیا ہے۔ (جزاہم اللہ خیرا)

۳۰۔ علامہ زاہد الکوثری: مقالات الکوثری: ص ۲۲ طبع کراچی ۱۳۷۴ھ

۳۱۔ (الف) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۲۲۴ (قدرے اضافہ کے ساتھ)

(ب) ابن قیم: زاد المعاد: ج ۱ ص ۱۰۵ تا ۱۱۴ طبع بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۸ء

(ج) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۴۷ المکتب الاسلامی بیروت

۳۲- سورۃ الاحزاب: ۵۰

۳۳- ایضاً

۳۴-(الف) صحیح مسلم (کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ ثم یتزوجہا) ج ۱ ص ۴۵۹

(ب) سنن نسائی: (کتاب النکاح باب البناء فی السفر) ج ۲ ص ۷۵ کراچی

(ج) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۹۸، ۴۰۵ نیز ج ۲ ص ۶۰۳، ۶۰۹، ۷۵۵

(د) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۱۲۳ بیروت

(ہ) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۴۲ طبع مصر

(و) ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ: ۳: ۳۹۲ مصر

(ز) علی بن برہان الدین حلبی: السیرۃ الحلبیہ: ۳: ۴۱۵ مصر ۱۳۸۲ھ

۳۵-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۹۷ بیروت

(ب) حسن البناء: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۱۳۳

(ج) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۹۹ المکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

(د) ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱: ۱۰۹ بیروت ۱۴۰۵ھ

(ہ) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۳۹ طبع دار المعارف مصر

۳۶-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۱۱۶-۱۷ بیروت

(ب) ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: القسم ۴ ص ۱۸۰۵

(ج) ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ: ۳: ۳۳۹

(د) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۲۱۸

(ہ) حسن البنا: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۱: ۳۱ طبع مصر

(و) شیخ عبد الحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۲۶۳

۳۷- ایضاً

۳۸- ابن ھشام: سیرۃ النبیؐ :۳: ۳۳۹ طبع مصر

۳۹- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۹۰-۹۱ بیروت

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۶۵

(ج) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۱۳۱ لاہور

(د) ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد ۱: ۱۰۷ بیروت

۴۰- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الاطعمہ - الفصل الاول) ص ۳۶۳

۴۱-(الف) صحیح بخاری: ۲: ۱۰۳۸ طبع کلاں کراچی

(ب) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۳۹۷

(ج) ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی سیرۃ خیر العباد ۱: ۱۰۵ بیروت ۱۹۸۸ء

۴۲- حافظ ابن حجر: الاصابہ :۸: ۵۲ (تحت حفصہ بنت عمر)

۴۳-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ :۳: ۴۲ بیروت

(ب) سہیلی: الروض الانف :۱: ۲۸۷ طبع مصر

(ج) حلبی: سیرت حلبیہ :۱: ۴۳۹ طبع مصر

۴۴- سورۃ الاحزاب : ۳۷

۴۵-(الف) صحیح بخاری (کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ)

(ب) صحیح مسلم (کتاب الفضائل) ج ۲ ص ۲۵۵

۴۶- صحاح ستہ دیگر کتب حدیث اور کتب فقہ میں طہارت، غسل اور وضو وغیرہ کے ابواب کے مطالعہ سے ان مسائل کی وسعت اور افادیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

۴۷- الف)

مسند فردوس دیلمی بحوالہ سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہؓ ص ۱۶۵

باب سوم

کاشانہ نبویؐ کا نظم و نسق

گھر کے سربراہ۔ خود حضور ﷺ

گھر ایک چھوٹا سا معاشرتی ادارہ یا ایک قسم کی مختصر سی ریاست ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کسی بھی ادارے یا ریاست کے انتظام کو کامیابی اور خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ایک امیر، حاکم، منتظم یا سربراہ کی ضرورت ہے ورنہ وہ ادارہ یا ریاست درہم برہم اور چوپٹ ہو کر رہ جائے۔ گھریلو ادارے اور گھریلو حکومت کو کنٹرول کرنے اور اس کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لئے تنظیمی سربراہی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مردوں کو سونپی گئی ہے۔ کیونکہ گھر کے انتظام و انصرام اس کی ضروریات و اخراجات کی فراہمی اور ہر طرح کے خطرات سے حفاظت کے لئے جن جسمانی ذہنی فکری اخلاقی قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ خالق کائنات نے اپنی تکوینی مصلحتوں کے تحت طبعی اور فطری طور پر مردوں کو ودیعت فرمائی ہیں۔ اس لئے انتظامی معاملات میں عورتوں کو مردوں کے ماتحت قرار دیتے ہوئے اللہ کریم نے فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (سورۃ النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے سر دھرے (نگران، محافظ، منتظم، مدبر، امور نسواں کا انتظام کرنے والے اور ان کی کفالت کرنے والے) ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک (مردوں) کو دوسرے (عورتوں) پر (طبعی و تکوینی لحاظ سے) بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنے مال کو

(عورتوں پر) خرچ کیا ہے۔

ایک حدیث نبوی بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ گھر کا نگران اور ذمہ دار مرد ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے ہر ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ نگران و ذمہ دار (راع) قرار دینے اور اس کی رعیت کے بارے میں مسئولیت کا احساس دلانے کے ضمن میں فرمایا:

۔۔۔۔۔۔ الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عنھم الخ (۱)

اور مرد اپنے اہل خانہ کا نگران و ذمہ دار ہے اور (بروز قیامت) ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

خالق کائنات اور اس کے آخری نبی ﷺ کے اس فیصلے کے برعکس جو قومیں اور تہذیبیں دین و دنیا کے تمام امور میں مرد و عورت کی مساوات اور شانہ بشانہ کام کرنے کی غیر فطری روش پر گامزن ہوئیں۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ وہ بالعموم ناکام اور ذلیل و خوار ہوئیں۔ اسی لئے دانائے سبل ختم الرسل اور انسانیت کے اخلاقی، جسمانی و روحانی طبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ اہل فارس نے اپنے امور مملکت کسریٰ کی بیٹی کے سپرد کر دیئے ہیں تو فرمایا:

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرءۃ (۲)

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملے (خصوصاً حکومت) کی ذمہ دار عورت کو بنائے گی۔

اسلام اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے درج بالا اصول کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، سماجی، روحانی، ایمانی، اخلاقی اور مادی حاجات و ضروریات کی فراہمی اور گھر کے نظم و نسق کو چلانے کے ذمہ دار تھے۔

ہم اس باب میں انشاء اللہ العزیز اس امر کا جائزہ لینے کی سعادت حاصل

کریں گے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے کس کمال تدبر، حوصلے، برداشت، حسن تدبیر، دور اندیشی، پیار محبت، صبر، قناعت، حکمت عملی اور حسن انتظام سے اس معاشرتی فرض کو سر انجام دیا۔ کس طرح نادار سے نادار اور کثیر العیال صاحب خانہ کے لئے گھریلو انتظام و انصرام کے سلسلے میں بہترین نمونہ چھوڑا اور کس طرح آپ ﷺ نے گھر کو امن و سکون کا ایک گہوارہ اور گھریلو ماحول کو جنت نظیر بنایا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا)

گھر۔ایک بنیادی ضرورت

گھر یا مکان کا انسان کی بنیادی ضرورت ہونا عقلی اور تجرباتی طور پر تو مسلم ہی ہے۔ شرعی اعتبار سے بھی انسان کی ایک بنیادی اور واقعی ضرورت ہے۔ چنانچہ بیویوں کے ضروری نان نفقہ جس کا مہیا کرنا خاوند کی شرعاً ذمہ داری ہے، اسی کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (سورۃ الطلاق ۔ ۶)

ان کو گھر (رہائش) دو رہنے کے واسطے جہاں تم خود رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق۔

اسی طرح ایک آدمی کی بنیادی ضروریات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ليس لابن آدم حق في سوى هذا الخصال بيت يسكنه وثوب يواري به عورته و جلف الخبز والماء۔ هذاحديث صحيح (۳)

ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں کوئی حق نہیں۔

۱۔ گھر جس میں وہ سکونت اختیار کرے

۲۔ کپڑا یا لباس، جس کے ذریعے وہ اپنے قابل ستر بدن کو چھپائے

۳۔ روٹی کا ٹکڑا اور

۴۔ پانی

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاریؒ نے حق کا معنی حاجۃ (ضرورت) لکھا ہے اور درج بالا ان اشیاء کو "ضروریات بدن" قرار دیا ہے۔ (۴)

قرآن و حدیث کی مذکورہ اور دیگر نصوص سے استدلال و استنباط کرتے ہوئے فقہاء و مجتہدین امت نے بھی مکان کو انسانی کی بنیادی ضروریات میں شمار کیا ہے۔ (۵)

ازواج مطہراتؓ کے لئے گھروں کی تعمیر

نبی کریم ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو بچپن میں دادا جان اور جوانی میں اپنے مہربان چچا خواجہ ابو طالب کے ساتھ رہے۔ پھر عمر کے ۲۵ ویں سال جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ عقد نکاح ہوا تو انہیں کے گھر منتقل ہو گئے۔ اس لئے آنجناب ﷺ کو مکہ مکرمہ میں اپنے لئے کوئی نیا گھر تعمیر کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ مگر جب آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مستقل طور پر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہاں آپ کو اپنے اور اپنی ازواج مطہراتؓ کے لئے گھر یا حجرے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

رہائش کی ضرورت دیگر مہاجرین مکہ کو بھی درپیش تھی اس کے لئے آپؐ نے پہلے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان "مواخات" کا تاریخی اور مثالی عقد قائم فرما کر مہاجرین کی رہائش کا انتظام فرمایا پھر اللہ کے گھر یعنی مسجد کو تعمیر فرمایا۔ اس کے بعد اس شاہ عرب اور تاجدار مدینہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے دنیا کے عام حکمرانوں اور بڑے لوگوں کے برعکس پر تکلف محلات یا پر تعیش بنگلے اور لمبی چوڑی کوٹھیاں نہیں بلکہ انتہائی سادہ اور مختصر جھونپڑے یا حجرے تعمیر کرائے اور یہ حجرے آپؐ کے وصال تک جب کہ اسلامی حکومت کا دائرہ حجاز، یمن، نجد، طائف اور بحرین سمیت دس لاکھ مربع میل تک پھیل چکا تھا۔ (۶) جوں کے توں رہے آخر تک ان میں کوئی فرق یا تبدیلی نہ آئی۔

یہاں ان حجروں کی بناوٹ اور تعمیر کی کیفیت و کمیت کے متعلق بھی تھوڑا سا

عرض کر دینا ضروری ہے تا کہ ہمارے ملک میں "غریب عوام" کا نعرہ لگانے والے سیاسی و مذہبی قائدین جو خود کئی کئی کنال پر مشتمل پر تکلف اور پر تعیش کوٹھیوں میں رہتے ہیں اور گورنر ہاؤس' چیف منسٹر ہاؤس' پرائم منسٹر ہاؤس اور پریذیڈنٹ ہاؤس جیسی ایکڑوں کے اندر پھیلی ہوئی پر تکلف رہائشیں اور دفاتر جن کے ایک ایک باتھ روم پر اتنا قیمتی 'درآمدی" سامان لگایا جاتا ہے کہ اس سے سینکڑوں بے گھر لوگوں کو گھر مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ ان کے اندر رہنے والے' عمرہ پہ عمرہ کرنے والے اور گنبد خضریٰ پر حاضری دینے والے حکمرانوں کو معلوم ہو سکے کہ گنبد خضریٰ کے جانشین محبوب خدا ﷺ جن کے ہاتھ میں اللہ کریم نے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں تھمادی تھیں (۷) اور اگر چاہتے تو اللہ ان کے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔ (۸) کے ذاتی مکانات یا حجرے کس قسم کے تھے۔ چنانچہ۔

آپ ﷺ کے سارے حجروں میں جو آپ کی ایک ایک زوجہ محترمہ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا' کھجور کے تنوں' کھجور کے ٹکڑوں' کھجور کے پتوں اور مٹی کے سوا کسی دوسرے عمارتی سامان کو استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ شہتیروں کے طور پر بھی کھجور کے تنے ہی استعمال ہوئے تھے۔ ان کے اوپر کھجور کے پتے اور شاخیں ڈال کر مٹی سے لیپ دیا گیا تھا۔ صرف چار حجروں کے آگے مٹی کی دیواریں یا باڑیں بنی ہوئی تھیں۔ باقی پانچ کے آگے یہ دیواریں بھی نہ تھیں۔ اونٹوں کے بالوں سے بنے ہوئے ٹاٹ ڈال کر پردہ کیا گیا تھا۔ داؤد بن قیس کے بیان کے مطابق جنہوں نے خود ان حجروں کو دیکھا تھا' چار دیواری کے دروازے اور گھر کے دروازے کے درمیان کوئی چھ یا سات ہاتھ (ہاتھ عموماً ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) کا فاصلہ تھا اور اصل حجروں کی لمبائی چوڑائی کوئی دس دس ہاتھ اور سمہودی کی ایک روایت کے مطابق تین تین ہاتھ تھی۔ (۹)

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق تو سیدہ عائشہؓ کے حجرے کی لمبائی

چوڑائی اتنی تھی کہ حضور ﷺ کے سجدے کے لئے سیدہ عائشہؓ کو پاؤں سکیڑنے پڑتے تھے تب سجدہ ہو سکتا تھا۔(۸۔۹)

اب فلک بوس عمارات میں رہنے والے روساء و حکمران اور عاشقان رسول ﷺ ان حجروں کی اونچائی بھی ایک چشم دید گواہ سے سن لیں۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (جو بقول ابن کثیر سرخ و سفید، فربہ اور دراز قد تھے) فرماتے ہیں:

كنت ادخل بيوت ازواج النبي صلى الله عليه وسلم في خلافة عثمان بن عفان فاتناول سقفها بيدي (۱۰)

میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتا تھا۔ (ان کی اونچائی اتنی تھی کہ) میں اپنے ہاتھ سے ان کی چھتوں کو چھو لیتا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں ۸۸ھ میں جب ان حجروں کو شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیا گیا تو معروف تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ نے روتے ہوئے کہا۔

"اگر ان حجروں کو اپنی اصلی حالت پر رکھا جاتا اور شہید کر کے مسجد میں شامل نہ کیے جاتے تو دنیا کو اندازہ ہوتا کہ سید الرسل اور سید الثقلین ﷺ نے کتنی کم دنیا پر اکتفا کیا ۔دوسرے حصول دنیا اور تکاثر کی دوڑ میں شریک ہوس زر کے اندھوں میں دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت کا داعیہ پیدا ہوتا۔"(۱۱)

ان حجروں کے متعلق خادم رسول حضرت انسؓ اپنی آنکھوں دیکھی شہادت یوں دیتے ہیں:

"میں نے ازواج النبی ﷺ کے حجروں کو دیکھا ہوا تھا۔ وہ کھجور کے پتوں سے تعمیر کئے گئے تھے جن کے دروازے پر سیاہ رنگ کے بالوں کے ٹاٹ

پڑے ہوئے تھے- جس دن ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ حجرے گرا کر مسجد میں شامل کیے گئے 'اہل مدینہ جتنا اس دن روئے تھے کبھی روتے نہیں دیکھے گئے-" (۱۲)

سیدہ عائشہؓ کے حجرے کے ساتھ ایک بالا خانہ بھی تھا جسے "مشربہ" کہتے تھے- ایلاء کے ایام میں حضور اکرم ﷺ نے یہیں ایک مہینہ علیحدگی میں بسر فرمایا تھا- جبریل امین اور وحی خداوندی کی جائے نزول اور رشک عرش معلی ان حجروں میں زہد و فقر محمدی اور بے رغبتی دنیا کے باعث راتوں کو چراغ تک نہیں جلتے تھے- (۱۳)

گھر کی تعمیر میں فضول خرچی - ناپسند

گھر اور سر چھپانے کی جگہ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے 'انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے 'مگر گھر یا مکان کی تعمیر میں اسوہ نبوی ﷺ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے- مکان کی تعمیر و تزئین میں نام و نمود نمائش اور فخر و مباہات کے لئے فضول خرچی کرنا اگرچہ حلال آمدنی سے ہو نگاہ نبوی میں پسندیدہ نہیں- حجرات نبویؐ کی تعمیر میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ تمام تمدنی وسائل مہیا ہونے کے باوجود کسی قسم کا نقش و نگار' سنگ مرمر' رنگ و روغن' ٹائل' باغیچے' گراسی پارک اور فلک بوس عمارت تو بہت دور کی بات ہے آنجناب ﷺ نے تعلیم امت کی خاطر پکی اینٹ کے استعمال کو بھی پسند نہیں فرمایا- چنانچہ مورخ سمہودی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (دومتہ الجندل) کی مہم پر تھے تو ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ نے اپنے حجرے کو پکی اینٹوں سے تعمیر کروایا- حضور ﷺ لوٹے تو سب سے پہلے اس پر آپ ﷺ کی نظر پڑی - آپؐ سیدہ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ کیسی تعمیر دنیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لئے ستر پردہ ہے- فرمایا کہ سب سے بدتر مصرف جس میں مسلمان کا مال خرچ ہو تعمیر ہے- (۱۴)

یہی چیز یعنی مکانات کی تعمیر و تزئین میں فضول خرچی امت کے لئے بھی

پسندیدہ نہیں تھی- چنانچہ اس سلسلے میں یہاں ایک ایمان افروز روایت کا مطالعہ غیر مناسب نہیں ہوگا۔

خادم رسول ﷺ حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ باہر نکلے تو آپؐ کی نظر (رستے میں) ایک بلند قبہ (گنبد) پر پڑی- ناپسندیدگی کے انداز میں آپ ﷺ نے پوچھا یہ گنبد نما مکان کس کا ہے؟ صحابہؓ نے ایک انصاری کا نام بتایا -آپؐ خاموش ہوگئے اور ناراضگی یا خفگی کو دل میں رکھا (زبان سے کچھ نہ فرمایا) جب وہ مالک مکان انصاری بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو آپؐ نے ان سے اعراض فرمایا (منہ پھیر لیا)- اس نے متعدد بار سلام عرض کرنے کی کوشش کی مگر بے سود- اپنے آقا کی ناراضگی اور بدلا ہوا رخ بھلا ایک سچا جاں نثار کہاں برداشت کر سکتا تھا- اس نے اپنے ساتھیوں سے اس عدم توجہی کا ذکر کیا اور کہا آج حضور ﷺ کا یہ عجیب معاملہ دیکھتا ہوں- انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ نے تمہارے گنبد کو دیکھا تھا اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا- عاشق زار کو اپنے محبوب ﷺ کی ناراضگی اور بے التفاتی کی وجہ معلوم ہوئی تو کوئی تاویل نہ کی سیدھے گھر گئے کدال پکڑا اور گنبد کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا- اور پھر اخلاص ایسا کہ آکر حضور ﷺ کو بتایا بھی نہیں بعد میں دوبارہ ایک دن جب نبی اکرم ﷺ اس رستے سے گزرے اور قبہ کو نہ دیکھا تو پوچھا اس گنبد کا کیا ہوا- صحابہؓ نے بتایا کہ مالک مکان نے آپؐ کے اعراض کی وجہ پوچھی تھی اور ہم نے اسے بتایا تو اس نے اس کو گرا دیا- آپؐ نے فرمایا:

ان کل بناء و بال علی صاحبه الا مالا الا مالا یعنی مالا بدمنه (۱۵)

ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر وہ تعمیر جو بہت ضروری اور ناگزیر ہو- یعنی جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو-

اب مکان یا عمارت میں مالا بدمنه (ناگزیر) کی کیا حد ہے تو شعرانی نے

اس کی صراحت یوں کی ہے کہ :

هو ما يقيه من الحر والبرد والسباع و نحو ذالك (١٦)

وہ اتنی عمارت ہے جو انسان کو گرمی سردی اور درندوں وغیرہ سے تحفظ فراہم کر سکے۔

ایک روایت میں ہے :

حضور ﷺ نے شان و شوکت والی عمارت کے بارے میں سخت وعید سنائی تو آپ سے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دکھاوے اور شان و شوکت کے لئے مکان بنانے کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

يبنى فضلا على مايكفيه استطالة منه على جيرانه و مباهاة لا خوانه (١٧)

کوئی آدمی اپنی ضرورت سے زیادہ مکان محض اس لئے بناتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں پر رعب جما سکے اور اپنے بھائیوں پر فخر کر سکے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ مکانات کی تعمیر میں فضول خرچی کو یوں ناپسند فرمایا:

"جب کسی بندے کے مال میں برکت نہیں دی جاتی تو وہ اسے گارے پانی میں لگا دیتا ہے۔ (١٨)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

"مومن جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس پر اسے اجر دیا جاتا ہے سوائے اس (فضول) خرچ کے جو وہ اس مٹی (تعمیر مکان) پر خرچ کرے۔ (١٩)

اثاثۃ البیت (گھریلو سامان) :

آج جب اثاثۃ البیت (گھریلو سامان) کا نام لیا جائے تو ذہن فوری طور پر

ہمارے گھروں میں موجود فرنیچر' میز' کرسیاں' صوفے سیٹ' بیڈ' قالین' ڈائننگ ٹیبل' ڈریسنگ ٹیبل' سنگھار کی اشیاء' شیشہ' کنگھی اور چھری کانٹے' ٹی سیٹ' ڈنر سیٹ' واٹر سیٹ' گاؤ تکیے' پلنگ' چارپائیاں' فوم اور روئی کے گدے' رضائیاں' لحاف' کمبل' شوکیس' شوپیس' پیٹیاں' الماریاں' صندوق' سردیوں اور گرمیوں کے سوٹ' شیروانیاں' کوٹ' واسکوٹ' چادریں' پردے وغیرہ ہی صرف مختل ہو جاتا ہے۔ مگر حدیث و سیرت کی کتابیں بتاتی ہیں کہ کاشانہ نبوی میں ان تمام تکلفات و تعیشات بلکہ فضولیات کا قطعاً گزر نہ تھا۔ ذیل میں ہم شاہ عرب و عجم اور شہنشاہ مدینہ ﷺ کے گھروں میں عام طور پر موجود ساز و سامان اور استعمال کی ضروری چیزوں کی ایک اجمالی فہرست پیش کیے دیتے ہیں۔

ازواج مطہرات میں ام المومنین سیدہ عائشہؓ جو حضور ﷺ کی چہیتی زوجہ محترمہ جن کی جھولی اور جن کے حجرے میں آپ ﷺ نے وصال فرمایا اور جس حجرے میں آپ ﷺ آج بھی محو استراحت ہیں۔ اس حجرے کا کل ساز و سامان اور کل کائنات یہ تھی۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ایک چارپائی جو دو لکڑیوں سے بنائی گئی تھی اور ان لکڑیوں کو عام سی رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔
۲۔ چارپائی کے اوپر ایک پرانی چادر پڑی رہتی جسے گرمیوں میں تہہ کر کے نیچے بچھا دیا جاتا اور سردیوں میں آدھی گدے اور آدھی رضائی کے طور پر اوپر اوڑھ لیتے۔
۳۔ ایک تکیہ جس میں کھجور اور درختوں کی چھال بھری تھی۔
۴۔ ایک مٹکا پانی کے لئے۔
۵۔ وضوء اور نہانے کے لئے مٹی کا ایک لگن۔
۶۔ کھانے کے لئے مٹی کا ایک برتن

۷- ایک کھونٹی جس پر چند مٹھی جو اور کھجور لٹکے رہتے-

۸- جو پیسنے کے واسطے ایک چکی-

یہ تھا کاشانہ نبویؐ' دولت کدہ رسول ﷺ' مہبط وحی اور فرشتوں کا جائے نزول اور یہ تھا سادہ و قانع پیغمبر کا دنیا میں حصہ-(۲۰)

رہے پہننے کے "سوٹ" تو سوائے روئی کے ایک آدھ قمیص' ایک آدھ چادر اور ایک آدھ عمامہ کے کوئی فالتو کپڑا ہی نہ تھا جسے "سوٹ کیسوں" میں رکھنے کی نوبت آئی-(۲۱)

جس بالا خانہ میں آپؐ نے ایلاء کے زمانے میں قیام فرمایا تھا- ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ حاضر ہوئے تو سرور کائنات ﷺ کے مندرجہ بالا قسم کے انتہائی مختصر ساز و سامان اور چٹائی جس کے نشان جسم نبویؐ پر پڑ چکے تھے' کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے' حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو فاروق اعظمؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیوں نہ روؤں در انحالیکہ اس چٹائی نے آپؐ کے جسم نازنین پر نشان ڈال دیئے ہیں- اور یہ آپ کا کل خزانہ ہے! جو میری آنکھوں کے سامنے ہے جب کہ قیصر و کسریٰ مال و دولت باغات اور نہروں کے مزے لے رہے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے حالانکہ آپؐ اللہ کے فرستادہ اور اس کے محبوب ہیں-"

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

یا ابن الخطاب الا ترضی ان تکون لنا الاخرۃ ولھم الدنیا

اے ابن خطاب کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان (قیصر و کسریٰ) کے لئے فقط دنیا کی نعمتیں ہوں-

تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں-(۲۲)

کاشانہ نبویؐ میں موجود ساز و سامان کی عینی گواہ ام المومنین سیدہ عائشہ

صدیقہؓ نے وصال نبویؐ پر کیا خوب مرثیہ کہا اور کتنا شاندار خراج عقیدت پیش کیا۔ فرماتی ہیں۔

یا من لم یلبس الحریر
ولم ینم علی فراش الوثیر
و یا من خرج الدنیا
ولم یشبع من خبز الشعیر
ویا من اختار الحصیر علی السریر
ویا من لم تنم باللیل من خوف السعیر

۱- اے وہ (کالی کملی والے) جنہوں نے کبھی ریشم کا کپڑا نہ پہنا اور جو زندگی بھر نرم بستر پر نہ سوئے۔

۲- اے وہ (صادق و امین رسول ﷺ) جو دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ کبھی جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔

۳- اے وہ (شہنشاہ) جس نے چارپائی پر (نرم و گداز گدوں اور مخملی بستروں کے بجائے) چٹائی کو اختیار کئے (بچھائے) رکھا اور اے وہ (شب زندہ دار) جو دوزخ کے خوف سے (تعلیم امت کے لئے) رات بھر نہ سوتے تھے۔ (۲۳)

گھریلو خادم حضرت انس بن مالکؓ احمد رسول ﷺ پر اپنی عینی گواہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کھجور کی بنی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چارپائی پر سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ لیے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' اس حال میں محو استراحت تھے کہ آپؐ کے جسد اطہر اور چارپائی کے درمیان

کوئی چیز حائل نہ تھی۔(۲۴)

خلیفہ ہانی حضرت عمر بن ذہب کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چارپائی، عصا، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، جھوردار چادر اور کجاوہ تھا(۲۵) جب کبھی ان کے پاس قریش کے لوگ آتے تو آپ ان سے فرماتے:

"اے قریش! یہ اس ذات والاشان کی میراث ہے جس کے طفیل اللہ کریم نے تمہیں (دنیا میں) عزت، اقتدار اور کئی دیگر نعمتیں مرحمت فرمائیں۔(۲۶)

اسی طرح ایک روایت کے مطابق اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے گھر میں بھی حضور ﷺ کا کچھ سامان تھا جس کی وہ روزانہ زیارت کیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی ان کے پاس کوئی وفد آتا تو اسے یہ متاعِ نبویؐ دکھاتے ہوئے فرماتے:

"یہ اس ذات کی متاعِ دنیا (پونجی) ہے جس کی برکت سے اللہ کریم نے تمہیں دنیا میں عزت واقتدار نصیب فرمایا! یہ سامان خرما کی بنی ہوئی رسی سے بنی ہوئی چارپائی، کھجور کی چھال سے بھرا تکیہ، پانی پینے کا برتن، بڑا پیالہ، اون کی چادر، آٹا چھاننے کی چھلنی اور ترکش (جس میں چند تیر تھے) پر مشتمل تھا۔ چادر میں آپ ﷺ کے پسینہ کا نشان بھی تھا۔ ایک آدمی بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اس چادر نبوی ﷺ کو بھگو کر آپ ﷺ کے پسینہ کے چند قطرے نچوڑ دینے کی درخواست کی۔ چنانچہ بیمار آدمی کو چند قطرے نچوڑ کر پلائے گئے تو وہ تندرست ہو گیا۔"(۲۷)

علاوہ ازیں دولت کدہ نبوی میں جس گھریلو سامان کا تذکرہ ملتا ہے اس میں ایک طشت (تھال) ایک لکڑی کا بڑا پیالہ، (جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے) پینے کے لئے مٹی کا برتن، ایک پتھر کا برتن، تانبے کا ایک لگن (کپڑے دھونے یا

رنگنے کا برتن) پیتل کا ایک ٹب' ایک تیل کی شیشی' ایک عطر کی ڈبیہ جو مقوقس شاہ مصر نے سیدہ ماریہؓ (والدہ صاحبزادہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ ہدیے میں دی تھی' عاج کی کنگھی' ایک سرمے دانی اور قینچی شامل تھی۔(۴۸)

مشہور محدث ابن قیم الجوزیہ نے دولت کدہ نبویؐ کے سامان سے متعلق متفرق احادیث کو جمع کرتے ہوئے اثاثہ نبوی ﷺ کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ درج ذیل ہے:

۱- ایک شیشے کا پیالہ۔
۲- ایک لکڑی کا پیالہ جو رات کو پیشاب کرنے کیلئے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔
۳- صادر نامی ایک چھوٹا دونگا یا چھاگل (ایسا برتن جو انگور وغیرہ نچوڑتے وقت جمع ہونے کے لئے نیچے رکھا جاتا ہے)
۴- پتھر کا ایک چھوٹا برتن جس سے وضو کیا جاتا تھا۔
۵- پیتل کا ایک لگن (جو کپڑے دھونے اور رنگنے کے کام آتا تھا)
۶- "السعہ" نامی ایک بڑا پیالہ۔
۷- پیتل کا ایک نہانے کا ٹب۔
۸- تیل کی ایک شیشی۔
۹- ایک ڈبہ یا توشہ دان جس میں شیشہ اور کنگھا رکھا رہتا۔ کہا جاتا ہے یہ کنگھا عاج کا بنا ہوا تھا۔
۱۰- ایک سرمہ اثمد کی سرمے دانی جس سے رات کو سوتے وقت آپؐ تین سلائیاں آنکھوں میں ڈالتے۔
۱۱- شیشہ اور کنگھے والے ڈبے میں دو قینچیاں اور مسواک بھی تھی۔
۱۲- "الغراء" نامی ایک بڑا پیالہ جس کے چار حلقے تھے اور جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔

۱۳- ایک صاع (پیمانہ کا نام ہے)

۱۴- ایک مد (پیمانہ کا نام ہے)

۱۵- ایک چادر۔

۱۶- ایک چارپائی جس کے پائے ساج کے تھے۔

۱۷- چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (۲۹)

اس کے بعد ابن قیم نے حضور ﷺ کے گھر میں موجود چند اوزار جنگ اور جانوروں کو بھی شمار کیا ہے۔ ہمارے ہاں عام عرف میں یہ چیزیں اثاثۃ البیت تصور نہیں کی جاتیں اس لئے یہاں ان کی فہرست درج کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

چارپائی رسول ﷺ سے برکت کا حصول

نبی کریم ﷺ کے استعمال میں رہنے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مس کرنے والی چیزیں اپنی ظاہری ہیئت اور ساخت کے اعتبار سے اگرچہ کوئی زیادہ نفیس اور قیمتی نہ تھیں مگر روحانی و معنوی اور برکت کے اعتبار سے اور حضور ﷺ کے ساتھ نسبت کے حوالے سے رشک عرش بریں اور دنیا و مافیہا سے زیادہ قدر و قیمت رکھتی تھیں۔اس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہو جاتا ہے جسے صاحب سیرت شامی نے بلاذری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"قریش مکہ کے نزدیک چارپائیوں پر سونا بہت پسندیدہ امر تھا۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں نزول فرمایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابوایوب! کیا تمہارے ہاں کوئی چارپائی نہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ قسم بخدا نہیں۔ یہ بات انصاری صحابی اسعد بن زرارہ کو پہنچی تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چارپائی بھجوا دی جس کے بازو اور پائے لوہے کے

تھے- آپ اپنے وصال تک اسی چارپائی پر سوتے رہے- اسی چارپائی پر آپ ﷺ کا جنازہ پڑھا گیا- آپ کے وصال کے بعد اہل مدینہ حصول برکت کے لئے اسی چارپائی پر اپنے مردوں کو اٹھاتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ کا جنازہ بھی اسی چارپائی پر اٹھایا گیا-(۳۰)

گھر میں تکلفات و تعیشات سے نفرت

نبی کریم ﷺ کو گھر کی تعمیر میں فضول خرچی کی طرح گھر میں خواہ مخواہ کے بلا ضرورت تکلفات سے بھی نفرت تھی- اس کا اندازہ ذیل کے چند واقعات سے لگائیے:

۱- اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کو جو تعلق خاطر تھا وہ اہل علم سے مخفی نہیں- امام بخاری نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ جب بھی حضور اکرم ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے- بیٹی کو خوش آمدید کہتے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے - حضور ﷺ جب بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی عقیدت و محبت کا مظاہرہ فرماتیں-(۳۱) اس تعلق خاطر کے باوجود سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ایک روایت ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ عام غربت کے زمانے میں تکلفات کے استعمال کو آپ ﷺ نے کس طرح ناپسند فرمایا ہے- حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو دروازے پر ایک پردہ لٹکا نظر آیا چنانچہ گھر میں داخل نہ ہوئے اور واپس تشریف لے گئے- راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جب بھی باہر سے تشریف لاتے تو پہلے بیٹی فاطمہؓ کے گھر میں ہی داخل ہوتے- اس دفعہ واپس ہو جانے کا سیدہ کو بڑا غم ہوا- حضرت علیؓ آئے اور سیدہ

کو مغموم دیکھا تو پوچھا "مالک" آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں! ابا جان ﷺ آئے تھے مگر غریب خانہ میں داخل نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے ہمارے دروازے پر آکر گھر میں داخل نہ ہونے کا سیدہ فاطمہؓ کو بڑا غم ہے۔ فرمایا: وما انا والدنیا وما انا والرقم۔ میرا اور دنیوی زیب و زینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے۔ یہ دنیوی تکلف ہے مجھے اس سے کیا واسطہ؟ حضرت علی المرتضیٰؓ گھر آئے اور سیدہ کو حضور ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ بتائی۔ انھوں نے حضرت علیؓ کو دوبارہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ اس پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کپڑے کو فلاں قبیلے کے ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دو۔ (۳۴)

۲۔ سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن خالد الجہنیؓ سے مروی ہے کہ: ان سے حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے بیان کیا۔ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کوئی (شوقیہ رکھا گیا) کتا ہو یا (شوقیہ) تصویر تو اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ انھوں نے ابو طلحہؓ سے کہا۔ تم ہمارے ساتھ سیدہ عائشہؓ کے پاس چلو تاکہ ان سے بھی یہ بات پوچھ لیں۔ چنانچہ ہم ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابو طلحہ نے ہمیں اس طرح کی حدیث حضور ﷺ سے سنائی ہے۔ کیا آپ نے بھی اس بارے میں کوئی بات سنی ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا نہیں۔ البتہ میں تمہیں ایک چشم دید اور خود پر گزرا واقعہ سناتی ہوں۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے میں آپ کی واپسی کے انتظار میں تھی۔ اسی دوران میں نے اون کے ایک پردے سے دروازے پر چوپائی کے رنگ ڈال دیا۔ حضور ﷺ جب تشریف لائے تو میں نے آپ کا استقبال کیا اور سلام عرض کرتے ہوئے کہا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو عزت و فتح سے عزت عنایت فرمائی۔ آپ نے گھر کی طرف دیکھا تو دروازے پر پردہ دیکھا تو

کر مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے آپؐ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھ لیے۔ آپؐ پردے کے پاس آئے اور اسے پھاڑ دیا پھر فرمایا! اللہ نے ہمیں جو رزق عنایت فرمایا ہے اس میں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور مٹی (دیواروں) کو کپڑے پہنائیں۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں میں نے اس پردے کے ٹکڑے کر کے دو تکیے بنا لیے جن میں کھجور کا چھلکا بھر دیا گیا تو اس پر آپؐ نے کوئی اعتراض نہ کیا (A-۳۲)

۳۔ صحیح بخاری میں گھریلو خادم حضرت انسؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ:

"سیدہ عائشہؓ نے اپنے گھر (حجرے) کے ایک جانب باریک رنگدار پردہ لٹکا دیا تھا حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہؓ اپنا یہ پردہ یہاں سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔ (B-۳۲)

۴۔ صحیح بخاری ہی میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ:

"ایک مرتبہ انہوں نے تصویر دار تکیہ خرید لیا۔ (سیدہ عائشہؓ کا حجرہ کوئی لمبی چوڑی کوٹھی تھی کہ باہر کے دروازے سے اندر تکیہ نظر نہ آتا) جب رسول مقبول ﷺ نے اس تکیے کو دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر قدم رنجہ نہ فرمایا۔ میں نے آپ ﷺ کی کراہت (ناپسندیدگی) کو بھانپ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جو کچھ گناہ کیا ہے اس پر میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ (رجوع) کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ یہ تکیہ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یہ تکیہ میں نے آپ کی ذات گرامی کے لئے خریدا ہے تا کہ آپؐ اس پر جلوہ افروز ہوں اور ٹیک لگایا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: روز قیامت ان تصاویر والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تصویریں تم نے بنائیں انہیں زندہ کرو (جان ڈالو) مزید فرمایا! ایسا گھر جس میں یہ (جانداروں کی) تصویریں ہوں اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (۳۳)

۵۔ سونے چاندی کے زیورات اور ریشمی لباس شرعی نقطہ نگاہ سے خواتین کے

لئے اگر چہ جائز ہیں مگر اس کے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو اس سے منع کرتے ہوئے فرماتے تھے:

ان کنتم تحبون حلیة الجنة و حریرھا فلا تلبسوھا فی الدنیا ۔ (۳۴)

اگر تم جنت کے زیورات اور جنت کا ریشمی لباس پسند کرتے ہو تو ان چیزوں کو دنیا میں نہ پہنو۔

چنانچہ ایک مرتبہ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے گھر آئے تو ان کے گلے میں ایک سونے کا ہار جو انہیں اپنے شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰؓ نے ہدیۃً دیا تھا دیکھ کر فرمایا:

یا فاطمة ایغرك ان یقول الناس ابنة رسول اللہ و فی یدھا سلسلة من نار

اے فاطمہ! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگے گی کہ لوگ کہیں رسول اللہ کی بیٹی ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن ہیں۔ پھر اسی وقت واپس تشریف لے گئے اور بیٹھنا بھی پسند نہ فرمایا۔ سیدہ نے اس کنگن پر ابا جان علیہ التحیۃ والسلام کی اس قدر ناپسندیدگی دیکھی تو اسی وقت بازار میں بھیج کر بیچ دیا اور اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ حضور کو یہ بات بتائی گئی تو فرمایا۔ باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے بیٹی فاطمہؓ کو آگ سے نجات عنایت فرمائی۔ (۳۵)

اسی طرح اپنی چہیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کو ایک مرتبہ سونے کے کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا:

کیا میں تمہیں اس (سونے کے کنگنوں) سے بہتر چیز نہ بتاؤں اگر تو ان کو اتار کر چاندی کے کنگن بنوالے اور انہیں زعفران کے رنگ سے رنگ لے

تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوں گے۔(۳۶)

خواتین کو طبعی اور فطری طور پر نئے نئے کپڑوں، سوٹوں اور نئے نئے ڈیزائن کے لباس سے جو جنون کی حد تک محبت ہوتی ہے وہ کوئی مخفی چیز نہیں۔ شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات میں ہم اس چیز کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ مگر نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی سادگی، بے تکلفی یا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

ما کانت لاحد انا الاثوب واحد (۳۷)

ہم تمام ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے پاس بھی ایک جوڑے کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ ان ازواج مطہرات میں بعض خواتین بڑے رئیسوں اور سرداران قبائل کی بیٹیاں تھیں مگر کاشانہ نبوی میں زہد و فقر کا عالم یہ ہے کہ دوسرا جوڑا میسر نہیں۔ مخصوص ایام سے پاکی پر اسی کپڑے کو دھو کر نماز ادا فرماتی ہیں۔ (۳۸)

گذر بسر یا معاش کا ذریعہ

صابر و قانع طبیعت

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے شاہکار تخلیق اپنے آخری نبی اور اپنے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کو تمام انسانوں کے لئے ہر پہلو، ہر زاویے، ہر جہت، ہر انداز، ہر نکتہ اور ہر حوالے سے ایک کامل، مثالی اور منفرد نمونہ بنانے کے لئے جہاں بے شمار خوبیاں، حسن و جمال، روحانی، جسمانی، باطنی، حسن اخلاق کی صفات عنایت فرمائے وہاں اس نے جناب ﷺ کو وہ بے مثال صبر و تحمل، قناعت پسندی، ایثار و سخاوت کی دولت میں بھی حصہ سے نوازا، اور فوق العادت صبر، قناعت، توکل اور استغنا کی دولت سے، قلبی سیر چشمی اور دنیا سے بے رغبتی کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ

کی صابر و قانع طبیعت کے متعلق آپ ﷺ کی بچپن کی دایہ اور گھریلو باندی و خادمہ سیدہ ام ایمن "برکۃ" جو آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی کے ترکہ میں ملی تھیں۔(۳۹) اور جنہیں آپؐ ازراہ احترام "امی بعد امی" (میری ماں کے بعد دوسری ماں) فرمایا کرتے تھے۔(۴۰) نے آپ کی ایک بڑی ایمان افروز عادت کریمہ بیان کی ہے۔ فرماتی ہیں:

مارایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شکا صغیرا ولا کبیرا جوعاً ولا عطشاً (۴۱)

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے بچپن میں یا بڑے ہو کر کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت کی ہو۔

آگے فرماتی ہیں بسا اوقات یوں ہوتا کہ صبح کے وقت آپ آبِ زم زم نوش فرماتے جب کھانا پیش کیا جاتا تو فرماتے میں پہلے ہی سیر ہوں اب کھانے کی حاجت نہیں۔(۴۲)

کھانے پینے میں صبر و قناعت اور برداشت کے اس معمول سے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ کی یہ چشم گواہی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ:

کان اذا دخل قال ھل عندکم طعام؟ فاذاقیل لا قال انی صائم (۴۳)

جب آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس کے جواب میں اگر یہ عرض کیا جاتا کہ کوئی شے نہیں تو فرماتے: پھر میں روزہ دار ہوں (روزے کی نیت کرتا ہوں)

انہی ام المومنین سے مروی ایک روایت میں یہ معمول بھی بتایا گیا ہے کہ:

"جب آپ ﷺ اپنے اہل خانہ میں تشریف فرما ہوتے تو بسا اوقات کھانے پینے کے متعلق وہ پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اگر گھر والوں نے کوئی (موجود) چیز کھانے پینے کو دے دی تو چپ کر کے کھا لی (۴۴) ورنہ کوئی

تکلف نہیں فرماتے تھے۔ (۴۵)

یہ تو بھوک پیاس اور کھانے پینے کے معاملے میں آپ کی انتہائی قوت برداشت اور صبر و قناعت کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ جب آپ کی ذات گرامی پر ملکوتی و نورانی صفات کا غلبہ ہوتا اور آپ قرب الٰہی و فنافی اللہ کی انتہائی منازل پر فائز ہوتے تو ظاہری طور پر کھانے پینے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔

چنانچہ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے وصال کے روزے (مسلسل روزے جن کے درمیان کھانا پینا نہیں ہوتا تھا) رکھنے شروع کیے تو حضور ﷺ کی اقتداء میں اتباع نبوی ﷺ کے سچے اور عملی طور پر دلدادہ صحابہ کرامؓ نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیے۔ حضور ﷺ کو اپنے غلاموں کی اس اقتداء اور روش کا پتہ چلا تو ازراہ شفقت و رحمت اور ازراہ تخفیف و سہولت ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس پر عاشقان رسول ﷺ نے جب یہ محبت بھرا اشکال پیش کیا کہ آخر آپ بھی تو صوم وصال رکھ رہے ہیں؟ (پھر ہم اس سنت سے کیوں محروم رہیں) تو جواب میں اللہ کے رؤف رحیم نبی ﷺ نے فرمایا:

"میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ میں رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (۴۶)

کھانے پینے کے بشری تقاضے:

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کھانے پینے کی اور دیگر انسانی و معاشی ضروریات سے بالکل مبرا تھے۔ کھانے پینے اور دیگر حوائج ضروریہ کی تکمیل کے لئے آپ کی سعی پر تو قرآن مجید کی نص موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی صراحت کے مطابق اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے جب یہ اعتراض کیا کہ:

"مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ" (سورۃ الفرقان: ۷)

اس رسول ؐ کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

تو اللہ کریم نے تھوڑا سا آگے چل کر اس فضول اعتراض کا جواب اور حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ (سورۃ الفرقان: ۲۰)

ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے بھی تھے۔

علاوہ ازیں صحاح ستہ اور اکثر کتب حدیث میں موجود باب "کتاب الاطعمۃ" اور سیرت و شمائل الرسول ﷺ کی کتابوں میں آپ کے مرغوب کھانوں اور مشروبات کی فہرست اور جب بشری تقاضے غالب ہوتے تو کھانا طلب کرنا اور بھوک محسوس فرمانا اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ بھوک پیاس اور دیگر بشری تقاضوں سے مبرا نہ تھے۔ (۴۷)

دوسرے آپ ﷺ کے اہل بیت اطہارؓ بھی حد درجہ صابر و قانع ہونے کے باوجود آخر انسان تھے۔ دیگر انسانوں کی طرح انہیں بھی کھانے پینے کپڑے لتے' علاج معالجہ' روز مرہ کی دیگر ذاتی معاشی' معاشرتی و سماجی ضروریات اور انسانی خواہشات کو ایک باعزت باوقار مناسب اور معقول انداز میں پورا کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

تیسرے اہل و عیال کے ضروری اخراجات اور حوائج ضروریہ کی فراہمی میں آپ ؐ نے اپنی امت کے عیالدار لوگوں کے لئے ایک نمونہ بھی چھوڑنا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی اور آپ ؐ کے اہل بیت کی گزر بسر کس طرح ہوتی تھی اور آپ ؐ خانگی ضروریات کی فراہمی و تکمیل کس طرح فرماتے تھے؟ آسان لفظوں میں آپ کا ذریعہ معاش یا ذریعہ آمدن کیا تھا؟ تو آئندہ سطور میں ہم یہی چیز معلوم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے گرامی قدر سیرت نگاروں نور اللہ قبورھم نے اگرچہ بالعموم اس

چیز کو مستقل عنوان کے تحت ذکر نہیں کیا تاہم حدیث کی کتابوں میں متفرق مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ معاش کا سراغ مل جاتا ہے۔ چنانچہ اہل علم کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جوانی میں قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لئے عام شرفاء مکہ اور اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ تجارت کو اختیار فرمایا۔ اس سلسلے میں آپؐ نے چچا جان کے ہمراہ تجارتی سفر اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا تجارتی مال لے کر کئی ممالک کا سفر کیا۔ (۴۸) اور اپنی دیانت و امانت اور خداداد ذہانت و فطانت سے دوسرے لوگوں سے زیادہ نفع کمایا۔ (۴۹) پھر پچیس سال کی عمر میں جب آپؐ سیدہ خدیجہؓ کے "رفیق تجارت" سے آگے بڑھ کر ان کے "رفیق حیات" بھی بن گئے تو آنحضرت مدنے زوجہ محترمہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد اپنے خداداد مال اپنے ایثار اپنے خلوص و محبت اور اپنی کمال وفاشعاری کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالی تفکرات اور بال بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داریوں سے مستغنی کر دیا تھا۔

سیدہ خدیجہؓ کے اس ذاتی خلوص و محبت، وفاشعاری اور مالی ایثار و قربانی کا اعتراف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا (۵۰) اور اللہ کریم نے بھی بطور احسان یاد دلایا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہوا۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ (سورۃ الضحیٰ: ۸)

اور اس نے آپ کو نادار پایا تو (سیدہ خدیجہ سے نکاح کے ذریعے) غنی کر دیا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی مہمانی

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو سات ماہ تک معروف صحابی حضرت ابو ایوب (خالد) انصاریؓ کو مہمانی کا عظیم شرف ملا (۵۱) ظاہر ہے اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے لئے کسی قسم محنت کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت ابو ایوب کی سعادت اور خوش نصیبی تھی کہ دیگر جاں نثار اور وفاشعار انصار کی زیردست

خواہش اور حد درجہ تمنا کے باوجود اللہ کریم نے انہیں نبی پاک ﷺ کی "مہمان نوازی" کے لئے منتخب فرمایا تھا۔(۵۲) تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حضور ﷺ کی خاطر تواضع اور مہمانداری کر کے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل نہ کرتے، وہ اگرچہ کوئی امیر کبیر آدمی نہ تھے جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک رات پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو پانی کے نیچے حضور ﷺ کے کمرے میں ٹپکنے کے اندیشے کے باعث انہیں اپنے ہی لحاف کے ذریعے اس پانی کو جذب کرنا پڑا تھا۔ گھر میں اتنا کپڑا (تولیہ وغیرہ) نہ تھا کہ اس سے پانی کو جذب کر سکتے(۵۳) اس کے باوجود ام ایوبؓ روزانہ بڑی فرط عقیدت اور چاہت سے کھانا تیار کرتیں اور پہلے بارگاہ نبوی ﷺ میں لے آتیں جو کھانا بچ رہتا اسے میاں بیوی بطور تبرک بڑے شوق سے کھاتے اور برتن کی اسی جگہ سے کھاتے جہاں حضور ﷺ کے دست مبارک کے نشان لگے ہوتے تھے۔(۵۴)

حضرت ابوایوبؓ تو مہمان نوازی کے طور پر "ماحضر" بارگاہ نبوی میں پیش کرتے ہی تھے اس دوران کئی دوسرے انصار بھی روزانہ حضور ﷺ کے لئے کھانا اور دیگر تحائف پیش کرنے میں ابوایوبؓ سے پیچھے نہیں تھے۔ چنانچہ علامہ سمہودی نے حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

"جب نبی ﷺ حضرت ابوایوبؓ کے گھر جلوہ افروز ہو گئے تو سب سے پہلا آدمی جو ہدیہ لے کر حضور ﷺ کی رہائش گاہ میں داخل ہوا وہ میں تھا۔ گندم کی روٹی سے تیار کی گئی ثرید کا پیالہ جس میں گھی اور دودھ تھا آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہوئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پیالہ (کھانا) میری والدہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر مجھے "بارك الله فيها" کے الفاظ سے برکت کی دعا دیتے ہوئے اپنے تمام ساتھیوں کو بلا لیا اور سب نے مل کر کھا لیا۔ میں (زید بن ثابت) ابھی دروازے سے نہیں ہٹا تھا کہ حضرت سعد بن عبادہ (رئیس

الانصار) کا غلام سر پر ایک ڈھکا ہوا پیالہ رکھے ہوئے آگیا۔ میں نے ابو ایوب کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس پیالہ کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اس میں ثرید تھی جس کے اوپر گوشت کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔ غلام نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر وہ پیالہ پیش کر دیا۔ زید بن ثابتؓ مزید فرماتے ہیں کہ کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس رات ہم بنی مالک بن النجار میں سے تین چار آدمی باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش نہ کرتے ہوں۔ حتیٰ کہ آپ اپنے دولت کدہ میں منتقل ہو گئے۔ (۵۵)

انصار کے ہدیے

جب آپ ﷺ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر سے دولت کدہ منتقل ہو گئے تو شروع شروع میں ہمیں آپ کا کوئی ذریعہ معاش نظر نہیں آتا اور اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ انصار مدینہ خصوصاً پڑوسی انصاریوں نے اپنے خلوص و محبت، عقیدت و ارادت اور جذبہ ایثار کے باعث آپ ﷺ کو اہل بیت نبویؐ کے کھانے اور دیگر اخراجات کے سلسلے میں چنداں متفکر نہیں ہونے دیا۔ (۵۶) انصار کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے مرد اور عورتیں مختلف ہدایا (کھانے پینے کی چیزیں) بھیج کر رسول مقبول ﷺ کا قرب حاصل کرتے اور نظر التفات چاہتے تھے۔ حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم کے پاس ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز نہ تھی انہوں نے یہ حسرت اپنا بیٹا انسؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں خدمت کے لئے پیش کر کے پوری کی۔ (۵۷)

آپ ﷺ کے ننھیالی عزیز اور صاحب حیثیت حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی عقیدت کا تو یہ عالم تھا کہ روزانہ بلا ناغہ ان کے کھانے کا پیالہ دولت کدہ نبوی ﷺ میں پہنچتا تھا۔ (۵۸) انصار کی اس پر خلوص محبت کی تائید صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں موجود ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی اس

روایت سے بھی ہوتی ہے کہ:

قد کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جیران من الانصار و کانت لھم منائح فکانوا یرسلون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من البانھافیسقیناہ(۵۹)

رسول مقبول ﷺ کے چند پڑوسی انصار میں سے تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں وہ (ازراہ محبت) حضور ﷺ کے پاس دودھ بھیجا کرتے تھے تو وہ دودھ آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے۔

علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے انصار جو کسان اور زراعت پیشہ تھے۔ان میں سے صاحب ثروت حضرات نے اپنے اپنے باغوں میں ایک ایک درخت کو نشان زد کردیا تھا کہ اس کا پھل رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوگا۔(۶۰) چنانچہ ہر سال کھجور کی فصل کٹنے پر اس درخت سے جتنی کھجوریں حاصل ہوتیں وہ سب حضور ﷺ کے گھر پہنچادی جاتیں۔(۶۱)

آپ ﷺ یہ کھجوریں قبول فرماتے رہے تاآنکہ ۳-۴ھ میں بنو نضیر اور بنو قریظہ کے املاک اور زرعی زمینیں بطور "مال فے" آپؐ کے زیر تصرف آگئیں تو آپ نے یہ باغات (درخت) انصار کو واپس فرما دیئے تھے۔(۶۲)

دودھ دینے والی بکریاں واونٹنیاں

نبی کریم ﷺ کی غیور 'خوددار' ہاتھ سے کما کر کھانے والی بلکہ دوسروں کو کھلانے والی اور غنیٰ النفس کی دولت سے مالامال ذات کے لئے کیسے ممکن تھا کہ وہ نزان صحابہؓ کے تحائف وہدایا اور نذرانوں پر بھروسہ کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے۔انصار کے یہ پر خلوص ہدیے اور نذرانے تو محض ان غلاموں و عقید تمندوں کی تسکین خاطر 'عزت افزائی اور بلندی درجات کے لئے قبول کیے جاتے تھے۔ورنہ ہدیہ قبول کرنے میں سخت احتیاط برتی جاتی کہ کہیں صدقہ نہ ہو۔(A-۶۲)،بنابریں بالاذری

اور دیگر سیرت نگاروں کے مطابق آنجناب علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے بال بچوں کی غذائی ضروریات کے لئے دودھ دینے والی کچھ بکریاں اور اونٹنیاں ذاتی طور پر خرید لی تھیں اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔(۶۳)

ابن سعد کے مطابق یہ بیس اونٹنیاں اور سات بکریاں تھیں جو آپؐ نے ازواج مطہراتؓ کے لئے علیحدہ علیحدہ مختص کر رکھی تھیں۔(۶۴) ان بکریوں اور اونٹنیوں کے لئے شہر مدینہ کے مضافات میں ایک چراگاہ معین کی گئی جہاں ایک صحابی رضاکارانہ طور پر ان جانوروں کی نگہداشت کرتے انہیں چرانے کا فریضہ سرانجام دیتے اور روزانہ دودھ اس مقام سے مدینہ منورہ لا کر رسول اللہ ﷺ کے ہاں پہنچایا کرتے تھے جسے اہل خانہ استعمال کر لیتے تھے(۶۵)

مال غنیمت میں حصہ

رمضان المبارک ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا اور اس کے بعد غزوات کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ دشمنان اسلام کے ساتھ بزور قوت ان جنگوں اور باقاعدہ لشکر کشی کے نتیجے میں دشمنوں کا جو املاک مال اور سازوسامان "غنیمت" کے طور پر ہاتھ لگتا اللہ کریم نے سابق انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے برعکس اس مال غنیمت کو حضور ﷺ کے لئے بطور خاص حلال قرار دیتے ہوئے(۶۶) آپؐ کے لئے اور آپؐ کے غلاموں کے لئے ایک آمدن کا ذریعہ بنا دیا۔ قرآنی ہدایت کے مطابق جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوتا اس کا پانچواں حصہ (خمس) نائب الٰہی سربراہ مملکت اور رسول خدا ﷺ ہونے کی حیثیت سے آپ کی (سرکاری) تحویل میں آتا اور باقی ۴/۵ حصہ (منقولہ) مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ کل مال غنیمت کے ۱/۵ حصہ میں اللہ کریم نے پانچواں حصہ یعنی کل کا ۱/۲۵ نبی کریم ﷺ کے لئے مختص فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ - الخ

(سورۃ الانفال : ۴۱)

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت حاصل ہو سو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ کے لئے اور (رسول ﷺ کے) قرابداروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کیلئے اور مسافروں کے لئے ہے۔

تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ نہ صرف شریک ہوتے بلکہ امیر لشکر بھی ہوتے تھے اس لئے مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ جو مجاہدوں اور غازیوں میں پیدل اور سوار میں تھوڑے سے فرق (پیدل کے لئے ایک اور سوار کے لئے دو حصے) (۶۷) کے ساتھ تقسیم کیا جاتا تھا اس میں دیگر مجاہدوں کے ساتھ حضور ﷺ کو بھی برابر حصہ ملتا۔ یوں مال غنیمت سے ملنے والا حصہ نبی کریم ﷺ کی آمدن کا ایک معقول ذریعہ بن گیا۔ کیونکہ بعض غزوات میں کثیر مال بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ مثلاً صرف ھوازن سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں واقدی اور ماوردی کی صراحت کے مطابق چھ ہزار غلام و باندیاں چوبیس ہزار اونٹ 'چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ (۶۸)

حضرت مخیریق کا وقف

۳ھ میں جب غزوہ احد پیش آیا تو اس میں اگرچہ مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا تھا تاہم اللہ کریم نے اپنی شان

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ"

(سورۃ الطلاق : ۲ : ۳)

جو آدمی اللہ سے ڈرتا یعنی تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے ہر مصیبت سے نکلنے کا رستہ پیدا فرما دیتا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے اس موقعہ پر اپنے محبوب ﷺ کو ایک ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچایا جس کا بظاہر دور دور تک امکان اور کوئی گمان نہ تھا۔ چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ مخیریق نامی یہودی، بنو نضیر میں ایک معتبر عالم تھا۔ غزوہ احد کے دن آپ پر ایمان لایا (۶۹) اس کے پاس سات زمینیں یا سات باغات تھے۔ غزوہ احد میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوا اور وصیت کی کہ اگر شہید ہو جاؤں تو میرے ساتوں باغات (مع زمین) رسول اللہ ﷺ کے ہوں گے۔ چنانچہ وہ شہید ہو گیا تو اس کے سارے باغات حسب وصیت حضور ﷺ کی ملکیت میں آ گئے۔ (۷۰)

ظاہر ہے ان باغات کی آمدنی اب حضور ﷺ کی ذاتی آمدنی بن گئی تھی اس کے بعد قرین قیاس یہی ہے کہ آپ کے لئے کوئی مالی دشواری نہیں رہی ہو گی۔ ان باغات کے متعلق ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ نے اپنی طبعی فیاضی جود وسخا اور رحمتہ للعالمینی کے باعث یہ باغات غرباء و مساکین کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ (۷۱)

اموال واملاک فے

مال غنیمت میں حصہ اور مخیریق یہودی کے مذکورہ سات باغات کے علاوہ ایک اور بہت بڑا ذریعہ آمدن یا ذریعہ معاش جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لئے پیدا فرمایا وہ "مال فئی" تھا۔ یہ وہ املاک و اموال تھے جن کے لئے مجاہدین اسلام کو کوئی جنگ اور لشکر کشی نہیں کرنی پڑی تھی بلکہ اہل حرب (یہود وغیرہ) کے ساتھ معاہدہ صلح کے بدلے میں حاصل ہوئے تھے یہ مال فئے نبی کریم ﷺ کے لئے مختص تھا۔ آپ ﷺ جیسے چاہتے اس میں تصرف فرماتے' اپنے لئے خاص کر لیتے یا جن لوگوں میں چاہتے تقسیم فرما دیتے۔ مال غنیمت کے برعکس کل مال فے کو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے فرمایا:

"اور جو کچھ اللہ نے رسول ﷺ کو ان (بنو نضیر وغیرہ) سے بطور فے دلوایا تو

تم نے اس کے لئے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے وجو کچھ اللہ اپنے رسول ﷺ کو (دوسری) بستیوں والوں سے بطور فئے دلوا دے تو وہ اللہ ہی کا حق ہے اور رسول ﷺ کا اور (رسول ﷺ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا"۔ (سورۃ الحشر: ۶-۷)

اس سلسلے میں سب سے پہلا "مال فئے" جو ۳ھ یا ۴ھ میں آپ کے ہاتھ آیا وہ مدینہ منورہ کے نواح میں رہنے والے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کے اموال تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ ایک معاہدے کے مطابق یہ لوگ ہتھیاروں کے علاوہ جتنا منقولہ سامان لے جا سکتے تھے اٹھا کر جلاوطن ہو گئے جس کے نتیجے میں ان کے کھجوروں کے نخلستان حضور ﷺ کے زیر تصرف آگئے۔ (۷۲)

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بنو نضیر کے اموال ان اموال میں داخل تھے جو اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئے عنایت فرمائے تھے۔ ان پر مسلمانوں نے کوئی باقاعدہ فوج کشی نہیں کی تھی۔ (بلکہ یہ ایک معاہدے کے نتیجے میں ملے تھے) لہذا یہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی ملکیت تھے۔ آپ ﷺ ان اموال (نخلستان) کی آمدن سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کا نفقہ لیتے اور باقی ماندہ آمدنی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی فراہمی میں خرچ فرماتے تھے۔" (۷۳)

بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مالِ فئے کے بعد ایک معاہدہ صلح کے نتیجے میں جو اموال بطور فئے حضور ﷺ کے ہاتھ آئے خیبر کے دو قلعے اور فدک کی بستیوں کی آدھی زمین تھی۔ (۷۴) مال فئے کے طور پر حاصل ہونے والی یہ املاک، زمینیں اور

باغات نبی کریم ﷺ کے لئے مخصوص تھے۔ آپ ﷺ ان میں جس طرح چاہتے تصرف فرماتے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول ہے کہ:

کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ثلث صفایابنو النضیر و خیبر و فدک فاما بنوا النضیر فکانت حبسا لنوائبہ و اما فدک فکانت حبسا لابناء السبیل واما خیبر فجزاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ اجزاء جزئین بین المسلمین و جزء ا لنفقۃ اھلہ فما فضل عن نفقۃ اھلہ جعلہ بین فقراء المھاجرین۔(۷۵)

بنو نضیر' خیبر اور فدک کے تینوں اموال (باغات وغیرہ) رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص (چن لئے گئے) تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے اموال سے آمدنی آپ ﷺ کے ذاتی حوائج و حوادث (ناگہانی ضروریات) کے لئے اور فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے مختص تھی جبکہ خیبر سے آمدنی کو آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔(۷۶) دو حصے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے نان نفقہ کے لئے رکھ لیا۔ پھر اپنے اہل خانہ کے نفقہ سے جو بچ رہتا اسے بھی فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتے۔

ابن سعد نے متعدد ازواج مطہرات کے تذکرے میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں خیبر کی آمدنی سے سالانہ اسی اسی وسق (۲۰۵ من) کھجور اور بیس بیس وسق (۱۰۱ من ۱۰ سیر) جو سالانہ عنایت فرماتے تھے۔(۷۷)

درج بالا یہی وہ اموال فے تھے جن کو حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی لخت جگر فاطمۃ الزہراءؓ نے غلط فہمی میں سیدنا صدیق اکبرؓ سے بطور میراث لینے کا مطالبہ کیا تھا مگر خلیفہ اول کی زبانی جب حضور ﷺ کے ترکہ میں فرمان نبویؐ کے

مطابق میراث جاری نہ ہو سکنے کی حقیقت معلوم ہوئی تو آنحضرتہ خاموش ہو گئیں۔ بخاری میں ہے جب سیدہ فاطمہؓ نے ان اموال میں میراث کا مطالبہ کیا تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

" بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ (وقف) ہوتا ہے۔ البتہ آل محمدؐ اس مال یعنی اللہ کے مال سے کھاتے رہیں گے۔ ان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کھانے پینے کی ضروریات سے زیادہ مطالبہ کریں۔ قسم خدا کی کریم ﷺ کے صدقات کا استعمال جس طرح آپؐ کے عہد میں ہوتا تھا میں اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا۔ میں ان کے بارے میں ہر قیمت پر وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اس موقعہ پر صدیق اکبرؓ نے یہ بھی فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اقرباء کی صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔"

(مطلب یہ کہ آپ کے مالی حقوق تو ادا کیے جاتے رہیں گے مگر ان اموال میں میراث جاری نہ ہو گی) (۷۸)

بادشاہوں اور وفود کے ہدیے

نبی کریم ﷺ کی معاش گذر بسر اور آمدن کا ایک ذریعہ صحابہؓ کے ہدایا کے علاوہ مختلف ممالک کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے تحائف اور ہدیے بھی تھے۔ جن کو آپ ان کی عزت افزائی اور تالیف قلبی کے لئے قبول فرما لیتے تھے۔ (۷۹) مثلاً مقوقس ملک القبط نے ایک دفعہ دو لونڈیاں' ایک جوڑا کپڑے اور ایک سفید خوبصورت خچر بھیجا جس کا نام دلدل تھا۔ فروہ بن عمر جزامی (عامل قیصر) نے ایک عمدہ خچر' گھوڑا' کپڑے اور سندس کی قبا بھیجی۔ اسی طرح اکیدر دومتہ الجندل نے قیمتی ہدیے بھیجے۔

بادشاہوں کے علاوہ مختلف وفود جو ہدایا لاتے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ (۸۰)

درج بالا ظاہری و حسی ذرائع و وسائل معاش اور خاطر خواہ ذرائع آمدن موجود ہونے باطنی طور پر زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں ہونے (۸۱) اور دس لاکھ مربع میل کا حکمران ہونے (۸۲) کے باوجود اگر شہنشاہ دوسرا' تاجدار مدینہ اور نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے گھروں میں بقول ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ دو دو مہینے آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ (۸۳) تو ظاہر ہے اس کا باعث معاشی و مالی مجبوری نہ تھی بلکہ اس کی وجہ ایک تو امت کے صاحب ثروت و دولت لوگوں کے لئے صبر و قناعت اور زہد و فقر کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔ دوسرے غرباء و مساکین امت کے لئے ڈھارس و حوصلہ کا سامان مہیا کرنا تھا۔ تیسرے اپنی طبعی رحمت و شفقت اور جبلی فیاضی و کریمی کے باعث اپنا سب کچھ خلق خدا پر خرچ کر دینا تھا جس کی ترجمانی فاضل بریلویؒ نے یوں کی ہے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

ازواج مطہرات بھی اس میدان میں اپنے شوہر نامدار سے پیچھے نہ تھیں۔

زہد و قناعت :

دنیا کی بے ثباتی' فنا پذیری' زوال' حقیقت و اصلیت دنیا میں انہماک اور دنیا کو مقصود و مطلوب اور مطمح نظر بنا لینے کے اثرات بد اور خطرناک انجام کو خالق کائنات کے نمائندہ و رسول ﷺ اور حامل وحی الٰہی سے بڑھ کر کون زیادہ جان سکتا تھا (۸۴) پھر اس دانائے سبل سے یہ امر اور انسانی نفسیات بھی مخفی نہیں تھی کہ " الناس علی دین ملوکھم " عام لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے (ان کے طور اطوار اپنا لیتے) ہیں۔ علاوہ ازیں سید الرسل' خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونے کے معاشی معاشرتی دینی اور قائدانہ تقاضے بھی آپ کی دوربین نگاہوں سے اوجھل نہیں تھے۔

اس لئے آپؐ نے دنیا مال و دولت ' زر و جواہر ' خوراک و لباس اور بود و باش کے معاملے میں عام انسانوں کے برعکس اس زہد (۸۵) اس قناعت اس سیر چشمی اس غنائے نفس اور اس فقر کا مظاہرہ فرمایا جس کی مثال آسمان کی آنکھ نے تاریخ انسانی میں نہ آپؐ سے قبل دیکھی تھی اور نہ قیامت تک دیکھ سکے گی۔

سارے وسائل ذرائع اور مواقع ہونے کے باوجود آپؐ نے کاشانہ نبوی کو کبھی زخارف دنیا اور تعیشات سے ملوث نہیں ہونے دیا۔ دنیا کے بادشاہوں' حکمرانوں' وزیروں اور امیروں کو تو ایک طرف رکھیے تاریخ انسانی میں کوئی غریب سے غریب آدمی بھی آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا جس نے اتنی کم دنیا پر گزارا کیا ہو جتنی کم دنیا پر تمام ممکنہ وسائل پر دسترس ہونے کے باوجود شہنشاہ دو سرا ﷺ نے گزارا کیا۔ آپؐ کی حیات طیبہ کا یہ باب بڑا حیران کن اور خاصا طویل ہے۔ ہم اس سلسلے میں چند نمونے "مشتے از خروارے" کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علامہ خفاجی کی تفصیل کے مطابق ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رب کریم نے آپؐ کے واسطے زمین کے خزانے کھول دیئے اور متعدد ممالک کے اقتدار کی چابیاں دے دی گئیں۔ حجاز' یمن اور تقریباً سارا جزیرۃ العرب فتح ہو گیا۔ شام و عراق تک اردگرد کے علاقے آپ کے زیر نگین آ گئے۔ آپ کی حکومت طول میں عدن سے لے کر عراق تک اور عرض میں جدہ سے لے کر شام تک وسیع ہو گئی۔ ان تمام علاقوں کا خمس' جزیہ اور صدقات کی رقم آپؐ کے پاس پہنچ رہی تھی۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے تحائف اور ہدیے (جیسا کہ پیچھے گزرا) اس کے علاوہ تھے۔ مثلاً مقوقس ملک القبط نے ایک دفعہ دو لونڈیاں ایک جوڑا کپڑا اور ایک خوبصورت سفید خچر بھیجا جس کا نام دلدل تھا۔ فروہ بن عمر جذامی (عامل قیصر) نے ایک عمدہ خچر گھوڑا کپڑے اور سندس کی قبا بھیجی۔ اسی طرح اکیدر دومۃ الجندل نے قیمتی ہدیے بھیجے۔ بادشاہوں کے علاوہ مختلف وفود جو ہدایا لاتے تھے ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔(۸۶)

صرف ہوازن سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں واقدی اور ماوردی کی وضاحت کی مطابق چھ ہزار غلام و باندیاں' چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔(۸۷) باغ فدک اور خیبر کی زمینوں کی مستقل آمدنی اس کے علاوہ تھی۔ اس کے باوجود جب ہم احادیث و سیرت کی کتابوں میں اس شاہ عرب کے زہد و فقر اور درویشانہ معیشت کا باب دیکھتے ہیں اس کے اہل و عیال کی زاہدانہ و فقیرانہ زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کی ازواج مطہرات کی "کوٹھیوں" کے حدود اربعہ ان کی بناوٹ اور ان میں موجود" بیڈ" ملبوسات' کراکری' فرنیچر اور دیگر گھریلو سامان کی تفصیل معلوم کرتے ہیں تو انسان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ وہ عظیم آدمی جو دس لاکھ مربع میل کا بلا شرکت غیرے حکمران ہے(۸۸) جس کے در پر ساری دنیا پلتی ہے۔جو سارے محتاج' ضرورت مند اور بے آسرا لوگوں کا سہارا ہے جس نے ساری غریب عوام کی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا ہے(۸۹) جس کے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں (۹۰) جس کے دربار میں زکوۃ' عشر' خمس' خراج اور جزیے کی رقوم کا ڈھیر لگ جاتا ہے جس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے جو صرف جسموں پر نہیں دلوں پر بھی حکومت کرتا ہے۔جس کی حکمرانی دنیا میں صرف زمین پر نہیں بلکہ لوگوں کے دلوں پر بھی ہے۔جس کی ذات پر اس کے ماننے والے اپنا تن من دھن وار دینا اپنی سعادت تصور کرتے ہیں' اس کے گھروں میں کھانا پکانے کے لئے دو دو مہینے آگ نہیں جلتی۔ اس چیز کی شہادت اور آپ بیتی خود آپ کی چہیتی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ملاحظہ کیجئے جسے بخاری و مسلم کے علاوہ متعدد محدثین نے نقل کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ میں:

"عن عروة عن عائشة انها كانت تقول والله يا ابن اختي ان كنا لننظر الى الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة في شهرين و ما اوقد في ابيات رسول الله صلى الله عليه وسلم نار قال قلت يا

خالة فما كان يعيشكم قالت الاسودان التمر و الماء الا انه قد كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم جيران من الانصار و كانت لهم منائح فكانوا يرسلون الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من البانها فيسقيناه (۹۱)

حضرت عروہ (بن زبیر) سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ مجھے فرمایا کرتی تھیں۔ اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم ہم لوگ ایک چاند کو دیکھتے پھر دوسرے کو پھر دوسرے مہینے کے اختتام پر تیسرے ماہ کے چاند کو بھی دیکھ لیتے مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔ حضرت عروہ کہتے ہیں میں نے پوچھا خالہ جان! تو پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر تھا؟ فرمایا دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر۔ البتہ کچھ انصار حضور ﷺ کے پڑوسی تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں اور جو ازراہ محبت اور بطور ہدیہ آپ ﷺ کے پاس دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ جو آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے

ایک اور گواہی بھی اسی ام المومنین سے سن لیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کے زہد کو دیکھا اور بنفس نفیس تمام آل محمد ﷺ سمیت فاقے پر فاقے برداشت کیے اور کبھی زبان پر حرف شکایت نہ آیا۔ فرماتی ہیں:

"حضور ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا آل محمد ﷺ کو کبھی متواتر دو دن تک جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔" (۹۲)

ایک اور قریبی فرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يبيت الليالي المتابعة طاويا و اهله لا يجدون عشاء و كان اكثر خبزهم خبزا الشعير (۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی متواتر

راتیں بھوکے رہتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا اور جب کبھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی ہوتی۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:

"حضور ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا لیکن آپ ﷺ نے اپنی اس تکلیف کی کبھی بھی کسی کے سامنے شکایت نہ کی۔ پیٹ بھر کھانے سے زیادہ آپ کو محبوب فاقہ تھا اکثر ایسا ہوتا کہ آپؐ ساری ساری رات بھوکے رہتے لیکن آپ کا یہ فاقہ آپ ﷺ کو دوسرے دن کے روزے سے نہیں روکتا (آپ ﷺ حسب معمول دوسرے دن روزہ رکھ لیتے) حالانکہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے رب سے زمین کے سارے خزانے سارے پھل اور زندگی کے تعیشات طلب کر لیتے (لیکن آپؐ نے فقر و فاقے کی زندگی کو ترجیح دی) اور میں جب بھوک کی حالت میں آپ ﷺ کے شکم اطہر پر ہاتھ پھیرتی تو آپ ﷺ کی بھوک کو دیکھ کر مجھے ترس آتا اور میں رو پڑتی اور میں آپؐ سے عرض کرتی "میری جان آپ ﷺ پر قربان اگر آپ ﷺ اپنی خوراک بھر دنیا سے حصہ لے لیتے (تو اس میں کیا حرج تھا) آپ ﷺ ارشاد فرماتے "اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا واسطہ میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے اس سے بھی زیادہ سخت مصیبتیں صبر و شکر سے جھیلی ہیں۔ وہ اس دنیا سے سفر کر گئے اور آج وہ اپنے رب کے دربار میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اچھا ٹھکانا اور بڑا ثواب عطا فرمایا ہے مجھے یہ سوچ کر شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں نے اگر دنیا کی زندگی میں عیش و عشرت طلب کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قیامت کے دن ان سے پیچھے رہ جاؤں (یہ چیز میرے لئے سوہان روح ہوگی) مجھے اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری چیز پیاری نہیں ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں سے (انبیائے سابقین) جا ملوں۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپؐ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ زندہ رہے پھر آپؐ کی وفات ہو گئی۔" (۹۴)

آپ ﷺ کی راتوں کا زیادہ تر حصہ اپنے کریم رب کے حضور قیام و سجود میں گزر جاتا تھوڑا بہت جو آرام فرماتے اس کے لئے بھی آج کل کے طرز کا کوئی پلنگ، گدا اور نرم و گداز بستر نہ تھا بلکہ بان کی ایک کھردری چارپائی یا چٹائی ہوتی تھی جس سے نازک اور نازنین جسم پر نشان پڑ جاتے۔(۹۵) سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"حضور ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا ہوتا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔" حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ: "گھر میں حضور ﷺ کا بستر کمبل کا ہوتا جسے ہم لوگ آپ ﷺ کے لئے دوہرا کر دیتے تھے اور آپ اس پر آرام فرما لیتے۔ ایک رات ہم نے اس کمبل کو چار تہ کر دیا (تاکہ آپ ﷺ کا بستر ذرا نرم ہو جائے) تو صبح کے وقت آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "رات تم لوگوں نے میرے سونے کے لئے کیا بچھایا تھا؟" ہم نے بتایا کہ اسی کمبل کو چار تہ کر کے بچھا دیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ایسا نہ کیا کرو بلکہ جیسے پہلے بچھاتے تھے ویسے ہی بچھایا کرو اس لئے کہ تمہارے بستر نے مجھے رات نماز سے روک دیا۔(۹۶)

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے اور چٹائی کی بتی آپ کے جسم پر دکھائی دے رہی تھی۔ میں 'فداک ابی و امی' (آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان) کہتا ہوا آپؐ کے جسم کو ملنے لگا اور عرض کیا آپ ﷺ نے مجھے بتایا کیوں نہ؟ ہم کچھ بچھا دیتے جس سے آپؐ کو تکلیف نہ ہوتی اور آپؐ آرام سے اس پر سو جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرا دنیا سے کیا واسطہ میری اور دنیوی آرام و راحت کی مثال ایک مسافر سوار کی ہے جو درخت کے سایہ تلے لیٹا پھر اس کو چھوڑ کر چلتا بنا۔(۹۷)

دنیا کے بادشاہوں اور سربراہان مملکت کے گھروں میں روشنی کا کیا ہی اہتمام نہیں ہوتا مگر اس شاہ مدینہ ﷺ کے گھر کا یہ حال ہے کہ گھر میں روشنی کرنے کے

جلے دیا تک نہیں (۹۸) اور کبھی میسر ہوا تو اس میں جلانے کے لئے تیل نہیں تھا۔ حتی کہ پیر (جس دن آپ کا وصال ہوا) کی رات جب آپ پر نزع کا عالم طاری تھا تو "خاتون اول" سیدہ عائشہؓ نے پڑوس کے گھر سے مانگ کر اس میں تیل ڈالا۔ (۹۹)

حضور اکرم ﷺ کے گھر میں زہد (دنیا سے بے رغبتی) کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ نے اس دنیا سے انتقال فرمایا اس دن آپ ﷺ کی زرہ ابو شحمہ نامی یہودی کے ہاں صرف تیس صاع (قریباً ڈھائی من) جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ (۱۰۰) حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ صحابہؓ کو ایک موٹا کمبل پیوند لگا ہوا اور ایک موٹے کپڑے کی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا ان دو کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تھی۔ (۱۰۱)

پیغمبری سے بادشاہی کا طعن

اس مقام پر بعض مستشرقین کے ایک طعن کا تجزیہ اور تار پول بھی کھول لئے جائیں اور اسے عقل و انصاف کی میزان پر تولتے جائیں۔ وہ یہ کہ ہجرت نبوی کے بعد جب فتوحات کا عظیم سلسلہ شروع ہو گیا سارا جزیرۃ العرب حضور ﷺ کے زیر نگیں آ گیا اکناف و اطراف سے مختلف محاصل کی رقم اور مال غنیمت آنے لگا اور قبائل عرب کے وفود فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے تو ظاہر بینوں کو یہ چیزیں دیکھ کر سلطنت اور جہانبانی کا دھوکا ہوا۔ اس لئے اہل فرنگ عموماً طعن کیا کرتے ہیں کہ "حضور ﷺ مکہ میں تو واقعی پیغمبر تھے لیکن مدینہ جا کر آپ پیغمبر سے بادشاہ ہو گئے۔" مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس طعن میں کوئی وزن بھی ہے اس دعویٰ پر کوئی دلیل بھی ہے؟ حضور ﷺ کی ساری زندگی میں اس کا کوئی ثبوت اور کوئی شہادت بھی ملتی ہے؟ جس شاہ مدینہ ﷺ اور اس کے اہل و عیال کی عام طور پر خوراک اور بود و باش کی ایک تھوڑی سی جھلک ہم پیچھے دیکھ چکے ہیں کیا اس صابر قانع اور دل کے غنی رسول ﷺ پر عام معنوں میں بادشاہ کا اطلاق ہو سکتا ہے؟ اس شاہ مدینہ اور دنیا کے دوسرے

بادشاہوں میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے وہ تو اندھے کو بھی نظر آرہا ہے۔ ذہنی تعصب اور عناد کو تھوڑی دیر کے لئے تلاش حق کی خاطر ایک طرف رکھیے اور پھر غور کر کے بتایئے کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بادشاہ گزرا ہے یا اس وقت کسی خطہ ارض پر حکومت کر رہا ہے جسے اسراف' تکلفات نمود و نمائش' زیب و زینت اور دنیوی شان و شوکت سے نفرت ہو۔ جس کی جائے رہائش جس کی پوشش (ملبوسات) جس کی غذا' جس کے اہل و عیال کی معیشت' اور بود و باش پیغمبر عربی ﷺ (فداہ امی و ابی) اور آپ کے اہل بیت کے طرز زندگی سے کچھ بھی نسبت رکھتی ہو؟ ایسا بادشاہ آپ کو صفحہ ارضی پر اور بادشاہوں کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آئے گا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (سورۃ الملک: ۳ : ۴)

چنانچہ تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھو نگاہ آخر ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس خلاف حقیقت اور مفروضہ پر مبنی طعن کا جواب دیتے ہوئے اہل فرنگ سے بڑے ایمان افروز انداز میں چند عقلی اور عام سی باتوں کا سوال کیا ہے۔ جن کا جواب یقیناً ان کے پاس نہیں۔ پوچھتے ہیں:

"انصاف کے خونیو! کیا یہی مکہ کا وہ فقیر ہے جس کے متعلق تمہاری گندی زبانوں نے غل مچایا کہ وہ مدینہ کا بادشاہ ہو گیا تھا اور کیا آج ہی اس کا یہ حال ہے؟ دس سال کی مدت میں کس نے اس کے گھر سے روز دھواں اٹھتے دیکھا؟ ایسے بادشاہ کس دنیا میں گزرے ہیں جن کے منہ کو جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی میسر نہ آئی؟ بادشاہوں نے بھی کبھی دو دو تین مہینے تک صرف پانی اور خشک چھوہاروں پر زندگی گزاری ہے؟ بادشاہ دے

بھی بھوک کی شدت میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے ہیں؟ بادشاہوں کی لڑکیوں کے ہاتھ پر آٹا پیسنے کا گٹھا اور گردن پر پانی لانے کے نشانات دیکھے گئے؟ ایک شاہزادی زمین کے کس خطے میں پائی گئی جس کو جس کے بچوں کو دو دو تین تین دن بھوک کی شدت سے دن کو رات اور رات کو دن کرنا پڑتا ہے؟ بادشاہوں کا قصر کیا اسی کو کہتے ہیں جن کے کھجوروں کے پتوں کی چھت سے بھی آدمی کا سر لگتا ہو۔ مدینہ کے بادشاہ کا شاہی محل تو اس وقت بھی موجود ہے اس کے طول و عرض کو تو اب بھی ناپ سکتے ہو باہر میں اس کے کچھ بھی ہو لیکن اندر تو اس کے وہی ہے جو پہلے تھا"۔(۱۰۲)

حضور اکرم ﷺ کی زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کی ساری تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔ پچھلے اوراق میں ایک مختصر سی جھلک دکھائی گئی ہے۔ آپ کا یہ سارا فقر و فاقہ انتہائی سادگی انتہائی قناعت اور نادار ی محض تعلیم امت (۱۰۳) اور غرباء و مساکین اور تنگ حال لوگوں کی دلی تسکین کے لئے تھی۔ آپؐ جس دین رحمت اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کے لئے تشریف لائے تھے اس کا بنیادی تقاضا تھا کہ جب تک سارے کے سارے مسلمان اور تمام رعیت روٹی کپڑا سے بے نیاز نہ ہو جائے جب تک اسلامی معاشرہ کے ایک ایک فرد کو پورا پورا لباس اور خوراک میانہ ہو جائے نہ خود عمدہ لباس پہنیں نہ عمدہ خوراک کھائیں اور نہ یہ سہولتیں اپنے اہل و عیال ہی کو پہنچائیں۔

نکتہ شرع مبین این است و بس
کہ در جہاں محتاج باشد نہ کس

آپ ﷺ نے بعض مواقع پر اگر قیمتی لباس زیب تن فرمایا ہے عمدہ خوراک کھائی ہے یا کوئی اور نفیس چیز استعمال فرمائی ہے تو وہ صرف بیان جواز کے واسطے تھی۔ اس فانی دنیا میں عام طور پر آپ ﷺ کا جو حصہ رہا ہے اس کا مختصر سا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ غریب اور معاشی طور پر کمزور لوگوں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمخواری کی

ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے معیار زندگی کو ان سے بلند نہ ہونے دے کھانے پینے کپڑے لتے اور بود و باش میں گنجائش کے باوجود ان سے بلند ہونے کی کوشش نہ کرے ورنہ ان کے دلوں میں مالی پریشانیوں پر مزید رنج والم اور دکھ و تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے اور اگر ان کا سردار میں یا آدمی بھی انہی کی طرح کے مکانوں میں رہتا ہے انہی کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے انہی کی طرح روکھا سوکھا کھاتا ہے انہی کی طرح فاقے برداشت کرتا ہے تو فطری اور نفسیاتی طور پر انہیں حوصلہ ملتا ہے۔ ان میں احساس کمتری پیدا نہیں ہوتا۔ غالباً اسی انسانی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر غرباء اور ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہوئے آپ نے فقر و فاقہ کی صبر آزما روش اختیار فرمائے رکھی۔ اس سے بڑھ کر فقراء و مساکین کے ساتھ اور کیا ہمدردی اور موافقت ہو سکتی ہے کہ اس سرور دو عالم ﷺ نے بارگاہ ایزدی میں یوں دعا کی۔

اللهم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشر نی فی زمرة المساکین (۱۰۴)

اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھنا مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور مساکین کے گروہ میں ہی میرا حشر فرمانا۔

سیرت نگار حلبی کی ایک روایت میں "اللهم توفنی فقیرا ولا توفنی غنیا" (اے اللہ مجھے فقیر ہونے کی حالت میں وفات دینا نہ کہ غنی و مالدار ہونے کی صورت میں) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

انسان خود تو بھوک پیاس برداشت کر لیتا تنگی ترشی سہ لیتا اور گرم سرد دیکھ لیتا ہے مگر حتی الامکان اس کی کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ اس کی آل و اولاد خوش حال رہے اور اپنے انتقال کے بعد اپنی اولاد کے واسطے زیادہ سے زیادہ بینک بیلنس اور مالی وسائل چھوڑ جانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ سیدہ حفصہؓ سیدہ عائشہؓ سیدہ زینبؓ سیدہ

ام سلمہؓ اور دیگر جلیل القدر خواتین کا شوہر 'سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا باپ اور سیدنا امام حسن اور حسین کا نانا عجیب زاہد اور فقیر ہے جو خود ہی نہیں اپنی آل اولاد کو بھی دنیا میں زاہد اور فقیر ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ صرف خواہش ہی نہیں بلکہ اس چیز کی رب کریم سے دعا بھی کرتا ہے

اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا (۱۰۵)

اے اللہ آل محمد ﷺ کی روزی کو بس گزارے کے لائق بنا۔

تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا دل گردے والا آدمی جو سب کچھ ہونے کے باوجود خود بھی قوت لایموت پر گزارہ کرتا رہا ہو اور اپنے گھر والوں اور اپنی آل اولاد جس کی محبت انسان کی جبلت میں داخل ہے کے واسطے بھی قوت لایموت کا ہی متمنی ہو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔

پھر اسلامی حکومت میں ہر مفلوک الحال 'تنگدست 'ضرورت مند اور معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والا آدمی چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم 'صدقہ و زکواۃ کا مستحق ہے مگر یہ شاہ مدینہ سرور قلب و سینہ ﷺ جس کی زبان اقدس سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے اور جس کا روحانی و حکومتی دبدبہ اتنا ہے کہ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں 'عجیب حکمران ہے کہ اپنی نسلوں کی نسلوں کو سنوارنے اور پشتوں کی پشتوں کو مالی طور پر مستحکم کرنے اور ہمیشہ کے لئے انھیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی بجائے الٹا ہمیشہ کے واسطے یہ قانون نافذ کر دیتا ہے کہ :

ان الصدقۃ لا تحل لمحمد ولا لاھل بیتہ (۱۰۶)

بیشک صدقہ (زکواۃ) محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کے لئے جائز نہیں

ایک دوسری روایت میں ہے :

ان الصدقۃ حرام علیٰ محمد و علیٰ آل محمد (۱۰۷)

بیشک صدقہ (زکواۃ) محمد ﷺ (فداوروحی) اور آل محمد ﷺ پر حرام ہے۔

قارئین! شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس شاہ دوسرا ﷺ نے جس کے دارالحکومت میں خمس خراج جزیے اور صدقات (زکواۃ کا سامان اور درہم و دینار اونٹوں پر لد کے آتے تھے اور جس کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگ جاتے تھے، چلو زندگی میں نہ سہی کم از کم وصال کے وقت تو اپنی آل اولاد اور بیویوں کے واسطے معقول رقم کوئی بڑی جائیداد یا عظیم ترکہ چھوڑا ہوگا۔ مگر آپ حیران ہوں گے جب یہ حدیث پڑھیں گے کہ:

ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهما ولا دينارا ولا عبداً ولا امة ولا شياً الا بغلته البيضاء و سلاحه و ارضا جعلها صدقة (۱۰۸)

رسول مقبول ﷺ نے اپنے وصال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار نہ غلام نہ باندی نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے سفید خچر اور جنگی ہتھیاروں کے اور تھوڑی سی زمین کے جسے آپ ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔

سونے کے پہاڑوں کی پیشکش:

الغرض اس ساری بحث کا مقصود یہ ہے کہ نبی آخرالزماں سید انس و جاں حامی بیکساں شفیع مجرماں انیس غریباں کفیل یتیماں 'قرار بیقراراں' محبّ غازیاں' ہمدم خادماں' آسرائے کنیزاں' سہارائے بیوگاں اور حسن و حسین کے نانا علیہ التحیۃ والثناء کا یہ فقر اضطراری فقر نہ تھا اور نہ ہی بخل و کنجوسی کی بنا پر تھا بلکہ سراسر اختیاری فقر تھا اور غریب لوگوں کی تسکین کے لئے تھا۔ (۱۰۹) ورنہ چاہتے تو رب قادر و کریم آپ ﷺ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا دیتا۔ بعض سیرت نگاروں نے ایک روایت درج کی ہے کہ: "ایک انصاری عورت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئی تو اس نے حضور ﷺ کے بستر پر صرف ایک چادر دیکھی۔ اس نے سیدہ سے کہا میں حضور ﷺ

کے واسطے بستر بھیجتی ہوں جس میں روئی بھری ہوئی ہو گی۔ چنانچہ اس نے ایسا بستر بھیج دیا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو سیدہ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ سیدہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ ﷺ کے بستر کو دیکھ کر از خود اور از راہ محبت یہ بستر آپ ﷺ کے واسطے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا اسے واپس کر دو۔ مگر مجھے یہ بستر بڑا پسند آیا اور میں نے چاہا کہ یہ میرے گھر میں رہے اس لئے میں نے واپس نہ کیا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ مجھے واپس لوٹانے کو کہا اور آخری مرتبہ فرمایا عائشہ! اسے لوٹا دو۔ فواللہ لوشئت لا جری اللہ معیٰ جبال الذھب والفضۃ (۱۱۰) (قسم خدا اگر میں چاہوں تو اللہ کریم میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دے)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے کہا گیا۔ اگر آپ ﷺ پسند کریں تو آپ ﷺ کو زمین کے وہ خزانے دے دیئے جائیں جو نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دیئے گئے اور نہ بعد میں کسی کو دیئے جائیں گے اور نہ آپ ﷺ کے اخروی درجات میں کوئی کمی ہو گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب چیزیں میرے لئے آخرت میں جمع کر دی جائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ (سورۃ الفرقان: ۱۰)

وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ ﷺ کو اس سے بھی بہتر چیز دیدے یعنی بہت سے باغات کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دیدے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

عرض علی ربی عزو جل لیجعل لی بطحاء مکۃ ذھبا فقلت

لایارب ولکن اشبع یوماً و اجوع یوماً او نحو ذالک فاذا جعت تضرعت الیک وذکرتک واذا شبعت حمدتک و شکرتک(۱۱۱)

میرے کریم پروردگار عزوجل نے یہ پیشکش فرمائی کہ وہ مکہ کی وادی کو میرے لئے سونا بنا دے تو میں نے عرض کیا پروردگار! نہیں اس کی بجائے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں یا اسی قسم کا کوئی دوسرا جملہ۔ تاکہ جب میں بھوکا رہوں تو تیری بارگاہ میں تضرع وزاری کروں اور تیری یاد کروں۔ اور جس دن سیر ہو کر کھاؤں اس دن تیری حمد و ثناء کروں۔

ایک روایت میں مخبر صادق علیہ التحیۃ والسلام نے بتایا کہ اللہ کریم نے مجھے اس امر میں اختیار دیا کہ "اگر میں چاہوں تو مجھے بادشاہ نبی بنا دیا جائے اور اگر چاہوں تو بندہ نبی" مگر حضرت جبریل امین کے مشورے پر میں نے بندہ نبی بننا پسند کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہ کھایا۔ فرمایا کرتے۔ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ (غلام) کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔(۱۱۲)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور زیادتی نفقہ کا مطالبہ

اسی اختیاری فقر کی وجہ سے آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے از دیاد نفقہ سے متعلق مطالبہ کو پسند نہ فرمایا اور ایک ماہ تک ان سے علیحدگی اختیار فرمائے رکھی۔ اس کا اختصار کے ساتھ قصہ یوں ہے کہ ۹ ھ تک عرب کے دور دراز صوبے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ کثرت فتوحات کی بدولت اموال غنیمت اور سالانہ محاصل کی بھرمار ہو گئی تھی تمام مسلمان افلاس اور ناداری کے پنجے سے چھٹکارا پا کر آسودگی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے غلہ اور کھجور کی جو سالانہ مقدار مقرر فرمائی تھی وہ امہات المومنین کی فیض گستری اور عام فیاضی طبع کے باعث

سال بھر تک کفایت نہ کرتی تھی - آئے دن جیسا کہ پیچھے گزر چکا حضور ﷺ کے گھروں میں فاقے رہتے تھے - ازواج مطہرات میں بڑے بڑے روساء اور سرداران قبائل کی بیٹیاں بھی تھیں جنھوں نے کاشانہ نبوت میں آنے سے پہلے ناز و نعم کی زندگیاں بسر کی تھیں - علاوہ ازیں آخر وہ عورت زاد تھیں جن کے متعلق خود قرآن نے کہا ہے "من ینشاء فی الحلیۃ" جو زیورات کی دنیا میں آنکھ کھولتی ہیں اور پیدا ہوتے ہی گلے میں ہی نہیں کان چھید کر بھی ان کو سونا چاندی پہنا دیا جاتا ہے - اس لئے مال و دولت کی فراوانی اور عام مسلمانوں کی مرفہ الحالی دیکھ کر انہوں نے بھی بتقاضائے بشریت آپ ﷺ سے تھوڑی سی وسعت و کشائش کی درخواست کر دی - مگر ازواج مطہرات کی طرف سے دنیا طلبی کا یہ مطالبہ حضور ﷺ کو ناگوار گزرا اور بطور تنبیہ ایک ماہ تک ان سے علیحدگی اختیار کیے رکھی - اسی پس منظر میں سورۃ الاحزاب کا ایک پورا رکوع (رکوع نمبر ۴) ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوا اور ازواج النبی ﷺ ہونے کے ناطے سے انہیں اپنا مرتبہ و مقام پہچاننے کی طرف توجہ دلائی گئی - اور پیغمبر ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنی بیویوں کو دو ٹوک الفاظ میں کہ دو -

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

(سورۃ الاحزاب : ۲۸-۲۹)

اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم مقصود رکھتی ہو اللہ کو اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو (یقین رکھو) اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے

مگر قربان جائیں ان جاں نثار اور صبر کے پہاڑ خواتین پر کہ ان میں کسی نے

میں پہلی شق کو اختیار نہ کیا۔ سب کی سب رسول اکرم ﷺ کے دامن فقر سے وابستہ رہنے کو ترجیح دی۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں :

خیر نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترنا اللہ و رسولہ (۱۱۳)

رسول مقبول ﷺ نے ہمیں دنیا اور اللہ و رسول میں سے ایک کو رکھنے کا اختیار دیا تو ہم سب نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کیا۔

خدا کی طرف سے اس اختیار حکم میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواج مطہرات کے لئے بڑی آزمائش تھی دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن خواتین کو خدا کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا شریک سفر بنایا ہے ان کے تزکیہ باطنی اور خدا پرستی کا کیا حال ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات پیش نہ آتے تو ازواج مطہرات کی محبت الہٰی اور محبت رسول ﷺ کیونکر دنیا کے سامنے واضح ہوتی ؟ یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام معاملات میں آپ ﷺ کی معاون و مددگار تھیں۔ (۱۱۴)

زہد نبویؐ ...... غرباء کی تسکین کا سامان :

معاشی اونچ نیچ اور تفاوت کا معاشرہ میں ہونا قدرتی بات ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے اس باہمی تفاوت میں بے شمار تکوینی اور انتظامی مصلحتیں ہیں۔ معاشی مساوات کی کوشش کرنا خلاف فطرت تھا اس لئے آپ ﷺ نے معاشی مساوات نہیں بلکہ معاشی مواسات کی علمی و عملی طور پر تعلیم دی۔ کتب احادیث میں موجود کتاب الرقاق اور کتاب الفتن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنجناب ﷺ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کی امت میں غریب نادار مفلس تنگدست اور کمزور لوگ ہوں گے۔ آپ ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ بڑے لوگ تمام مالی وسائل پر غاصبانہ قبضہ کر کے بیٹھ جائیں گے دنیا کی دوڑ لگ جائے گی مال و زر کی ہوس بڑھ جائے گی۔ دولت کی نمود و نمائش ہوگی زر و پ

پیسے کی ریل پیل ہو گی۔ عمارات اور مکانات پر بے تحاشہ خرچ ہو گا۔ پیسے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا دنیاداروں کو جنون ہو گا ظاہر ہے ایسے حالات میں غرباء اور ناداروں کا معاشی طور پر پس جانا' دب جانا' پیچھے رہ جانا' ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار ہونا اور ملول و رنجیدہ خاطر ہونا قدرتی بات ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے اپنی امت کے غریب' بے سہارا' بے آسرا' ضرورت مند' محتاج اور مفلوک الحال لوگوں کے اس بنیادی اور سب سے بڑے مسئلے کا حل ابدی تعلیمات ہدایات اور قوانین کے علاوہ ایک (میرے خیال میں) یہ بھی سوچا کہ دنیا کے قدموں میں ہوتے ہوئے اور خزائن الارض کی چابیاں ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی قیامت تک کے لئے زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کا نمونہ پیش کیا جائے تاکہ نان جویں کا ترسنے والا اور بھوک کا شکار آدمی محمد عربی ﷺ اور آپؐ کے اہل بیت کے کئی کئی راتیں بھوکا سو جانے کو دیکھ کر کچھ تسلی پالے۔ گوشت' دیسی گھی' فروٹ' مربوں' اچار اور چٹنی کی گنجائش نہ رکھنے والا آل محمد ﷺ کی جو کی روٹی کو دیکھ کر دل کو کچھ اطمینان دلا لے۔ گلبرگ' ماڈل ٹاون' گلشن اور شادمان کی فلک بوس' محل نما سنگ مرمر سے تعمیر شدہ اور کئی کئی کنالوں میں پھیلی ہوئی کوٹھیوں کے قریب کچی آبادیوں میں تنگ و تاریک دو دو اور تین تین مرلہ پر مشتمل ایک ہی کچے کمرے یا جھونپڑی میں رہائش پذیر آٹھ دس افراد کا کنبہ ازواج النبی ﷺ کے حجروں سے حوصلہ پا سکے۔ گراس پارک' ٹی وی لان' ڈرائنگ روم' گیراج' ٹی وی سیٹ اور فریج نہ رکھنے والا غریب آدمی سیدہ عائشہؓ کے مٹی کے گارے سے بنے ہوئے اور کھجور و خرما کے پتوں کی چھت والے حجرے سے کچھ تسکین پا سکے۔ نامعلوم رقبہ کے مالک زمینداروں جاگیرداروں' مل مالکوں سرمایہ داروں اور وڈیروں کے مقابلے میں بے زمین کسان' منت سماجت اور کئی کئی دن خوشامدوں کے بعد جاگیرداروں سے ایک قطعہ زمین حاصل کر کے اس پر مکان بنانے والے غریب لوگ' ملوں اور فیکٹریوں کو خون پسینہ سے چلانے والے

مزدور' سرمایہ داروں اور وڈیروں کے گھروں میں محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے والے مجبور و مقہور لوگ حضور ﷺ کی غیر جاگیرداری بے سروسامانی ناداری اور گلہ بانی کو معلوم کر کے قدرے سکون پاتے رہیں۔

کالے دھن اور اندھی دولت کے مالک اور اپنی اولادوں کی شادیوں میں شادیانے' لائٹیں' تمبو قناتیں' لمبی چوڑی دعوتیں' مال و دولت کی نمائش کرنے والے اور لڑکیوں کو جہیز میں صوفے سیٹ' فریج' پلنگ' کراکری' ملبوسات' طرح طرح کے برتن اور گھریلو استعمال کی چیزیں۔ وی سی آر۔ ٹی وی سیٹ اور اس طرح کے دیگر قیمتی تحائف دینے والوں کے مقابلے میں وہ غریب آدمی جو ان تمام چیزوں کی استطاعت نہیں رکھتا' جس کے پاس لمبے چوڑے ولیمہ کرنے کی گنجائش نہیں' جس کے پاس اپنی لخت جگر کو رخصتی کے وقت دینے کے لئے کچھ نہیں' وہ کم از کم سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی سادگی سے رخصتی اور استعمال کی چند انتہائی کم قیمت چیزوں پر مشتمل سامان جہیز کو دیکھ کر خود بھی تسلی پا سکے گا اور اپنی روتی لخت جگر کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کی سسکیاں بند کرانے کا کچھ تو انتظام کر سکے گا۔

آپ خود سوچیں حضور ﷺ سیدہ فاطمہؓ جنہیں آپ ﷺ نے "بضعۃ منی" (میرے دل کا ٹکڑا) قرار دیا تھا' جن کی جدائی آپ ﷺ برداشت نہیں کر سکتے تھے' اور جو تمام اولاد میں محبوب ترین اولاد تھی' کو کیا کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ چاہتے تو جہیز میں سونے کے پہاڑ دے دیتے مگر یہ چیز امت کے غریب لوگوں کے واسطے ایک سوہان روح بن جاتی۔ امت کی تعلیم اور غریبوں کی تسکین اسی طریقے میں تھی جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا۔

المختصر مالی یا معاشرتی طور پر آپ ﷺ نے جتنے مصائب برداشت کیے یہ صرف اور صرف تعلیم امت اور غرباء کی تعزیت و تسکین کے واسطے تھے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے' بڑے شاندار اور

اپنے مخصوص پیرائے میں بیان کیا ہے' فرماتے ہیں :

"اس کے بعد اگر میں کبھی کہتا ہوں کہ احد میں دانت ٹوٹے نہیں بلکہ توڑوائے گئے' چہرہ مبارک زخمی نہیں ہوا بلکہ زخمی کرایا گیا' خندق میں پیٹ پر پتھر بندھے نہیں بلکہ باندھے گئے۔ الغرض اس کے بعد جو کچھ گزرا میں کیا غلط کہتا ہوں جب لوگوں سے کہتا ہوں کہ گزرے نہیں بلکہ گزارے گئے مہینوں گھر میں آگ جلی نہیں بلکہ نہ جلوائی گئی' کھانا پکا نہیں بلکہ نہ پکوایا گیا۔ "مجھے مسکین ہی زندہ رکھ' مجھے مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی کے ساتھ اٹھا" کیا اس آرزو کی ہر کلیجے میں قوت ہے کس کا جگر ہے جو یہ کہہ سکتا ہے لیکن جن کو سب کچھ مل جاتا ہے اپنے لئے نہیں غیروں کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ نعمت والے تو اپنی نعمتوں سے خوش ہیں لیکن مصیبت زدوں کی تسلی تو صرف اسی کی ذات سے ہو سکتی ہے جس کے پاس سب کچھ ہو سکتا تھا لیکن صرف اس لئے کہ جن کے پاس کچھ نہیں ہے' ان کے آنسو تھمیں اس نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ موطا امام مالک کی اس روایت کا کیا مطلب ہے کہ : "میرے مصائب ہر مسلمان کی تعزیت کریں گے" سوچنا چاہیے کہ مصیبت کی کوئی ایسی قسم ہے جو اس وجود اطہر پر نہ گزری جو دنیا والوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنا کر بھیجا گیا تھا (۱۱۵)۔

زیر بحث چیز کے حوالے سے مولانا جعفر شاہ پھلواری مرحوم کا ایک اقتباس بھی انشاء اللہ وجد و کیف اور ذوق و محبت میں زیادتی کا باعث ہو گا انھوں نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی معاشی زندگی اور فقر و فاقہ کو مساکین کے لئے باعث تسکین قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

"ہم نے حضور ﷺ کی معیشی اور معاشی زندگی کے چند نمونے دیے

ہیں ورنہ اس باب میں بہت احادیث موجود ہیں- یہ نمونے ہم نے اس لئے پیش کئے ہیں کہ عمدہ نصیحتیں کر دینا دشوار نہیں- پرکھ وہاں ہوتی ہے جہاں عمل کرنا پڑے- حضور ﷺ نے طبقہ مساکین کے لئے صرف زبانی باتیں ہی نہیں فرمائیں بلکہ اپنے لئے زندگی کا وہی معیار پسند فرمایا جو کسی غریب سے غریب انسان کا ہو سکتا ہے- کیا ایک مسکین کے لئے اس سے بھی کوئی بڑی ڈھارس ہو سکتی ہے؟ سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ اپنی لیڈری چمکانے کے لئے یا مجبوری کی حالت میں اس قسم کا فقیرانہ انداز اختیار کرنے والے بہت مل سکتے ہیں لیکن اصلی پرکھ اس وقت ہوتی ہے جب ہن برس رہا ہو اور اقتدار قدم چوم رہا ہو اس وقت بھی اپنے فقر کو کوئی قائم رکھے تو فقر پسندی کا پتہ چلے- آغاز میں مصیبتیں جھیل کر آخر میں آرام اٹھانے والے تو بہت ملیں گے لیکن عیش و آرام کے تمام مواقع میسر آنے کے بعد بھی اپنے فقر پر اسی طرح قائم رہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جسے واقعی مسکینوں سے محبت ہو اور مسکینوں ہی کی خاطر فقر کو غنا پر ترجیح دیتا ہو- مسکینوں ہی کے لئے جیتا ہو مسکینوں ہی کے لئے موت قبول کرتا ہو اور مسکینوں کے زمرے میں اپنے حشر کا متمنی ہو-(۱۱۶)

اخراجاتِ نبوی ﷺ کی کہانی- حضرت بلالؓ کی زبانی

کاشانۂ نبوی ﷺ کے اخراجات کیا تھے- اس کی تفصیل سیدنا بلالؓ سے معلوم کرتے ہیں- جنہیں موذن رسول ﷺ ہونے کے علاوہ بعثت سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک آپ ﷺ کا خزانچی ہونے کا شرف بھی حاصل رہا- چنانچہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ "جب حضور اکرم ﷺ کے پاس کوئی مسلمان آدمی آتا اور اسے ننگا (یا بھوکا) دیکھتے تو مجھے اس کے لیے کپڑے مہیا کرنے کا حکم فرماتے- میں

جا کر قرض لیتا اس کے لیے کپڑے اور متعلقہ چیزیں خریدتا۔ اسے کپڑے پہناتا اور کھانا کھلاتا۔ حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کا سلسلہ اس طرح چلتا رہتا۔ ایک دن مجھے ایک مشرک آدمی ملا اور کہنے لگا بلال! "میرے پاس بڑی وسعت ہے۔ میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لیا کرو" چنانچہ میں اس سے قرض لینے لگا۔ پھر یوں ہوا کہ ایک دن میں وضو کر کے اذان کے لئے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آدھمکا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا "یا حبشی" (اے حبشی) میں نے کہا حاضر ہوں۔ وہ (بدتمیزی سے) مجھ پر جھپٹا اور ایک سخت بات کہی (یقیناً گالی دی ہوگی) پھر کہنے لگا "جانتے ہو مہینہ گزرنے میں کتنے دن باقی ہیں" میں نے کہا مہینہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ کہنے لگا "مہینہ ختم ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں اگر تو ادائیگی نہیں کرتا تو تجھے اپنی اس رقم کے عوض گرفتار کر لوں گا جو تیرے ذمہ ہے۔ میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تیری یا تیرے صاحب (پیغمبر) کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ اس لیے دیا تھا کہ اس بہانے تجھے اپنا غلام بنا لوں اور تجھ سے اسی طرح بکریاں چرواؤں جس طرح اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا" میرے دل میں اس (دولت کے نشے میں مخمور مشرک) کی اس بات سے وہی چیز بیٹھ گئی جو ایسے مواقع پر لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جایا کرتی ہے۔ بہر کیف میں گیا اور اذان پڑھی۔ جب عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے تو اجازت لیکر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ (فداک ابی وامی) جس مشرک کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیا کرتا ہوں اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے۔ ادھر نہ آپ ﷺ کے پاس اور نہ میرے پاس کوئی چیز ہے جس سے اس کی ادائیگی ہو سکے اور وہ مجھے خواہ مخواہ ذلیل کرے گا۔ لہذا آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں (مدینہ منورہ سے باہر) بعض مسلمان قبائل کے پاس چلا جاؤں حتی کہ اللہ کریم اپنے رسول ﷺ کو اتنا رزق عطا فرما دے جس سے اس کی ادائیگی ہو سکے" یہ کہہ کر میں کاشانہ نبوی سے نکلا اور گھر آیا۔ اپنی تلوار، نیزہ

اور جوتے سر کے پاس رکھے اور صبح کی انتظار میں لیٹ گیا۔ جب بھی سونے کی کوشش کرتا فکر سے پھر آنکھ کھل جاتی۔ اس طرح کرتے کرتے رات گزر گئی۔ اور صبح صادق طلوع ہوئی۔ میں گھر سے نکلنے ہی لگا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور پکارا کہ "اے بلال تمہیں حضور ﷺ بلا رہے ہیں میں حضور ﷺ کی طرف چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ کاشانۂ نبویؐ کے باہر چار اونٹ بیٹھے ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا "تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ کریم نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام فرما دیا ہے" میں نے الحمدللہ پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا "کیا تم نے باہر بیٹھے ہوئے چار اونٹ نہیں دیکھے؟" میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ ضرور دیکھے ہیں۔ فرمایا "یہ اونٹ اور جتنا سامان ان پر لدا ہوا ہے وہ سب تیرا ہے۔" ان اونٹوں پر کپڑے اور کھانے پینے کا سامان تھا جسے فدک کے رئیس نے حضور ﷺ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ فرمایا "یہ اونٹ اور سامان لے لو اور اپنا قرض اتار دو" حضرت بلالؓ فرماتے ہیں "میں نے اونٹوں سے سامان اتارا اور انہیں رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں نے صبح کی اذان پڑھی۔ جب حضور ﷺ نماز پڑھا چکے تو میں بقیع کی طرف نکلا اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر زور زور سے اعلان کرنے لگا "جس کسی نے رسول ﷺ سے قرض لینا ہو وہ آ جائے" پس میں سامان بیچ بیچ کر قرض اتارنے لگا حتی کہ حضور ﷺ پر کوئی قرض باقی نہ رہا۔ سارا قرض اتارنے کے بعد بھی میرے پاس ڈیڑھ دو اوقیہ بچ رہے۔ اب میں مسجد میں آیا تو شام ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے تھے میں نے سلام عرض کیا تو دریافت فرمایا "تمہارے معاملے کا کیا ہوا" میں نے عرض کیا "اللہ کریم نے وہ سب کچھ ادا فرما دیا ہے جو حضور ﷺ کے ذمہ تھا اور اب کوئی قرض باقی نہیں رہا" پوچھا "کیا کوئی چیز باقی بچی ہے" میں نے عرض کیا ہاں۔ دو دینار بچے ہیں۔ فرمایا "دیکھو! انہیں خرچ کر کے مجھے راحت پہنچاؤ۔ میں اس وقت تک گھر میں داخل نہیں ہوں گا جب تک کہ تو انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچاتا" حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے اس

دن رات گئے تک کوئی آدمی نہ آیا تو حضور ﷺ نے رات مسجد میں ہی گزاری۔ دوسرا دن بھی مسجد میں ہی تشریف فرما رہے۔ حتیٰ کہ شام کو دو (مسافر) سوار آگئے۔ میں نے ان دو دینار کے کپڑے اور کھانا خرید کر انہیں پہنا دیا اور کھلا دیا۔ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے تو پھر مجھے بلایا اور پوچھا "تیرے معاملے کا کیا ہوا" میں نے عرض کیا "اللہ نے آنجناب ﷺ کو اس سے راحت پہنچادی ہے" آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور دو دیناروں کے خرچ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ آپ ﷺ کو اچانک اللہ کی طرف سے بلاوا آجائے اور یہ دینار آپؐ کے پاس موجود ہوں۔ اب آپ ﷺ اٹھے اور ازواج مطہراتؓ کے حجروں کی طرف چلے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے تھا۔ آپ ﷺ ایک ایک زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے ہر ایک کو سلام کیا پھر آخر میں اس حرم کے پاس پہنچے جن کے پاس رات گزارنے کی باری تھی۔ (A_۱۱۲)

مہمان داری

انسانی اخلاق اوصاف خوبیوں اور کمالات میں مہمانداری یا مہمان نوازی ایسا وصف و کمال ہے جسے ہمیشہ سے نہ صرف ہر انسانی معاشرہ میں عقلاء و شرفاء زمانہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ سمجھا گیا ہے بلکہ تمام سابقہ شرائع اور خود شریعت محمدیہؐ میں بھی یہ فعل بڑی عظمت کا حامل ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ عرب تو اس وصف و کمال میں بطور خاص مشہور تھے۔ اب یہ کیسے ممکن تھا کہ یہ خوبی اور کمال شاہکار تخلیق انسان کامل اور صاحب شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ اتم نہ پایا جاتا۔ چنانچہ مہمان نوازی کے حوالے سے جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو کاشانہ نبویؐ ہمیں ایک ایسا مہمان خانہ نظر آتا ہے جس کے دروازے اجنبی غریب الدیار مسافر اپنوں اور پرائیوں سب کے لئے دن رات کھلے رہتے تھے۔ جس طرح دوسرے تمام انسانی اور پیغمبرانہ کمالات میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اسی طرح اپنی طبعی

شفقت ورحمتہ للعالمینی کے باعث مہمان نوازی اور مہمانوں کے لئے ایثار میں بھی آپ ﷺ اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے آباؤاجداد بھی مہمان نوازی کے وصف میں پورے عرب میں سب سے نمایاں اور ممتاز تھے۔ (۱۱۷)

ریاست مدینہ کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے غیر ملکی سفارتوں، مختلف قبائل کے نمائندہ وفود اور باہر سے اجتماعی و انفرادی طور پر آنے والے لوگوں کی آپ جس طرح مہمان نوازی، خاطر ومدارات اور عزت افزائی فرماتے وہ ایک ایمان افروز اور روح پرور مگر طویل اور ہمارے موضوع سے تھوڑی سی ہٹ کر بحث ہے۔ اس لئے ہم یہاں آپ ﷺ کی ذاتی طور پر مہمان نوازی کے حوالے سے چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے نزدیک وہ کھانا سب سے زیادہ پسندیدہ تھا جس پر زیادہ ہاتھ پڑتے تھے (۱۱۸) آپؐ کے گھریلو خادم حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں:

"صبح اور شام کے کھانے پر جب بھی نبی اکرم ﷺ تشریف لاتے تو مہمانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ (۱۱۹)

ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہؓ نے جب یہ بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے تو سننے والے راوی حضرت اعرج نے دریافت کیا اس بھوک کی وجہ کیا تھی؟ تو انہوں نے بتایا:

لکثرة من یغشاه واضیافه و قوم یلزمونه لذالك فلایا کل طعاما ابداً الامعه اصحابه و اهل الحاجة یتتبعون من المسجد۔ (۱۲۰)

کثرت سے آپ ﷺ کے ہاں آنے والے مہمانوں اور ان مفلس لوگوں کی وجہ سے جو کھانے کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ چمٹے رہتے تھے۔ آپ ﷺ جب بھی کھانا تناول فرماتے تو آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے صحابہ اور وہ اہل حاجت بھی شریک ہو جاتے جو مسجد سے

ہی آپ کے پیچھے آجاتے۔

ابو بصرہ غفاریؓ کا بیان ہے کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک رات حضور ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے اس بکری کا دودھ دوہ کر مجھے پلادیا جس کا گھر والوں کو ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے اہل و عیال بھی کوئی ہمارے اہل و عیال نہ تھے۔ صبر و شکر ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ سب کہنے لگے۔ ہم آج رات بھی اسی طرح بھوکے گزار لیں گے جس طرح کل رات بھوکے گزاری تھی۔

حضور ﷺ کے ہاں مہمان نوازی میں اپنے پرائے اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جو بھی مہمان کاشانہ نبویؐ میں آتا آپ ﷺ اس کی بھرپور خاطر تواضع فرماتے۔ ابو بصرہ مذکور کی بھی حسب عادت آپ ﷺ نے خاطر تواضع فرمائی۔ مہمان کو سیر ہو کر کھلایا مگر سب گھر والوں نے رات بھوکے گزار دی۔ حضور ﷺ کا یہ بلند اخلاق اور کمال ایثار اپنا اثر کر چکا تھا۔ ابو بصرہ حضور ﷺ کی اس ایثار نفسی سے اتنا متاثر ہوئے کہ صبح ہوتے ہی کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (۱۲۱)

یہی وجہ تھی کہ شاہ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء اور آپ ﷺ کا سارا گھرانا رات کو اکثر بھوکا سو رہتا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت الليالي المتتابعة طاوياً و اهله لا يجدون عشاء وكان اكثر خبزهم خبز الشعير۔ (۱۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے گھر والے کئی کئی متواتر راتیں بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں جب کبھی روٹی میسر ہوتی تو اکثر جو کی روٹی ہوتی۔

اہل علم کو معلوم ہے اصحاب صفہ ان فقراء و مساکین صحابہؓ کو کہا جاتا تھا جن کا مدینہ منورہ میں کوئی گھر بار نہ تھا۔ نہ ہی انہیں گھر بار اور مال و متاع کی چنداں خواہش تھی۔ دنیا کے نہ ہونے پر انہیں کسی قسم کا غم نہ تھا۔ ان کا سب سے بڑا مشن اور مقصد

زندگی ہمہ وقت بارگاہ نبویؐ میں رہ کر علم دین حاصل کرنا تھا۔ ان "اضیاف الاسلام" کے لئے حضور ﷺ نے مسجد کے ایک کونے میں ایک سایہ دار چبوترہ (صفہ) بنوا دیا تھا۔ وہ اسی میں سوتے اور دن رات رہتے تھے۔ جب تک فتوحات کا دروازہ نہیں کھلا تھا اور عام خوشحالی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے کھانے پینے کا یہ انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو بعض صاحب حیثیت صحابہؓ پر انہیں تقسیم فرما دیتے۔ وہ ایک ایک دو دو چار چار اور بعض حضرات اس سے بھی زیادہ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ (۱۲۳) حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر بھی دس کے لگ بھگ جو آدمی بچ جاتے حضور ﷺ ان کو اپنے کھانے میں شامل فرما لیتے۔ (۱۲۴) صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ان اصحاب کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) تیسرے کو لے جائے اور اگر اسکے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ (ان اصحاب صفہ میں سے) پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔ اس موقعہ پر حضرت ابو بکرؓ تین اصحاب صفہ اور خود حضور ﷺ دس اصحاب صفہ کو گھر لے گئے۔ (۱۲۵)

علاوہ ازیں بھی عموماً یہی ہوتا کہ پہلے اصحاب صفہ کو کھلاتے بعد میں خود نوش فرماتے۔ حضور ﷺ کو ان "مہمانان اسلام" کا کتنا خیال تھا اور انہیں کس طرح اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر ترجیح دیتے تھے۔ اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگائیے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ:

ایک رات حضور ﷺ اپنے گھر سے نکل کر ہماری (اہل صفہ کی) طرف تشریف لائے۔ مجھے فرمایا کہ سب اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ (۱۲۶) اس وقت سب سو چکے تھے بہر کیف میں نے ایک ایک کر کے سب کو جگا دیا۔ ہم سب کاشانہ نبوی ﷺ

کے دروازے پر آگئے - اجازت لے کر اندر گئے تو آپؐ نے ہمارے سامنے ایک بڑا پیالہ رکھ دیا جس میں جو سے تیار کردہ ایک کھانا تھا - فرمایا بسم اللہ پڑھو (کھاؤ) ہم نے اس میں سے حسب منشا کھایا - پھر ہم نے ہاتھ کھینچ لیے - پیالہ ہمارے سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا - اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آل محمدؐ کے گھر میں اس کھانا کے سوا جسے تم دیکھ رہے ہو' کوئی چیز نہیں - دست نبویؐ لگنے سے کھانے میں اللہ نے اتنی برکت ڈال دی تھی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا اور پیالہ ابھی جوں کا توں تھا - (۱۲۷)

حضور اکرم ﷺ کو اصحاب صفہ کے کھانے یا مہمان نوازی کا کتنا خیال تھا اس کا اندازہ درج ذیل ایمان افروز واقعہ سے لگایئے -

حضرت ابوہریرہؓ قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک سے اپنے جگر کو تھامے زمین پر گرا پڑا رہتا - مجھے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا - چنانچہ ایک دن میں اس رستے پر بیٹھ گیا جہاں سے صحابہؓ گزرتے تھے (تاکہ کوئی دعوت دے دے اور کھانا کی "صلح" مارے مگر کسی نے بھی میرا مقصد نہ سمجھا) بالآخر میرے پاس سے حضور ﷺ گزرے تو آپ ﷺ نے مجھے یوں بیٹھا دیکھ کر تبسم فرمایا اور جو کچھ میرے چہرے پر اور میرے دل میں تھا اسے پہچان لیا - فرمایا ابوہریرہؓ میرے ساتھ آجاؤ - میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیا - آپ ﷺ اپنے دولت خانہ میں داخل ہوئے پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی - میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا - آپؐ نے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپؐ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے - آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ابوہریرہ! اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور سب کو میرے پاس بلا لاؤ - حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ یہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے یہ لوگ اپنے اہل و عیال اور کسی قسم کا مال نہیں رکھتے تھے - نہ ہی کسی دوسرے آدمی کے پاس ٹھہرتے تھے بلکہ مستقل مسجد میں ہی رہتے تھے

۔حضور ﷺ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو سیدھا ان کے پاس بھیج دیتے۔ اس میں سے خود کوئی چیز تناول نہ فرماتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو ان لوگوں کو بلاتے اس میں سے خود بھی کھاتے اور انہیں بھی شریک فرماتے۔ اصحاب صفہ کو بلا لانے والی بات مجھے اچھی نہ لگی۔ میں نے دل میں کہا یہ تھوڑا سا دودھ تمام اہل صفہ کو کیا کرے گا۔ اس کے پینے کا تو میں زیادہ حقدار تھا۔ جب وہ سب آجائیں گے تو امید نہیں ہے کہ میرے واسطے بھی کوئی چیز بچے۔ بہر کیف اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا ۔میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور سب کو بلا لایا۔ سب لوگ اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابو ہریرہ یہ پیالہ پکڑو اور سب کو پلاؤ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے پیالہ پکڑا اور سب کو باری باری پلانے لگا۔ جب ایک آدمی سیر ہو جاتا تو میں پیالہ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تھما دیتا۔ میں پلاتے پلاتے آخر میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا۔ دودھ میں اللہ نے اتنی برکت ڈالی کہ میرے اور آپ ﷺ کے سوا سب نے سیر ہو کر پی لیا تھا۔ اب آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر رکھتے ہوئے میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا اب صرف میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے صحیح فرمایا ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں بیٹھ گیا۔ اور ایک مرتبہ دودھ پیا۔ فرمایا دوبارہ پیو میں نے پھر پیا۔ آپ ﷺ برابر مجھے فرماتے رہے کہ پیو حتی کہ میں نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب کوئی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے دو۔ میں نے پیالہ آپ ﷺ کے حوالے کیا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی اور بچا کھچا دودھ نوش فرمایا۔ (۱۴۸)

اصحاب صفہ کی مہمانداری اور ان ضیوف الاسلام کی خبر گیری کے حوالے سے لگے ہاتھوں سنن ابی داؤد کی ایک اور ایمان افروز روایت بھی ملاحظہ کرتے چلیے:

"یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو اصحاب صفہ میں

سے تھے۔ ایک رات حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ سیدہ عائشہؓ کے گھر چلو۔ ہم آپ ﷺ کے ہمراہ سیدہ کے گھر گئے۔ آپ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا ہمیں کچھ کھلاؤ۔ وہ گندم کے موٹے پسے ہوئے آٹے سے تیار کردہ کھانے کی ایک چیز لائیں۔ وہ ہم کھا چکے تو آپ ﷺ نے پھر سیدہ عائشہؓ سے فرمایا کچھ اور بھی ہمیں کھلاؤ۔ آنحضرتؐ کھجور، آٹے، پنیر اور گھی سے تیار کردہ ایک قسم کا حلوہ لے آئیں۔ وہ ہم کھا چکے تو آپ نے فرمایا عائشہؓ اب ہمیں کچھ پلاؤ۔ سیدہ دودھ کا ایک بڑا پیالہ لائیں۔ ہم نے پی لیا تو آپ نے پھر سیدہ سے فرمایا: کچھ مزید پلاؤ اب آنحضرتؐ ایک چھوٹا پیالہ لائیں یہ پیالہ بھی ہم پی چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا چاہو تو یہیں سو جاؤ اور چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔

طخفہ بن قیس غفاری کہتے ہیں کہ میں منہ اور پیٹ کے بل سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کسی آدمی نے اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دی اور کہا۔ اس طرح سونے کو اللہ کریم پسند نہیں فرماتا۔ موصوف کہتے ہیں میں نے دیکھا تو رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ (A-۱۲۸)

آپ کس طرح مہمانوں کی خاطر تواضع اور ان کے لئے ایثار فرمایا کرتے؟

اس سلسلے میں مسند امام احمد کا ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقر و فاقہ اور سخت بھوک نے میرے دو ساتھیوں کو اور مجھے آ لیا حتیٰ کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں اندھیرا ہونے لگا۔ جب کوئی اور چارہ کار نظر نہ آیا تو ہم نے سوچا۔ اصحاب رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں شاید کسی کی طرف سے کھانے کی دعوت مل جائے۔ چنانچہ ہم لوگ سب صحابہ کے پاس باری باری گئے۔ مگر ان سب کے یہاں بھی تو افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک نے بھی ہم سے "ضیفنا" نہ کہی اور کوئی بھی ہمیں گھر لانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب در رسول ﷺ پر جانے کے سوا چارہ کی کوئی شکل دکھائی نہ دیتی تھی۔ اس لئے ہم

حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ہمیں اپنے گھر لے گئے اور فرمایا یہ چار بکریاں ہیں خود بھی دودھ پیو اور ہمیں بھی پلاتے رہو۔ ہم کئی دن تک حضور ﷺ کے گھر رہے۔ ہمارا معمول یہ تھا کہ بکریوں کا دودھ دوہ کر اس کے چار حصے کرتے۔ ایک حصہ حضور کے واسطے چھوڑ دیتے اور باقی اپنے اپنے حصے کا پی کر سو جاتے۔ حضور عموماً رات کو دیر سے گھر تشریف لے آتے اور اتنی آواز سے سلام کہتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سوئے ہوئے کی نیند میں خلل واقع نہ ہوتا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر نوافل پڑھتے اور پھر دودھ کے برتن کے پاس آکر دودھ نوش فرما لیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ "حضور انصار کے ہاں گئے ہیں آپ وہاں سے کھا پی لیں گے اس گھونٹ دودھ کو آپ ﷺ کیا کریں گے۔ لہذا تجھے یہ دودھ پی لینا چاہیے۔" اس وسوسے کو وہ میرے دل میں القاء کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اٹھا اور حضور ﷺ کے حصے کا دودھ پی گیا۔ پینے کو تو پی لیا مگر اب انتہائی ندامت محسوس ہوئی۔ میں اپنے آپ سے کہنے لگا "افسوس تو نے کیا کر دیا؟ تو نے حضور ﷺ کا دودھ پی لیا جب آپ تشریف لائیں گے اور دودھ نہیں دیکھیں گے تو تیرے لیے بددعا فرمادیں گے اور یوں تیری دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی۔" میں نے ادھر ادھر بہت پانسے بدلے مگر اس پریشانی کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے حسب معمول آہستہ سے سلام کہا پھر مسجد میں نماز پڑھی اور دودھ کے برتن کے پاس تشریف لائے۔ ڈھکنا ہٹایا تو اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا میں نے سمجھا۔ اب شامت آئی حضور ﷺ بددعا فرمائیں گے۔ مگر آپ ﷺ نے یوں دعا کی:

اللھم اطعم من اطعمنی و اسق من سقانی

اے اللہ! تو اس شخص کو کھانا کھلا جو مجھے کھلائے اور اس شخص کو پلا جو مجھے

پلائے۔

یہ سن کر میں نے چادر اوڑھی' چھری پکڑی اور بکریوں کی طرف گیا کہ ایک کو آپ ﷺ کے واسطے ذبح کرتا ہوں۔ بکریوں کے پاس جاکر دیکھا کہ سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جلدی جلدی ایک برتن میں دودھ دوھا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تم لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ! آپ پئیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پی لیا اور باقی مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ آپ پئیے۔ آپ ﷺ نے تھوڑا سا مزید پی کر باقی مجھے عنایت فرمادیا اور میں نے پی لیا۔ جب میں نے یقین کر لیا کہ آپ ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور آپ کی مذکورہ دعا کا بھی میں مستحق ہو گیا ہوں تو مجھے خوب ہنسی آئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا مقداد کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا تو فرمایا۔ یہ دودھ اللہ کی طرف سے خصوصی رحمت تھی مگر اس بات کا دکھ ہے کہ تو نے اپنے ساتھیوں کو نہیں جگایا وہ بھی پیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جب آپ نے نوش فرمالیا تو باقی لوگوں کی کوئی پروا نہیں۔(۱۲۹)

حضرت ابوہریرہؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن بھوک نے ستایا تو مجبوراً گھر سے مسجد نبوی کی طرف نکل کھڑا ہوا۔ رستے میں چند اور صحابہؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ تعجب سے پوچھنے لگے۔ اے ابوہریرہ! اس وقت کہاں؟ (غالباً وہ وقت عام لوگوں کے سونے کا ہوگا) میں نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اس وقت گھر سے نکلنے پر بھوک نے مجبور کیا ہے۔ وہ کہنے لگے قسم خدا۔ ہمارا بھی یہی معاملہ ہے ہمیں بھی بھوک ہی نے اس وقت گھروں سے نکالا ہے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ بھائی اس وقت تم سب کیسے؟ ہم نے صاف عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ

اس وقت بھوک ہمیں آپ ﷺ کے پاس لائی ہے۔ نبی رحمت ﷺ کے نورانی مکھڑے پر ان فقیروں کے بے وقت آدھمکنے اور آرام میں مخل ہونے کے کوئی ناگوار اثرات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ فوراً کھجوروں کا ایک طبق منگایا اور ہر آدمی کو دو دو کھجوریں عنایت فرماتے ہوئے فرمایا۔ یہ کھالو اور اوپر سے پانی پی لو یہ آج کے دن تمہارے لئے کافی ہو رہیں گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کو چھپا کے گود میں رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ ابو ہریرہ تم نے یہ کھجور کیوں چھپا رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اپنی امی کے لئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تم کھاؤ۔ تمہاری ماں کے لئے ہم مزید دو کھجوریں دے دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور نوش کر لی اور میری والدہ کے لئے حضور ﷺ نے مزید دو کھجوریں عنایت فرمادیں۔ (۱۳۰)

مختلف گھریلو امور

گھریلو کام کاج

دینی علمی روحانی معاشرتی خاندانی حکومتی اور سیاسی اعتبار سے نبی کریم ﷺ بلندی کی جن چوٹیوں پر فائز تھے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں' اس کے باوجود آپ ﷺ اپنے گھریلو اور ذاتی کام کاج میں کبھی کسی قسم کی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں اپنی ہتک و توہین اور عار سمجھنا دراصل ایک قسم کا تکبر غرور اور باطن کا فتور ہے۔ پھر اس رویے میں جو اخلاقی معاشرتی اور معاشی نقصانات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ بہر حال تعلیم امت کے لئے آپ ﷺ اپنے گھریلو کام خود سرانجام دیتے ورنہ خدام کی کوئی کمی نہیں تھی۔

حدیث اور سیرت کی متعدد کتابوں میں تھوڑے بہت لفظی اختلاف کے ساتھ تفصیلاً یا اختصاراً یہ روایت موجود ہے۔ قاضی عیاض کے الفاظ میں:

"آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے اپنے کپڑے خود صاف کرتے اور جھاڑ لیتے' اپنی بکریوں کا دودھ لیتے' اپنے کپڑے کو اپنے دست مبارک سے پیوند لگا لیتے' اپنے نعلین پاک گانٹھ لیتے' اپنا کام خود کرتے' گھر میں صفائی کر لیتے' اونٹ کو خود باندھ لیتے اور خود چارہ ڈالتے' اپنے خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور خادمہ سے مل کر آٹا گندھواتے اور بازار سے اپنا سودا سلف خود اٹھا لاتے۔(۱۳۱)

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا:

"رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا۔ آپ ﷺ ایک انسان تھے۔ گھر میں آپ ﷺ وہی کچھ کرتے تھے جو عام انسان کرتے ہیں۔ پھر درج بالا کاموں میں سے چند کاموں کے نام گنوائے۔(۱۳۲)

صاحب سیرت شامی نے الادب المفرد للامام بخاری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

"حسنہ بن خالد اور سواء بن خالد جب ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ اس وقت گھر کی دیوار کی مرمت میں مصروف تھے۔(۱۳۳)

آپ ﷺ نے اپنے گھر میں قیام کے وقت کو یا ایک روایت کے مطابق دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اپنے رب کی یاد کے لئے دوسرا حصہ گھر والوں کے لئے اور تیسرا حصہ اپنی ذات (آرام وغیرہ) کے لئے مختص ہوتا تھا۔ پھر اپنے ذاتی وقت کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر رکھا تھا۔ اس دوران آپ ﷺ خاص اور مخصوص احباب کے ذریعے عامتہ الناس کی مدد کرتے اور فرماتے: تم لوگ ایسے لوگوں کی حاجتیں (کام) مجھ تک پہنچاؤ جو کسی مجبوری کے سبب اپنی حاجت مجھ تک نہیں پہنچا سکتے۔ جو شخص ایسے حاجت مند لوگوں کی حاجت مجھ تک پہنچائے گا جو اپنی حاجت میرے پاس نہیں لا سکتے ہیں

تو وہ آدمی (سفارشی) قیامت کے دن ہر قسم کے خوف سے امن میں ہوگا۔(۱۳۴)

آپ ﷺ اپنا کام تو گھر میں کرتے ہی تھے۔ گھر میں سیدہ عائشہؓ کے قول آپ ﷺ کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے بلکہ کسی دوسرے مسکین کے جوتے کی مرمت یا وہ عورت کے کپڑے کو سینے کا کام آتا تو آپ ﷺ یہ خدمت بھی سرانجام دیتے۔(۱۳۵) سیدہ خدیجہؓ کے پہلے خاوند کے صاحبزادے اور ربیب النبیؐ حضرت ہند بن ابی ہالہ نے ایک استفسار پر حضور ﷺ کی گھریلو مصروفیات کی تفصیل بتاتے ہوئے بیان کیا:

"آپ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو اس وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کے لئے ایک حصہ اہل وعیال کے لئے اور ایک حصہ اپنے آرام وراحت کے لئے۔ آرام وراحت کے اوقات میں سے ایک حصہ عوام اور خواص کے لئے صرف فرمادیتے اور اس میں آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اہل علم وفضل کو آداب و اطوار سے روشناس کرانے میں ترجیح دیتے۔ دینی حالت ومرتبہ کے موافق ان کی تربیت میں اس وقت کو تقسیم کرتے۔ بعض کو ایک ضرورت لاحق ہوتی بعض کو دو اور بعض متعدد ضروریات میں مبتلا ہوتے۔ آپؐ انکے ساتھ مشغول ہو جاتے اور ان کو اصلاحی امور میں مصروف رکھتے اور ان کو مناسب احوال سے آگاہ کرتے اور ان کو مسائل سے باخبر کر کے فرماتے" لیبلغ الشاھد الغائب" (حاضر کو چاہیے کہ غائب تک یہ بات پہنچا دے) جو شخص اپنی ضرورت و خواہش کو مجھے نہیں بتا سکتا اس کی ضرورت سے مجھے مطلع کریں کیونکہ جو شخص ایسے ضرورت مند اور درماندہ شخص کی خواہش بادشاہ کے سامنے پیش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ثابت قدم رکھے گا۔"(۱۳۶)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

"ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ بازار گیا- تو آپ نے پاجامہ خریدا اور تولتے وقت (۱۳۷) دوکاندار سے فرمایا کہ "زن و ارجح" (تول مگر جھکتا ہوا تول) حضرت ابو ہریرہؓ نے پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ دوکاندار جلدی سے اٹھا اور آپ ﷺ کے دست مبارک کو چومنا شروع کر دیا- آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچتے ہوئے فرمایا! یہ عمل عجمی لوگ اپنے بادشاہوں سے کرتے ہیں لیکن میں بادشاہ نہیں ہوں- میں تو تمہارا ہی ایک فرد ہوں- اس کے بعد آپ ﷺ نے پاجامہ لے لیا- حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے چاہا کہ پاجامہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لوں مگر آپؐ نے فرمایا! "صاحب الشئی احق بشیئہ ان یحملہ" (۱۳۸) (چیز کا مالک اپنی چیز اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے)-"

گھریلو صفائی

گھریلو امور میں گھر کی صفائی بھی ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے- نبی کریم ﷺ کی جسمانی (۱۳۹) روحانی اور ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے پاکیزہ ذات کے نزدیک ہر چیز میں صفائی کتنی ضروری تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ طہارت و صفائی کو آپ ﷺ نے ایما کا جزو یا نصف ایمان قرار دیا (۱۴۰) اپنی طبعی نفاست وطہارت پسندی اور پھر صفائی کے شرعاً ضروری ہونے کے باعث آپ ﷺ نے سب لوگوں کو حکم فرما رکھا تھا:

ان اللہ طیب یحب الطیب نظیف یحب النظافۃ کریم یحب الکرم جواد یحب الجود فنظفوا افنیتکم ولا تشبھوا بالیھود (۱۴۱)

بیشک اللہ کریم پاک ہے پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے نظیف ہے نظافت (صفائی) کو پسند فرماتا ہے- کریم وجواد ہے کرم وجود کو پسند فرماتا ہے- لہذا تم بھی اپنے گھروں کے صحنوں اور حویلیوں کو صاف ستھرا رکھا کرو اور یہود کی مانند نہ ہو جاؤ (جو کوڑا کرکٹ کو گھروں میں ہی ڈھیر رکھتے

ہیں)(۱۴۲)

یہ صراحت تو کہیں نہیں مل سکی کہ ازواج مطہرات کے حجروں یا بیوت النبی میں صفائی کا کیا انتظام تھا۔ کیسے صفائی ہوتی تھی تاہم درج بالا فرمان کی رو سے اتنی بات قرین قیاس اور یقینی ہے کہ یہ حجرے اگرچہ مٹی گارے کے بنے ہوئے تھے (جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) تاہم ان کی صفائی کا پورا اہتمام کیا جاتا ہوگا اوپر گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ کو خود اپنے دست مبارک سے بھی گھر میں صفائی کرنے اور جھاڑو دینے سے کوئی عار نہ تھی۔

گھر والوں کے آرام کا لحاظ

آرام' سکون اور نیند کے انسان کے لئے ضروری اور ایک بنیادی حق ہونے کو رحمت عالم ﷺ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا تھا۔ آنجناب ﷺ اللہ کے رسول تھے اور آپ ﷺ سے یہ امر مخفی نہیں تھا کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا اہم اور طاقتور آدمی بھی عبادات' طاعت الٰہی یا دوسرے دینی و دنیوی امور میں پیغمبر خدا ﷺ کی مثل' نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ ﷺ اپنے مشاغل اور دن رات کی گوناں گوں جہادی' ذاتی' معاشرتی و سرکاری مصروفیات میں اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے آرام و سکون اور نیند کا پورا پورا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

امام مسلم نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زبانی ایک رات حضور ﷺ کے جنۃ البقیع میں جانے اور اہل بقیع کے لئے استغفار کرنے کی روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں سیدہ نے حضور ﷺ کے اٹھنے اور گھر سے باہر تشریف لے جانے کے جس انداز کو بیان کیا ہے اس سے آپ ﷺ کی اس کریمانہ روش کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

۔۔۔ فاخذ رداءہ رویدا و انتعل رویدا و فتح الباب رویدا فخرج ثم اجافہ رویدا الخ (۱۴۳)

(آپ ﷺ نے اپنی چادر آہستہ سے لی آہستہ سے جوتا پہنا آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئے پھر آہستگی سے دروازہ کو بند کر دیا)۔

اسی طرح کا ایک عام معمول حضرت مقداد بن الاسودؓ نے نقل کیا ہے جو اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بھوک مٹانے کے لئے کچھ دن حضور ﷺ کے مہمان بنے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرما رکھا تھا کہ یہ تین بکریاں ہیں ان کا دودھ پیتے رہو۔ وہ رات کو اپنے حصے کا دودھ پی کر حضور ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے لئے رکھ دیتے۔ جب آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام فرماتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا مگر سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑتا۔ (۱۴۴) محدثین نے آپ کا یہ معمول بھی لکھا ہے کہ: "جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور رات ہو جاتی تو ایسی رات کو گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ بلکہ صبح یا شام داخل ہوتے۔ (۱۴۵)

یہ بات صرف اپنے لئے نہیں تھی بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع فرما رکھا تھا۔ (۱۴۶) ایسا فرمانے میں جہاں اور حکمتیں مثلاً نہانا دھونا ہو سکتی ہیں (۱۴۷) وہاں یہ حکمت بھی معلوم ہوتی ہے کہ گھر والوں کے آرام و سکون میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔

رات کو سوتے وقت دروازہ وغیرہ بند کرنا

آپ ﷺ رات کو گھر میں محو استراحت ہوتے تو سونے سے قبل جہاں آپ ﷺ وضو کرتے مسواک کرتے سرمہ ڈالتے (۱۴۸) بستر پر لیٹتے وقت متعدد دعائیں پڑھتے (۱۴۹) وہاں یہ بھی احتیاط فرماتے کہ گھر کا دروازہ بند کر دیتے۔ پانی کے مشکیزہ کا منہ باندھ دیتے' پیالہ کو اوندھا رکھ دیتے اور دیا بجھا دیتے۔ (۱۵۰)

یہ چیزیں بظاہر معمولی ہیں مگر ان سے غفلت برتنے پر بعض اوقات گھر والوں کو جو عظیم نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ اہل دانش سے مخفی نہیں۔ دانائے سبل ختم

الرسل ﷺ سے بڑھ کر ان چھوٹی چھوٹی مگر انتہائی مفید اور ضروری چیزوں سے کون زیادہ واقف ہو سکتا تھا۔

عبادت شبانہ

نبی کریم ﷺ کے امتیازات و خصوصیات میں یہ امر بھی داخل ہے کہ آنحضور ﷺ نے جس چیز کا بھی امت کو حکم دیا پہلے اس پر خود سو فیصد عمل کر کے دکھایا۔ دین دنیا کے کسی ایسے معاملے کی نشاندھی کرنا مشکل ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ آپ ﷺ نے جلوت میں لوگوں کو تو اس کے کرنے کا حکم دیا ہو اور خود خلوت میں اور گھر کی چار دیواری میں اس پر عمل نہ کیا ہو۔ یہی معاملہ عبادت الٰہی کا تھا۔ آپ کی عبادت الٰہی کا باب بڑا ایمان افروز اور طویل ہے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"(۱۵۱) (نماز اور میری قربانی یا میری ساری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لئے ہیں۔) اور التحیات للہ والصلوات والطیبات (۱۵۲) (تمام قولی بدنی اور مالی عبادات اللہ کیلئے ہیں) کا مرقع اور عملی نمونہ تھی جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہم یہاں صرف چند باتیں اور عینی شہادتیں گھر میں آپ ﷺ کی عبادت شبانہ سے متعلق پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ اسلام کا پیغمبر اور اللہ کریم کا محبوب ﷺ لوگوں کو جو صرف پانچ وقت کی نماز اور عبادت خداوندی کا حکم دیتا تھا وہ رات کی تنہائیوں میں خود اس پر کس حد تک عمل پیرا تھا۔ آپ ﷺ کی عبادت شبانہ اور قیام لیل پر سب سے بڑی شہادت خود باری تعالیٰ کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (۱۵۳)

بیشک آپ ﷺ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے

ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ رات کی دو تہائی اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات کھڑے رہتے ہیں۔

حتی کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ (۱۵۴)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے (محبوب ﷺ) رات کو نماز میں کھڑے رہا کریں مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کیجئے یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے۔

اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کو پوری کائنات میں اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین، جن و بشر، ارض و سماء، لوح و قلم اور عرش و کرسی پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی عظیم فضیلت ظاہری و باطنی کمالات، انتہائی قدر و منزلت، بلند ترین مرتبہ و مقام، جلالت و رفعت شان عنایت فرمائی تھی۔ اور دنیا و آخرت میں سیادت بنی آدم اور مقام محبوبیت و محمودیت جیسے انعامات و احسانات سے نوازا تھا۔ ان احسانات الٰہی کے تشکر کے تقاضوں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کون واقف ہو سکتا تھا۔ اس لئے اکثر آپ ﷺ راتوں کو بارگاہ الٰہی میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اور بعض مواقع پر دوسرے لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ آخر آپ ﷺ اتنی مشقت و ریاضت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ (۱۵۵) تو فرمایا:

افلا اکون عبدا شکورا (۱۵۶)

تو کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ ہوں

کبھی گھر کے لوگ جب سو جاتے تو آپ ﷺ چپ چاپ بستر سے اٹھتے اور

دعا و مناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے - چنانچہ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ ﷺ کو بستر پر نہ پایا - میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کسی دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں - پھر میں نے اندھیرے میں ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا تو آپ ﷺ رکوع میں یا سر بسجود ہیں اور تسبیح و تحمید الٰہی میں مصروف ہیں - یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں مجھے ندامت ہوئی اور دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کس شان (عالم) میں ہیں اور میں کس خیال میں؟ (۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ (جو حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سے تھیں) کے ہاں گزاری - میں بستر نبوی ﷺ کی چوڑائی کے رخ لیٹ گیا - (۱۵۸) اور رسول مقبول ﷺ بستر کی لمبائی کے رخ لیٹ کر سو گئے - جب آدھی رات ہو گئی تو اس سے تھوڑا سا قبل یا تھوڑا سا بعد آپ ﷺ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے - سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں - پانی کی مشک لٹکی ہوئی تھی اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا - پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے - عبداللہ کہتے ہیں میں بھی وضو کر کے آپؐ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا - آپ ﷺ نے میرا دایاں کان پکڑتے اور مروڑتے ہوئے مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا - پھر آپ ﷺ نے نوافل پڑھے جتنے اللہ نے چاہا (ایک روایت کے مطابق ۱۲ نوافل اور پھر وتر پڑھے) پھر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے - پھر موذن نے آکر نماز کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے اٹھ کر نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا: (۱۵۹) آپ ﷺ خود تو راتوں کو اٹھتے ہی تھے گھر والوں کو بھی تہجد اور قیام اللیل کے لئے اٹھاتے اور ترغیب دیتے تھے - (۱۶۰)

گھروں کا پردہ

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات از روئے قرآن مجید چونکہ دنیا کی دیگر

خواتین کی مانند نہیں تھیں۔ (۱۶۱) دوسرے اللہ کریم اہل بیت رسول ﷺ کو ان کے شایان شان انہیں اچھی طرح پاک صاف کرنا اور ہر قسم کی اخلاقی نجاست ان سے دور کرنا چاہتا تھا۔ (۱۶۲) اس لیے ان کیلئے دیگر مسلمان خواتین کی بنسبت خصوصی اور سخت پردے کے احکام نازل ہوئے۔ (۱۶۳) آنحضرماتؓ نے خود بھی ان احکام پر سختی سے عمل کیا جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (۱۶۴) اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث آنحضرماتؓ سے اس کے خلاف ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فوراً تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ ایک مرتبہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم جب حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے پاس موجود سیدہ میمونہ اور ام سلمہ سے فرمایا: "ان سے پردہ کرو۔ سیدہ ام سلمہ نے عرض کیا "کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے اس استفسار پر سختی سے فرمایا" کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو؟ (۱۶۵)

اسی طرح ازواج مطہرات کیلئے پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد خادم خاص حضرت انسؓ نے حسب سابق اور حسب معمول جب حضور ﷺ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو فرمایا "وراءك یا انس" انس پیچھے ہی ٹھہرو۔ (۱۶۶) کاشانہ نبوی ﷺ میں بغیر اجازت داخل ہونے سے خود اللہ کریم نے منع فرما دیا تھا۔ (۱۶۷)

دیگر خواتین کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے میں علماء کا اختلاف ہے۔ (۱۶۸) مگر ازواج مطہراتؓ کیلئے چہرے' ہاتھوں بلکہ لباس اور برقعے کے باوجود بھی ان کے جسم اطہر کا پردہ فرض تھا۔ چنانچہ امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالے سے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے:

"چہرے اور ہاتھوں کے پردے کی فرضیت نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی خصوصیت میں سے ہے۔ تو بلا کسی اختلاف کے ان کیلئے جائز نہ تھا کہ وہ اپنے چہرے کو گواہی وغیرہ کے لئے ظاہر کریں اور ان کیلئے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ لباس پہنے ہوئے بھی کسی غیر محرم کے سامنے آئیں۔ سوائے اس کے کہ

انھیں حاجت بشری کیلئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم ان (ازواج مطہراتؓ) سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو پس پردہ مانگو اور وہ لوگوں کو کچھ فرمانے کیلئے تشریف فرما ہوتیں تو پس پردہ تشریف رکھتیں اور جب وہ باہر نکلتیں تو اپنے ملبوس جسم کو چادر سے لپیٹ کر نکلتیں"۔ (۱۶۹)

اسی طرح سفر میں جب آپ ﷺ ازواج مطہراتؓ میں سے کسی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے جاتے وہ صرف رقعہ میں نہیں بلکہ ہودج میں سوار ہوتیں جس پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ چنانچہ واقعہ افک میں جب قافلہ چلنے لگا تو ساربان نے یہ سمجھتے ہوئے کہ سیدہ عائشہؓ اپنے ہودج میں موجود ہیں 'ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جبکہ آنحضرت قضائے حاجت کیلئے باہر گئی ہوئی تھیں۔ (۱۷۰) واقعہ افک کی مزید تفصیل انشاء اللہ باب چہارم میں آئے گی۔

حوالہ جات و حواشی باب سوم

۱- (الف) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۷ ۳۲ - ۳۸۴ - ج ۲ ص ۷۷۹ طبع کراچی

(ب) صحیح مسلم (مع شرح نووی): ج ۲ ص ۲۱ طبع کلاں کراچی

۲- (الف) صحیح بخاری: ۲: ۶۳۷ (کتاب المغازی باب کتاب النبیؐ الی کسریٰ وقیصر)

(ب) تفسیر ابن کثیر (تحت سورۃ النساء: آیت ۳۴) اردو ترجمہ پارہ ۵ ص ۲۱

۳- (الف) جامع ترمذی: ص ۳۳۹ طبع کلاں نور محمد کراچی

(ب) المستدرک للحاکم: ۴: ۳۱۲ حیدر آباد دکن ۱۳۴۲ھ

(ج) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الرقاق) ص ۴۴۳ طبع کلاں کراچی

۴- ملا علی قاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۹: ۳۶۸ مکتبہ امدادیہ ملتان

۵- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) امام سرخسی: المبسوط: ۳۰: ۲۶۳ طبع مصر

(ب) مرغینانی: ہدایہ (اردو ترجمہ عین الہدایہ): ۲: ۳۳۲

(ج) ابوبکر الکاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۴: ۳۸ طبع مصر

(د) امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۳: ۲۲۵ بیروت

(ھ) ابن حزم: المحلیٰ: ۳: ۴۵۲ (مسئلہ ۷۲۵) طبع مصر

(و) امام شاطبی: الموافقات (کتاب المقاصد - المسئلہ الاولیٰ): ۲: ۴

(ز) ابوالفضل الدمشقی: الاشارۃ الی محاسن التجارۃ ص ۱۹ قاہرہ ۱۹۷۷ء

۶- محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۲۴۴ کراچی ۱۹۸۱ء

۷- قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض - مجھے زمین کے جملہ خزانوں کی تمام کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ (بخاری: ۲: ۹۵۱ طبع دہلی)

۸- فواللہ لو شئت لاجری اللہ معی جبال الذھب والفضۃ
(الف) الماوردی: اعلام النبوۃ: ص ۱۹۸ طبع ازہر مصر
(ب) محمد ابوزہرہ: خاتم النبیین ج ۱ ص ۲۲۳ طبع بیروت
۹- (الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۵۰۱ طبع بیروت ۱۹۶۰ء
(ب) سمہودی: وفاء الوفاء: ۱: ۳۲۷ مصر ۱۳۲۶ھ
۹-A صحیح بخاری: ۱: ۵۶ (باب الصلوۃ علی الفراش)
۱۰- (الف) امام بخاری: الادب المفرد ص ۶۶ طبع بیروت لبنان
(ب) سمہودی: وفاء الوفاء: ۱: ۳۲۹
(ج) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۵۰۱ طبع بیروت
(د) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۵۰۱
۱۱- (الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۴۹۹ بیروت ۱۹۶۰ء
(ب) سمہودی: وفاء الوفاء: ۱: ۳۲۷
۱۲- سمہودی: وفاء الوفاء: ۱: ۳۲۷
۱۳- (الف) صحیح بخاری: ۱: ۵۶ طبع کلاں کراچی
(ب) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۴۰۵ بیروت
(د) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۵۱ طبع مصر
۱۴- سمہودی: وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۷ مطبعۃ الآداب مصر ۱۳۲۶ھ
۱۵- سنن ابی داود: ۲: ۷۱۱ (کتاب الادب) اصح المطابع کراچی
۱۶- الشعرانی: کشف الغمہ: ۲: ۳۰ مصر ۱۳۷۰ھ
۱۷- ابو جعفر بن کی: من لا یحضرہ الفقیہ: ۳: ۶ طبع مصر
۱۸- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الرقاق) ص ۴۴۴ طبع کلاں کراچی
۱۹- ایضاً ص ۴۴۱

۲۰- احمد الشامی: السیرۃ النبی العربی: ۱: ۲۳۳-۲۳۴ مصر ۱۳۹۸ھ

۲۱- (الف) امام احمد بن حنبل: کتاب الزہد ص ۹۹ دار الفکر بیروت

(ب) ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ۴: ۱۳ء طبع قاہرہ

(ج) الماوردی: اعلام النبوۃ ص ۱۹۹ طبع الازہر

(د) ابن جوزی: کتاب الحدائق: ۱: ۲۹۷ طبع بیروت

(ہ) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۵۱-۳۵۲ مصر

۲۲- (الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۳۵ طبع کلاں کراچی

(ب) صحیح مسلم (مع شرح نووی): ۱: ۴۸۰ طبع کلاں کراچی

(ج) ابو یعلی الموصلی: مسند: ۱: ۱۱۱-۱۱۲ (حدیث ۱۵۹) طبع جدہ

(ہ) امام احمد بن حنبل: کتاب الزہد: ۹۷ دار الفکر بیروت

(و) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۴۲۸

۲۳- اوحدین میرزا خان البرکی: نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سید الانس والجان، ص ۱۰۳ (مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)

۲۴- علامہ صالحی شامی: سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۷: ۳۵۴

۲۵- شاید یہ سامان سربراہ مملکت اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپ تک پہنچا ہو۔

۲۶- سبل الہدی والرشاد (سیرت شامی): ۷: ۳۵۴ بیروت

۲۷- حوالہ مذکور ص ۳۵۵

۲۸- سیرت شامی: ۷: ۳۶۱ طبع بیروت لبنان

۲۹- ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۱: ۳۲ بیروت

۳۰- سیرت شامی: ۷: ۳۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ

۳۱- امام بخاری: الادب المفرد: ص ۱۳۳ بیروت لبنان

۳۲-(الف) سنن ابی داؤد: ۲: ۵۷۲ (کتاب اللباس) اصح المطابع کراچی
(ب) محمد بن یوسف شامی: سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۷ ص ۳۶۰
۳۲A۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۵۵۷/ صحیح مسلم: ۲: ۲۰۰ کراچی
۳۲B۔ صحیح بخاری: ۱: ۱۵۴/ سنن نسائی: ۲: ۲۶۰ (کتاب الزینۃ)
۳۳- صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۸۳ (کتاب البیوع: باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال و النساء)
۳۴۔ سنن نسائی: ج ۲ ص ۲۴۴ (کتاب الزینۃ باب الکراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی)
۳۵- سنن نسائی: ۲: ۲۴۴-۲۴۵ (کتاب اور باب مذکور)
۳۶- ایضاً
۳۷- صحیح بخاری: ۱: ۴۵ (کتاب الحیض) طبع کلاں کراچی
۳۸- ایضاً
۳۹-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۰۰ بیروت
(ب) عماد الدین: کتاب المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابو الفداء) ج ۱ ص ۱۱۰
(ج) ابن کثیر: السیرۃ النبویۃ: ۳: ۶۳۲ بیروت اردو ترجمہ ج ۳ ص ۲۵۲
۴۰-(الف) نووی: شرح مسلم مع صحیح مسلم: ج ۲ ص ۲۹۱ (باب من فضائل ام ایمن)
(ب) ابن کثیر: السیرۃ النبویۃ: ۳: ۶۳۲ طبع بیروت اردو ترجمہ ج ۳ ص ۲۵۳
۴۱-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۶۸ بیروت
(ب) مقریزی: امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء: ج ۱ ص ۷-۸ قاہرہ
(ج) قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ۱: ۳۶۷ طبع مصر
۴۲-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۶۸ بیروت
(ب) مقریزی: امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء: ج ۱ ص ۷-۸ قاہرہ
۴۳-(الف) سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۳۳۳ (کتاب الصیام) کراچی
(ب) امام سیوطی: الشمائل الشریفہ: ص ۱۳۰ جدہ سعودی عرب ۱۴۱۲ھ

۴۴- قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ: ج ۱ ص ۸۵ طبع مصر
۴۵- ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد: ج ۱ ص ۱۴۷ بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- (الف) صحیح بخاری (کتاب الصوم، باب الوصال) ج ۱ ص ۲۶۳ کراچی
(ب) صحیح بخاری (کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق) ج ۲ ص ۱۰۸۳
(ج) صحیح مسلم (کتاب الصیام، باب النہی عن الوصال) ج ۱ ص ۳۵۱-۳۵۲
(د) سنن ابی داؤد (کتاب الصیام، باب فی الوصال) ج ۱ ص ۳۲۲ کراچی
۴۷- مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو:
(الف) شمائل ترمذی مع جامع ترمذی: ص ۵۷۸-۵۷۹ کراچی
(ب) زاد المعاد ابن قیم الجوزیہ: ۱: ۱۴۷ تا ۱۵۰ بیروت ۱۴۰۵ھ
(ج) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۹۱ تا ۳۹۷
(د) شبلی نعمانی: سیرۃ النبیؐ: ۲: ۱۲۴-۱۲۵ طبع الفیصل لاہور
۴۸- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۲۱ تا ۱۳۱ بیروت
(ب) ابن جریر طبری: تاریخ طبری: ۲: ۲۷۸ تا ۲۸۲ مصر
(ج) علامہ حلبی: سیرۃ حلبیہ: ۱: ۲۱۵ تا ۲۲۲ مصر
(د) ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ: ۱: ۲۵۱ تا ۲۶۰ مصر
۴۹- (الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۱۳۰ بیروت
(ب) علامہ حلبی: سیرۃ حلبیہ: ۱: ۲۱۹ مصر
۵۰- (الف) عبد الرحمٰن البناء: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۰: ۲۳۱ طبع قاہرہ
(ب) سہیلی: الروض الانف: ۱: ۷۷ طبع مصر
۵۱- (الف) سمہودی: وفاء الوفاء: ۱: ۱۹۰ طبع مصر ۱۳۲۶ھ
(ب) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۱۸۴ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

۵۲- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :
(الف) ابن کثیر : السیرۃ النبویہ : ۲ : ۲۷۲ قاہرہ
(ب) علامہ حلبی : سیرت حلبیہ : ۲ : ۲۴۸ مصر
(ج) سہیلی : الروض الانف : ۲ : ۲۴۸ مصر
(د) ابن اثیر الجزری : اسد الغابہ : ۲ : ۸۰-۸۱ طہران
(ھ) سمہودی : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ : ۱ : ۲۵۶ بیروت لبنان
(و) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی) ج ۳ ص ۳۹۰
۵۳-(الف) سہیلی : روض الانف : ۲ : ۲۳۹ مصر
(ب) سمہودی : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ : ۱ : ۲۶۲ بیروت لبنان
(ج) ابن کثیر : السیرۃ النبویہ : ۲ : ۲۷۷ قاہرہ
(د) ابن حجر : الاصابہ فی تمیز الصحابہ ذکر ابوایوب
۵۴- ابن اثیر الجزری : اسد الغابہ : ۲ : ۸۱ طہران
۵۵-(الف) سمہودی : وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ : ۱ : ۱۸۹-۱۹۰ مصر ۱۳۲۶ھ
(ب) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۳۸۰-۳۸۱
۵۶- ابن سعد : الطبقات الکبریٰ (اردو ترجمہ "طبقات کبیر") ج ۱ ص ۳۵۳
۵۷- سمہودی : وفاء الوفاء : ۱ : ۱۹۳ مصر
۵۸- ایضاً ص ۱۹۰/ ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۲۰۹
۵۹-(الف) امام بخاری : صحیح بخاری : ۲ : ۹۵۶ طبع کلاں کراچی
(ب) امام مسلم : صحیح مسلم مع شرح نووی : ۲ : ۲۰۱ طبع کلاں کراچی
(ج) ابن حبان : صحیح ابن حبان : ۹ : ۸۸ سانگلہ ہل
(د) ابن ابی شیبہ : مصنف : ۱۳ : ۲۴۹ کراچی
(ھ) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ (عن ابی ہریرہؓ) ج ۱ ص ۱۰۲ بیروت

(ز) البیہقی: دلائل النبوۃ ۱: ۳۳۱ لاہور

۶۰- قسطلانی: المواہب اللدنیہ ۲: ۳۴۴

۶۱- (الف) محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور (خطبہ نظام مالیہ و تقویم) ص ۲۷۵

(ب) اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ج ۱۹ ص ۳۵ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۶۲- صحیح مسلم ۲: ۹۶ (کتاب الجہاد) طبع کراچی

۶۲A- ابن سعد: الطبقات ۱: ۳۸۸-۳۸۹

۶۳- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

البلاذری: انساب الاشراف ۱: ۵۱۲ تا ۵۱۴ بیروت

۶۴- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۱: ۳۹۴-۳۹۵

۶۵- (الف) ابن سعد: الطبقات ۱: ۴۹۴-۴۹۶ دار صادر بیروت

(ب) ابن سید الناس: عیون الاثر ۲: ۳۰۳

(ج) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور (خطبہ نظام مالیہ و تقویم) ص ۲۷۶

۶۶- ارشاد نبویؐ ہے "احلت لی الغنائم" میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں:

(الف) جامع ترمذی: ص ۲۴۴ طبع کلاں کراچی

(ب) مشکوٰۃ: ص ۵۱۲ طبع کلاں کراچی

ایک دوسری حدیث میں فرمایا" فلم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذالک بان اللہ رای ضعفنا و عجز نا فطیبھا لنا" ہم سے قبل کسی کے لئے یہ غنیمتیں حلال نہ تھیں بایں وجہ کہ اللہ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا تو غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔ (مسلم ۲: ۸۵)

۶۷- (الف) کاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (اردو ترجمہ) ج: ۷: ۲۵

(ب) مرغینانی: ہدایہ (اردو ترجمہ عین الہدایہ) ج ۲ ص ۵۴۸-۵۴۹

(ج) یحییٰ ابن آدم: کتاب الخراج: ص ۱۴۱ بیروت لبنان ۱۳۹۹ھ

۶۸-(الف) واقدی: کتاب المغازی: ۳: ۳۹۳ آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۶۶ء

(ب) ماوردی ابوالحسن علی بن محمد: اعلام النبوۃ: ص ۲۱۱ طبع ازہر ۱۹۸۱ء

۶۹- مخیریق کے ایمان میں اختلاف ہے- ابن سعد نے لکھا ہے- فخرج مع رسول اللہ الی احد بعمرہ وھو علی دینہ (ابن سعد الطبقات: ۱: ۵۰۱-۵۰۲)

۷۰-(الف) الماوردی: احکام السلطانیہ (اردو ترجمہ): ص ۲۷۲

(ب) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ): ۲: ۵۹ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

(ج) محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور: ص ۷۷ ۲ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

(د) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۵۰۱

(ھ) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۲۵۲

(و) ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ (تذکرہ مخیریق)

۷۱- ابن حجر: فتح الباری: ۶: ۱۳۰ بحوالہ شبلی نعمانی: سیرۃ النبیؐ: ۲: ۱۱۳

۷۲-(الف) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو ترجمہ): ۱: ۱۱۹

(ب) اردو عربی تفاسیر تحت سورہ الحشر: ابتدائی آیات

(ج) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۱۱۲

(د) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۵۰۲ دار صادر بیروت

۷۳-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۴۰۷ (کتاب الجہاد باب المجن) نیز ج ۲ ص ۷۲۵

(ب) صحیح مسلم مع نووی: ۲: ۸۹ (کتاب الجہاد باب حکم الفئی) کراچی

(ج) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو ترجمہ): ۱: ۱۱۹

(د) علامہ کاسانی: بدائع الصنائع (اردو ترجمہ) ج ۷ ص ۳۰۱

(ھ) سنن ابی داؤد: ج ۲ ص ۴۱۲ (کتاب الخراج باب صفایا النبی من الاموال)

(و) علامہ آلوسی: روح المعانی ج ۲۸ تحت سورہ الحشر

(ز) قاضی ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری (اردو ترجمہ) ج ۱۱ ص ۲۹۵ کراچی

(ح) ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم (اردو ترجمہ) پ ۲۸ ص ۲۳ نور محمد کراچی
(ط) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۱۷ المکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

۷۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
(الف) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۱۲۱
(ب) کاسانی: بدائع الصنائع (اردو ترجمہ) ج ۷ ص ۳۰۱
(ج) ماوردی: احکام السلطانیہ (اردو ترجمہ) ص ۲۷۲ تا ۲۷۵
نوٹ: ماوردی نے خاصی تفصیل دی ہے۔
(د) یحییٰ ابن آدم: کتاب الخراج: ص ۴۳ دار المعرفۃ بیروت لبنان

۷۵- (الف) سنن ابی داؤد: ج ۲ ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ (کتاب الخراج باب صفیا النبی من الاموال)
(ب) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۵۰۲ (صدقات رسول اللہ ﷺ)

۷۶- کیونکہ خیبر کے بعض قلعے بزور شمشیر فتح ہوئے اور بعض معاہدہ صلح کے نتیجے میں (حاشیہ ابوداؤد: ۲: ۴۱۳) نیز ماوردی: الاحکام السلطانیہ (اردو ترجمہ) ص ۲۷۳

۷۷- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ج ۸ ص ۸۰، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۳۰

۷۸- (الف) صحیح بخاری: ۱: ۵۲۶ (کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ رسول اللہ)
(ب) صحیح بخاری: ۲: ۵۷۶ (کتاب المغازی باب حدیث بنی نضیر)
نوٹ: ان اموال فے کے فقہی اور تفصیلی احکام کے لئے ملاحظہ ہو:
(الف) صحیح بخاری: ج ۲ ص ۹۶۰-۱۰۸۶ کراچی
(ب) صحیح مسلم مع نووی: ۲: ۸۹ کراچی
(ج) بدائع الصنائع ما کاسانی (اردو): ۷: ۳۰۱
(د) کتاب الخراج لامام ابی یوسف: ص ۲۳ تا ۲۷ بیروت
(ھ) کتاب الخراج لیحیٰ ابن آدم ص ۳۱ تا ۲۸-۱۷ تا ۲۳ بیروت

(د) ماوردی: احکام السلطانیہ (اردو ترجمہ): ص ۲۷۲ تا ۲۷۵
۷۹- جامع ترمذی: ص ۲۴۷ (ابواب الجہاد باب ما جاء فی قبول ہدایا المشرکین)
۸۰- خفاجی: نسیم الریاض شرح الشفاء ۱:۱۷۳ تا ۱۷۴ مصر
۸۱- قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض - مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئیں (صحیح بخاری: ۲:۹۵۱ طبع کتاں کراچی)
۸۲- محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ص ۳۴۴ کراچی ۱۹۸۱ء
۸۳- (الف) صحیح بخاری: ۲:۹۵۶ کراچی
(ب) صحیح مسلم مع نووی: ۲:۴۰۱ کراچی
(ج) ابن ابی شیبہ: مصنف: ۱۳:۲۴۹ کراچی
(د) صحیح ابن حبان: ۹:۸۸ سانگلہ ہل شیخوپورہ
۸۴- ان چیزوں کی وضاحت اور تفصیلات کتب حدیث میں موجود باب ''کتاب الرقاق کی احادیث نبوی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔
۸۵- کسی چیز سے اعراض کر لینا اور اس کی بہت کم مقدار پر راضی ہو جانا (راغب اصفہانی: المفردات: ص ۲۱۵ مصطفیٰ حلبی مصر ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
۸۶- خفاجی: نسیم الریاض: ۱:۱۷۳ تا ۱۷۴ (تلخیص)
۸۷- ماوردی: اعلام النبوۃ: ص ۲۱۱ طبع ازہر مصر
۸۸- ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی: ص ۳۴۴ کراچی ۱۹۸۱ء
۸۹- امام بخاری: الجامع الصحیح: ۲:۸۰۹ طبع دہلی
۹۰- قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض (مجھے زمین کے اندر مدفون تمام خزانوں کی چابیاں دی گئیں ہیں۔ (صحیح بخاری: ۲:۹۵۱ طبع دہلی)
۹۱- (الف) مسلم (مع شرح نووی): ۲:۴۰۱ طبع کراچی
(ب) بخاری: ۲:۹۵۶ دہلی۔ کراچی

(ج) مصنف ابن ابی شیبہ : ۱۳: ۲۴۹ کراچی

(د) طبقات ابن سعد (عن ابی ہریرہ) : ۱: ۴۰۱۔ ۴۰۳ بیروت

۹۲- (الف) صحیح مسلم مع نووی : ۲: ۴۰۹ قدیمی کتب خانہ

(ب) جامع ترمذی : ص ۴۴۰ طبع نور محمد کراچی

(ج) مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۴۶ کراچی

۹۳- جامع ترمذی : ص ۴۳۱، ابن سید الناس : عیون الاثر : ۲: ۳۱۷

۹۴- قاضی عیاض : الشفاء : ۱: ۱۴۲۔ ۱۴۳ مصر

۹۵- (الف) قاضی عیاض : الشفاء : ۱: ۱۴۲ مصر

(ب) مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۲ کراچی

۹۶- قاضی عیاض : الشفاء : ۱: ۱۴۲

۹۷- ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۴۴۹

۹۸- (الف) ابن سعد : الطبقات : ۱: ۴۰۵ بیروت

(ب) سیرت حلبیہ : ۳: ۳۵۱ طبع مصر

(ج) صحیح بخاری : ۱: ۵۶ (باب الصلوٰۃ علی الفراش الخ)

۹۹- ابن جوزی : المنتظم فی تاریخ الامم والملوک : ۴: ۳۳ بیروت

۱۰۰- (الف) ابن سعد : الطبقات : ۱: ۴۲۳ بیروت

(ب) مشکوٰۃ : ۱: ۲۴۷ کراچی

(ج) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد : ۲۲: ۲۹ قاہرہ

(د) ذہبی : تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) : ج ۱ ص ۵۷۴، ۵۹۰

۱۰۱- (الف) صحیح بخاری : ۲: ۴۳۲- ج ۱ ص ۳۴۸ کراچی

(ب) جامع ترمذی : ص ۴۶۵ کراچی

(ج) بلاذری : انساب الاشراف : ۱: ۵۰۸

(د) ذہبی: تاریخ الاسلام (سیرۃ النبویہ) ۹۱۵ بیروت

۱۰۲- مولانا مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم: ص ۱۰۲-۱۰۳ لاہور

۱۰۳- علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۵ مصر

۱۰۴-(الف) جامع ترمذی: ص ۳۴۰ کراچی

(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۹۱ بیروت

(ج) حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۵۳ مصر

۱۰۵-(الف) صحیح بخاری: ۲: ۹۵۷ کراچی

(ب) صحیح مسلم: ۲: ۳۰۹ کراچی

(ج) علی متقی: کنز العمال: ۶: ۲۷۴ حیدر آباد دکن

(د) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۳۲ بیروت

(ہ) قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۰ مصر

۱۰۶-(الف) صحیح مسلم: ۱: ۳۴۵ کراچی

(ب) ابن حبان: صحیح: ۹: ۱۸۱ سانگلہ ہل شیخوپورہ

(ج) واقدی: کتاب المغازی: ۲: ۶۹۷ آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۶۶ء

(د) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۹۰

۱۰۷-(الف) ابو یعلی الموصلی: مسند: ۳: ۱۹۲ (حدیث نمبر ۲۷۴۰)

(ب) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو ترجمہ) ص ۴۹۲ باب ۵۰

۱۰۸-(الف) صحیح بخاری (کتاب الوصایا) ج ۱ ص ۳۸۲ ج ۲: ۶۴۱ کراچی

(ب) صحیح مسلم: ۲: ۴۳ کراچی

(ج) ابن حبان: صحیح: ۹: ۶۹ سانگلہ ہل

(د) الماوردی: اعلام النبوۃ: ص ۲۱۱ مصر

(ہ) قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۱ مصر

(و) ذہبی: تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) ص ۵۸۹ بیروت

(ز) محی السنہ بغوی: شرح السنہ: ۱۳: ۱۵۱ بیروت ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

(ح) سنن نسائی: ۲: ۱۰۹ طبع کلاں کراچی

(ط) احمد عبد الرحمن: الفتح الربانی: ۲۲: ۴۹ قاہرہ

(ی) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۱۷

۱۰۹- (الف) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۸۱ بیروت

(ب) ابن حزم: جوامع السیرۃ: ص ۳۲ گوجرانوالہ

(ج) سیرت شامی: ۷: ۱۰۵

۱۱۰- (الف) الماوردی: اعلام النبوۃ: ص ۱۹۸

(ب) حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۵۴

(ج) ابن عساکر: مختصر تاریخ دمشق: ۲: ۲۳۹ دمشق

(د) محمد ابو زہرہ: خاتم النبیین: ۱: ۲۴۳ دار الفکر بیروت

۱۱۱- (الف) مشکوۃ المصابیح: ص ۳۴۲

(ب) قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۱

(ج) احمد عبد الرحمن: الفتح الربانی: ۲۲: ۴۸

(د) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۸۱

(ہ) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۸۹

(و) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۱۷

۱۱۲- (الف) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۸۱

(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۹۰

(ج) امام بغوی: شرح السنہ: ۱۳: ۲۳۸

۱۱۳- صحیح بخاری: کتاب الطلاق باب من خیر نساءہ

۱۱۴- یوسف نبہانی: جواہر البحار ۱: ۲۸۵

۱۱۵- مولانا مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم: ص ۶۵-۶۶

۱۱۶- جعفر شاہ پھلواری: اسلام دین آسان: ص ۲۷۴-۲۷۵ لاہور ۱۹۵۵ء

A۔۱۱۶۔ (الف) صحیح ابن حبان: ۷: ۸۹

(ب) کنز العمال: ۷: ۱۲۲۔۱۲۴

(ج) بیہقی: دلائل النبوۃ ۱: ۳۴۹

(د) ابو زہرہ: خاتم النبیین ۱: ۲۴۲۔۲۴۳

۱۱۷- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) ابن ہشام: سیرۃ النبی ۱: ۱۳۱: ۱۳۷

(ب) سیرت طیبہ: ۱: ۹ نیز عربی اردو تفسیریں تحت سورہ الذریات آیت ۲۴ تا ۲۷ (ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین الخ)

۱۱۸- قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۸۵

۱۱۹- شمائل ترمذی (مع جامع ترمذی) ص ۵۹۹

۱۲۰-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۱: ۴۰۹

(ب) ابو عبید: کتاب الاموال: ۱: ۳۳۱

۱۲۱- مسند امام احمد: ۶: ۳۹۷ طبع مصر قدیم

۱۲۲- ابو عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی: ص ۳۳۱

۱۲۳-(الف) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۲۵۵

(ب) ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء ۱: ۳۳۸-۳۳۱

(ج) ابن حزم: المحلی: ۳: ۴۵۴ مصر

(د) کتانی: نظام الحکومۃ النبویۃ ۱: ۷۵ بیروت

۱۲۴- سمہودی: وفاء الوفاء: ۲: ۲۵۶

۱۲۵- صحیح بخاری: ج ۱ص ۸۴ (کتاب مواقیت الصلوٰۃ) ص ۵۰۶ (کتاب المناقب)

۱۲۶- اصحاب صفہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ شیخ کتانی کے مطابق تمیں سے لے کر چار سو تک اور ایک روایت میں نو سو تک بھی رہی (کتانی: نظام الحکومۃ النبویہ ۱: ۴۸۰)

۱۲۷- ابن سعد: الطبقات: ۱: ۲۵۶

۱۲۸- (الف) حاکم: المستدرک: ۳: ۱۵-۱۶ حیدر آباد دکن

(ب) حافظ ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۲۲۷

(ج) سمہودی: وفاء الوفاء: ۲: ۴۵۳

(د) نووی: ریاض الصالحین: ص ۲۲۷-۲۲۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور

A۔۱۲۸۔ سنن ابی داؤد: ۲: ۶۸۷ (کتاب الادب ابواب النوم باب فی الرجل ینبطح علی بطنہ

۱۲۹ (الف) احمد عبدالرحمن البناء: الفتح الربانی: ج ۲۲ ص ۳۲-۳۳

(ب) ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ۴: ۶۶۶-۶۶۷ بیروت لبنان

(ج) جامع ترمذی (ابواب الاستیذان والآداب باب کیف السلام) ص ۳۸۹

۱۳۰- ابن سعد: الطبقات: ۴: ۳۲۹

۱۳۱- قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۲-۱۳۳

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) صحیح بخاری: ۱: ۹۳ (باب من کان فی حاجۃ اھلہ)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۱۹-۵۲۰

(ج) امام بخاری: الادب المفرد: ص ۷۹ بیروت

(د) امام غزالی: آداب النبی (اردو ترجمہ از مفتی محمد شفیع) ص ۱۹ لاہور

(ہ) امام سیوطی: الشمائل شریفہ: ص ۳۳۵ جدہ ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

(و) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۵۰

(ز) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۶: ۳۳۰

(ح) مسند احمد: ۶: ۲۵۶

(ط) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو) ج ۳ ص ۳۴۲-۳۴۳

(ی) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۳۶۶

(ک) ذھبی: تاریخ الاسلام (سیرۃ النبیؐ) ص ۳۳۶ بیروت ۱۴۰۹ھ

(ل) سیرت شامی: ۷: ۳۶

(م) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۳۲

۱۳۲- ذھبی: تاریخ الاسلام (سیرۃ النبیؐ) ص ۴۵۹

۱۳۳- علامہ شامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۷: ۳۶

۱۳۴-(الف) قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۶

(ب) ذھبی: تاریخ الاسلام (سیرۃ النبیؐ) ص ۴۳۶

۱۳۵-(الف) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۵۰

(ب) ابن منظور: مختصر تاریخ دمشق: ۲: ۲۴۸ دار الفکر ۱۹۸۴ء

۱۳۶- ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۳۲۷

۱۳۷- شاید اس زمانے میں کپڑا تول کر فروخت ہوتا ہو۔

۱۳۸- قاضی عیاض: الشفاء: ۱: ۱۳۳ (فصل واما نوقعہ)

۱۳۹- خرق عادت اور معجزانہ طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پاکیزہ منزہ معطر اور خوشبودار جسم عنایت ہوا تھا اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) قاضی عیاض: الشفاء جلد اول فصل واما نظافۃ جسمہ ص ۶۱ تا ۶۵

(ب) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۱۰ تا ۳۱۸

۱۴۰- مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الطہارۃ) ص ۳۸

۱۴۱- جامع ترمذی (ابواب الاستیذان والآداب باب ما جاء فی النظافۃ) ص ۴۹۷

۱۳۲- عبدالرزاق ملیح آبادی: اسوہ حسنہ: (اردو ترجمہ ھدی الرسول اختصار زادالمعاد ابن قیم) ص۶۱-۶۲ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۸۶ء

۱۳۳-(الف) صحیح مسلم: ج۱ص ۳۱۳ (کتاب الجنائز)

(ب) امام نسائی: السنن الکبری: ۵: ۲۸۸-۲۸۹

۱۳۴-(الف) جامع ترمذی (ابواب الاستیذان والآداب باب کیف السلام) ص۳۸۹

(ب) احمد عبدالرحمان البناء: الفتح الربانی: ۲۲: ۳۲-۳۳

(ج) ابن کثیر: السیرۃ النبویۃ: ۴: ۶۶۶-۶۶۷ بیروت لبنان

۱۳۵-(الف) ابن قیم: زادالمعاد: ۱: ۱۵۴ بیروت

(ب) مشکواۃ المصابیح (باب آداب السفر) ص۳۳۹

۱۳۶-(الف) جامع ترمذی (باب فی کراھیۃ طروق الرجل اھلہ لیلا) ص۳۸۸

(ب) مشکواۃ المصابیح (باب آداب السفر) ص ۳۳۹

۱۳۷- مشکواۃ المصابیح: ص۳۳۹

۱۳۸- شمائل ترمذی: ص۵۷۱ (مع جامع ترمذی)

۱۳۹-(الف) سنن ابی داؤد: (باب مایقول عندالنوم) ج۲ ص ۶۲۸

(ب) شمائل ترمذی: (باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ) ص۵۸۷

۱۵۰- امام بخاری: الادب المفرد: ص۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۵۱- سورۃ الانعام: ۱۶۲

۱۵۲- مشکواۃ المصابیح (باب التشہد) ص۸۵

۱۵۳- سورۃ المزمل: ۲۰

۱۵۴- سورۃ المزمل: ۱-۴

۱۵۵- سورۃ الفتح: ۲

۱۵۶-(الف) صحیح بخاری: ج۱ص۱۵۲ - ج۲ص۷۱۶

(ب) جامع ترمذی : ص ۵۸۸

(ج) قاضی عیاض : الشفاء ۱ : ۱۳۵

(د) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو) : ج ۳ ص ۳۶۰

(ہ) علامہ حلبی : سیرت حلبیہ : ۳ : ۳۵۰

۱۵۷۔ سنن نسائی (کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ) ج ۲ ص ۷۹

۱۵۸۔ ادب نبویؐ اور تبرک کے لئے پاؤں کی جانب (حاشیہ شمائل ترمذی) ص ۵۸۸

۱۵۹۔(الف) صحیح بخاری ۱ : ۳۵ (کتاب الوضوء باب التخفیف فی الوضوء)

(ب) شمائل ترمذی ص ۵۸۸ (باب ما جاء فی عبادۃ رسول اللہؐ)

۱۶۰۔ صحیح بخاری ۱ : ۱۵۲ (کتاب التہجد)

۱۶۱۔ سورۃ الاحزاب : ۳۲

۱۶۲۔ ایضاً

۱۶۳۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۲' آیت نمبر ۵۳ اور آیت نمبر ۵۹ کے تحت عربی اردو تفاسیر

۱۶۴۔ ازواج مطہرات کیلئے حکم الٰہی "وقرن فی بیوتکن" (اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) ایسی دیگر نصوص کے مطابق اگرچہ نماز' حج اور دوسری ضروریات انسانی کیلئے نکلنا جائز تھا مگر سیدہ سودہؓ نے اس حکم پر اپنے گھر کو اس طرح لازم پکڑا کہ ۱۹ھ میں وہاں سے سیدہ کا جنازہ نکلتا ہی لوگوں نے دیکھا۔ (تفسیر قرطبی ۱۴ : ۱۸۱۔ احکام القرآن للجصاص : ۳ : ۳۶۰)

۱۶۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات

۱۶۶۔ امام جصاص : احکام القرآن : ۳ : ۳۶۹ (سورۃ الاحزاب : ۵۳)

۱۶۷۔ سورۃ الاحزاب : ۵۳

۱۶۸۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو :

سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ کے تحت تفسیر احکام القرآن للجصاص، تفسیر کبیر للرازی، تفسیر مظہری اور اردو تفاسیر

۱۶۹۔ امام نووی: شرح مسلم (مع صحیح مسلم) ۲: ۲۱۵

۱۷۰۔ سورۃ النور کے دوسرے رکوع کی تفسیر میں تمام مفسرین نے اجمالاً یا تفصیلاً اس واقعہ افک کو نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں بخاری میں متعدد مقامات پر مشلاً ج ا ص ۳۵۹۔۳۶۴ تا ۳۶۵، اسی طرح بخاری جلد ۲ ص ۵۹۴ اور ۶۹۶ تا ۷۰۰ اور صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۴ تا ۳۶۶

باب چہارم

بے مثال شوہر

بیوی کے حقوق و مرتبہ

یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ جو معاشرتی عزت و مرتبہ اور شرف و مقام صنف نازک یعنی خواتین کو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے دیا ہے وہ دنیا کے کسی مذہب کسی نظام کسی تمدن اور کسی تہذیب نے نہیں دیا۔ تاریخ کے ہر دور میں عورت بیچاری مظلوم رہی ہے۔ روم' یونان' مصر' عراق' عرب اور ہندوستان وغیرہ کسی ملک کی بھی تاریخ و تہذیب کا آپ مطالعہ کر ڈالیں عورت کے ساتھ ہر جگہ اور ہر دور میں انسان نہیں بلکہ حیوانوں اور بکاؤ مال کا سا برتاؤ کیا جاتا رہا ہے۔ اس کا ہمیشہ استحصال کیا گیا۔ اسے "گناہ کا دروازہ" "سانپ سے زیادہ زہرناک" "مجسم پاپ" "معاصی کا سرچشمہ" "باعث ننگ و رسوائی اور کیا کچھ نہیں سمجھا جاتا رہا۔ عرب میں تو اس بے چاری سے حق زندگی چھینے جانے اور زندہ درگور کر دیے جانے پر خود قرآن مجید کی شہادت موجود ہے۔

یہ دین اسلام ہی تھا جس نے عورت کو خاک کی پستی سے اٹھا کر اوج ثریا پر پہنچایا۔ اس نے حقوق و فرائض کا تعین کیا اور حقوق کے معاملے میں عورت و مرد دونوں میں مساوات قائم کی۔ پھر دونوں کی فطری صلاحیتوں اور عقلی و طبعی مزاج اور احساسات کے مطابق فرائض کا تعین کیا۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق و فرائض کی وضاحت اسی طرح اسلام میں ماں کی حیثیت سے' بیٹی کی حیثیت سے اور بہن کی حیثیت سے ایک عورت کو دیگر مذاہب کے مقابلے میں جو بلند مرتبہ اور عزت و شان

دی گئی ہے اس کی تفصیلات میں جانا زیر تالیف کتاب کا موضوع نہیں تاہم اس باب میں موضوع کی مناسبت سے نبی رحمت ﷺ کی اپنی ازواج مطہرات ؓ کے ساتھ بے مثال حسن معاشرت' پیار بھرا برتاؤ اور کمال محبت کے تذکرہ اور عملی مثالوں کے تحریر کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ دیکھ لیا جائے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے بیوی کو کیا مرتبہ اور حقوق دیئے ہیں۔ اور پھر آگے چل کر اس امر کا تفصیلی جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ نے ان تعلیمات کو کس طرح عملی جامہ پہنایا اور کس طرح شریعت محمدیہ ؐ کے عطا کردہ حقوق نسواں کی پاسداری فرمائی۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک لڑکی کے ہاتھ یوں ہی بکاؤ مال کی طرح سسرال یا خاوند کو نہیں پکڑا دیئے جاتے ۔ بلکہ مقدور بھر اسے عزت و احترام اور اہتمام سے رخصت کرنے کا حکم ہے ۔ پھر وہ اپنے خاوند کے گھر خادمہ یا باندی یا "جوتی کی نوک" بن کے نہیں بلکہ گھر کی مالکہ اور حاکمہ بن کر جاتی ہے۔ چنانچہ اس امر کی وضاحت نبی رحمت ﷺ نے یوں فرمائی :

المرءۃ راعیۃ علی بیت زوجھا (۱)

عورت حاکم ہے اپنے شوہر کے گھر پر

وہ خاوند کے گھر میں بے یار و مددگار اور محض اس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دی جائے گی بلکہ اس کی جملہ ضروریات نان نفقہ سکنی لباس وغیرہ کو "معروف" طریقے سے پورا کرنا خاوند کی شرعاً ذمہ داری ہو گی۔ (۲)

حضرت ابو سفیان ؓ کی بیوی ہندہ نے ایک مرتبہ بارگاہ نبوی ﷺ میں جب یہ شکایت کی کہ ان کا خاوند کنجوس آدمی ہے وہ کھانے کو اتنا نہیں دیتا جو مجھے اور بچوں کے لئے کافی ہو رہے تو آپ ؐ نے فرمایا:

خذی من مال ابی سفیان مایکفیك و ولدك بالمعروف (۳)

تو ابو سفیان کے مال سے اتنا نفقہ لے لیا کر جو تجھے اور تیرے بچوں کے لئے دستور کے مطابق کفایت کر جائے۔

جہاں تک اس کے ساتھ گزران اور برتاؤ کا تعلق ہے تو بہ تاکید اور بہ صیغہ امر حکم الٰہی ہے۔ عاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴) بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ' حسن معاشرت قائم رکھو۔ یہاں قید کسی خاص حالت کی نہیں 'جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی' وہ حسین و جمیل ہو تو' اور حسن و جمال ظاہری سے محروم ہو تو۔ ڈھیروں مال لے کر آئے جب بھی' اور خالی ہاتھ آئے جب بھی 'عزت رکھتی ہے' شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے' حیثیت و مرتبہ رکھتی ہے۔ لازم ہے کہ لحاظ اس کی عزت کا' حیثیت کا' مرتبے کا رہے۔ پھر ارشاد ہوا: "وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ" (۵) یعنے مرد کے حقوق عورت کے ذمے ہیں ویسے ہی عورت کے بھی مرد کے ذمے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوتے جب خلقت دونوں کی ایک رکھی گئی اور خلقت کی یکسانی کا گواہ کوئی دوسرا نہیں خود خالق کائنات ہے۔ فرمایا: "وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا" (۶) اللہ نے تمہاری بیویاں تمہیں میں سے پیدا کیں۔ وہ تمہاری جنس سے ہے۔ اس کی فطرت تمہاری فطرت' اس کی خلقت تمہاری خلقت۔ تمہیں اگر سیم و زر کی طلب ہے تو وہ بھی احتیاج مال سے بے نیاز نہیں رکھی گئی۔ تم اگر اپنی راحت و آسائش کے بھوکے ہو تو اس کا جسم بھی خستگی اور تھکن کے اثرات کو قبول کرنے والا بنایا گیا ہے۔ تمہیں اگر غصہ آتا ہے تو وہ بھی بے حس نہیں پیدا کی گئی ہے۔ تم اگر اپنی تعظیم و توقیر کے طالب ہو تو وہ بھی اپنی توہین و رسوائی سے خوش نہیں ہوتی۔ تم اگر حکومت چاہتے ہو تو وہ بھی غلامی کے لئے خلق نہیں ہوئی۔ ارشاد الٰہی ہے:

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے

اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔
یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ (۷)

الفاظ پر غور کرو' سارے انسانوں کی' مرد ہوں یا عورت' اصل ایک ہی ہے۔ ایک جوڑے سے مردوں اور عورتوں کی ساری نسلیں چلی ہیں۔ جذبات کی یکسانی کے اظہار کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ پھر حقوق پر صراحت سے ڈرایا ہے اور حقوق قرابت کے لئے غایت اہتمام یہ ہے کہ ان کے ذکر کا عطف خود اپنے ذکر پر کیا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے :

وَ مِنْ آيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (۸)
(اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہیں سے بیویاں پیدا فرمائیں)

یعنی عورت یا بیوی تمہاری جنس کی چیز ہے۔ تم سے فروتر' پست تر' کوئی دوسری جنس نہیں۔ اس کی آفرینش سے یہ غرض نہیں کہ تم اسے باندی بنا کر رکھو بلکہ وہ تو اس لئے ہے کہ :

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (۹) تم اس سے تسکین و راحت' سکون خاطر حاصل کرو۔ دونوں کے درمیان رشتہ اور تعلق آقائی اور کنیزی کا نہیں محبت و الفت کا قائم کر دیا گیا ہے۔ الفاظ اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ حاجت نہ کسی تشریح کی نہ حاشیہ آرائی کی' اصل مقصود زندگیوں کو محبت اور اخلاص سے شیریں بنا دینا ہے۔ اور جن لوگوں کی فطرت سلیم ہے وہاں بحمد اللہ یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر فریفتہ رہتے ہیں لیکن جہاں بد قسمتی سے مذاق فاسد ہو چکے ہیں وہاں کے لئے ارشاد ہوتا ہے :

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱۰)

اگر تمہیں صورت 'سیرت میں کوئی عیب بھی معلوم ہو تو تمہیں کیا خبر کہ جو شے ناپسند ہو رہی ہو اللہ نے اس میں کوئی بڑی مصلحت 'کوئی بڑی منفعت نہ رکھ دی ہو؟

آیت کے اس ٹکڑے کے مراقبہ کے بعد شوہر کے دل میں کچھ کشیدگی بیوی کی طرف سے باقی رہ سکتی ہے؟ حق افسری مرد کو یقیناً حاصل ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (۱۱)

(مرد عورتوں کے نگران ہیں)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۱۲)

(اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ برتری حاصل ہے)

لیکن جو افسر ہے وہ اپنے حق کا استعمال کیوں کر کرے؟ اس کا جواب بھی قرآن لانے والے ﷺ کی زبان سے سنیئے فرمایا۔

"نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی' اس لئے کہ ان کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے۔ اگر تم اس کو ہموار کرنے کی فکر میں لگے رہے تو اسے توڑ کر رہو گے اور اگر اس کے حال پر اسے رہنے دو گے تو کجی بدستور رہے گی' پس نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی۔" (۱۳)

خیال کر کے دیکھیے کہ عورت کے ساتھ بھلائی اور ملائمت کی تاکید کس درجہ ہے۔ حکم شروع بھی اسی سے ہوا اور ختم بھی اسی پر۔ درمیان میں ارشاد کی حکمت بیان ہوتی ہے۔ ٹیڑھی پسلی کو کوئی سیدھا کرنے کے درپے ہو جائے تو پسلی بھلا سیدھی ہو سکتی ہے؟ البتہ ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر کجی کی طرف سرے سے توجہ نہیں کی جائے گی تو خرابی توجوں کی توں رہے گی۔ مگر اس سے فائدہ ضرور اٹھایا جا سکے گا۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ: اصلاح کی کوشش میں لگے رہو۔ لیکن ہمیشہ نرمی اور سہولت

سے محبت ہے۔

آج ثمیت اور ہندویت کے اثر سے فخر اس پر کیا جاتا ہے کہ ہم بیوی سے دبتے نہیں دبا کر رکھتے ہیں' لیکن رسول خدا ﷺ کو اس پر فخر نہ تھا۔ وہاں بیوی کی حیثیت' ماحصل کی' پیش خدمت کی' لونڈی باندی کی نہیں' اللہ کی بخشی ہوئی بہترین نعمت کی تھی۔ ابو امامہ صحابیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے "مومن کے لئے تقویٰ الٰہی کے بعد کوئی نعمت نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔ (۱۴) مبارک ہیں وہ نعمت والے جو نعمت کی قدر پہچانیں۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے: ان الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرۃ الصالحۃ (۱۵) "اس فانی اور ناپائیدار دنیا کی نعمتوں میں کوئی نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ: "دنیا چند روزہ ہے ---- لیکن اس چند روزہ عیش دنیا میں کوئی شے نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔ (۱۶)

رسول ﷺ کو رسول ﷺ ماننے والے سبق لیں' حیات طیبہ کے ان دو اہم ترین واقعات سے حضور ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو قلب مبارک پر اس وقت قدرتی بے چینی تھی' اس وقت ذات مبارک کو تسکین دینے والی اور رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستی' کسی دوست و عزیز کی نہیں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی تھی۔ (۱۷) اسی طرح جب روح مبارک "رفیق اعلیٰ" کے دیدار کے لئے بے چین' اس جسد ظاہری سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہی تھی تو عین اس وقت سر مبارک کس کی گود اور کس کے زانو پر تھا؟ رفیقوں' عزیزوں میں سے کسی مرد کے نہیں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے زانو پر۔ (۱۸) یہ ہے اسلام میں بیوی کا مقام!

سسرال میں بیوی جو کچھ کھاتی ہے اپنے حق سے' جو کچھ پاتی ہے اپنے حق سے بھنگ منگی نہیں کہ خیرات سمجھ کر ترس کھا کر' دو چار پیسے اس کے آگے ڈال دیئے۔ سوائل گداگر نہیں کہ رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے اس کے دامن میں پھینک دیئے۔

علم و حکمت کی اسی کان میں جس کا نام حدیث نبوی ﷺ ہے۔ ایک روایت حکیم بن معاویہ کے حوالے سے آئی ہے کہ "ایک شخص نے خدمت نبوی ﷺ میں آکر عرض کی کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ شوہر جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے۔ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں: اس میں عیب نہ نکالے (یعنی صورت سیرت کی ہجو نہ کرے) اور نہ یہ کہ اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے رکھے بہر حال اسے اسی مکان میں۔" (۱۹)

ایک اور حدیث میں بیوی کے جو حقوق نبی رحمت ﷺ نے بیان فرمائے وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہیں۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں سلیمان بن عمرو بن الاحوص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ (عمرو بن الاحوص) نے مجھ سے یہ روایت بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے اللہ کریم کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا:

> لوگو! عورتوں کے معاملے میں بھلائی یا نرمی کی نصیحت قبول کرو۔ وہ عورتیں تمہارے پاس بمنزلہ زمین یا کھیتی کے ہیں۔ اس کے علاوہ تم ان کی کسی چیز پر ملکیت نہیں رکھتے۔ الا یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ ایسا کام کریں تو ان کو پہلے بستروں سے الگ کردو، پھر بھی باز نہ آئیں تو انہیں ایسی مار مارو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ اب اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک تمہارا حق تمہاری بیویوں پر اور ان کا حق تمہارے اوپر ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ایسے آدمی کو روندنے کی اجازت نہ دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں اس آدمی کو آنے کی اجازت نہ دیں جسے تم نہ چاہتے ہو۔ اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے لباس اور کھانے میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (۲۰)

یہاں اسلام میں بیوی کے جملہ حقوق کا احاطہ نہیں بلکہ چند حقوق کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔ اب آئندہ سطور میں ہم اس امر کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ نے ان تعلیمات کو کس طرح عملی جامہ پہنایا اور اس سلسلے میں متاہل لوگوں کے لئے کیا نمونہ چھوڑا ہے۔

ذہن میں رہے ازواج مطہرات ؓ کے سوانح حیات' فضائل و مناقب' سیرت و اخلاق اور آنحضرت ﷺ ومعظمات کی علمی دینی خدمات کا تذکرہ ہمارے موضوع سے باہر ہے۔

ازواج مطہرات ؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی حسن معاشرت

شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی نیکی اور بزرگی کا معیار یہ نہیں کہ وہ کتنی نمازیں پڑھتا ہے؟ کتنا شب زندہ دار اور تہجد گزار ہے؟ کتنے اوراد و وظائف اور نفل پڑھتا ہے؟ کتنا عالم دانشور اور پڑھا لکھا ہے؟ دفتر کچہری' مسجد' محلہ' جلسہ اور دولت احباب میں کتنا مہذب اور بااخلاق نظر آتا ہے؟ بلکہ بھلائی اور بزرگی کا معیار اس کا اپنے اہل و عیال' بیوی بچوں اور کنبہ کے ساتھ رویہ اور لطف و محبت ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمیشہ ساتھ رہنے والے بیوی بچوں کے ساتھ برتاؤ کس کا اچھا ہے؟ گھر کے اندر خلاف مزاج باتوں پر صبر و تحمل کا ثبوت کون دیتا رہتا ہے؟ اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے؟ اس کڑے معیار اور اس پر پورا اترنے کے متعلق وحی کی ترجمان زبان نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

خیر کم خیر کم لاھلہ و انا خیر کم لاھلی (۲۱)

تم میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے اہل و عیال (کنبے) کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

ایک دوسری روایت میں اس معیار کی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی:

خیار کم خیار کم لنساء ھم (۲۲)

تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے اچھے ہیں۔

ایک روایت میں بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کو کمال ایمان کی کسوٹی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا و خیار ھم لنساء ھم ـ(۲۳)

ایمان کے اعتبار سے تمام مؤمنوں میں کامل آدمی وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ اور ان میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے اچھے ہیں۔

اکثر لوگ جب گھر سے باہر ہوتے ہیں تو بڑے خوش اخلاق اور ہنس مکھ نظر آتے ہیں مگر جوں ہی گھر کی چار دیواری میں قدم رکھتے ہیں خوش اخلاقی کا مصنوعی لبادہ اتر جاتا ہے اور پارہ چڑھ جاتا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ شروع ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ: "رسول مقبول ﷺ جب اپنی بیویوں اور گھر والوں کے ساتھ علیحدگی میں ہوتے تھے تو اس وقت آپ کا اخلاق (رویہ برتاؤ) کیسا ہوتا تھا؟ سیدہ نے اپنی چشم دید گواہی دیتے ہوئے فرمایا! حضور ﷺ بھی تم عام مردوں کی طرح ایک مرد تھے مگر فرق یہ ہے کہ آپ ﷺ گھر میں سب لوگوں سے زیادہ مہربان' اخلاق کے اعتبار سے ساری دنیا سے بہتر' اپنی قوم اور لوگوں کے اندر سب سے زیادہ نرم سب سے زیادہ کریم سب سے زیادہ ہنسنے والے اور تبسم فرمانے والے ہوتے تھے۔ (۲۴)

یہیں ایک دوسری عینی گواہی ام المومنین سیدہ میمونہؓ کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ رات کو جب حضور ﷺ میرے ہاں قیام فرماتے تو رات کو آپ ﷺ باہر نکلے۔ میں یہ سمجھی کہ شاید آپ ﷺ کسی دوسری زوجہ محترمہ کے پاس گئے ہیں۔ اس غلط فہمی اور سوکناپے کی غیرت کی وجہ سے میں نے نمجھے میں دروازہ بند کر

ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے مجھے قسم دے کر فرمایا کہ میمونہ! دروازہ کھولو۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ میری باری کی رات کسی دوسری بیوی کے پاس جاتے ہیں؟! اس تکرار اور جسارت پر آپ ﷺ نے فقط اتنا فرمایا: ایسا نہیں بلکہ میں تو پیشاب کرنے کے لئے نکلا تھا۔ (۲۵)

پھر کاشانہ نبوی ﷺ میں بالعموم فقر و فاقہ ہونے (جیسا کہ گذر چکا ہے) خواتین کے طبعی طور پر آرائش پسند ہونے اور ازواج مطہرات میں سے بعض کے امراء و روساء کی بیٹیاں ہونے کو دیکھا جائے تو ان کے ساتھ حضور ﷺ کی کمال حسن معاشرت کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی ہے۔

سیدہ صفیہؓ کو سوار کرانا

ایک بیوی اپنے خاوند کی طرف سے جس حسن سلوک، جس معاشرت، جس رعایت، جس محبت اور جس التفات کی مستحق ہے۔ نبی رحمت ﷺ کو اس کے برسر عام اظہار میں کوئی چیز مانع نہ تھی۔ چنانچہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر جب آپ ﷺ نے پیغمبرانہ خصوصیات و اختیارات کے تحت سیدہ صفیہ بنت حیؓ کو اپنے لئے خاص اور انہیں اپنے حرم میں داخل فرمالیا تو وہاں سے کوچ کرنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سواری لائی گئی۔ صفیہ کو سوار کرانے کے لئے بھرے مجمع کے سامنے آپ ﷺ نے اپنا پاؤں راحلہ پر رکھا تا کہ آپ ﷺ کی ران مبارک پر صفیہ اپنا پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں۔ مگر تربیت یافتہ اور تہذیب یافتہ سردارزادی ازراہ ادب پاؤں رکھنے کے بجائے اپنا زانو آنحضرت ﷺ کی ران پر رکھ کر سوار ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے سارے لوگوں کے سامنے انہیں اپنا ردیف بنایا (اپنے پیچھے سوار کیا) اور پھر دونوں پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا ہے' ان پر پردہ بھی باندھ دیا۔ (۲۶)

رات کو سوتے وقت ازواج مطہرات کو کہانیاں سنا کر ان کی دلجوئی فرمانا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔(۲۷)

سیدہ عائشہؓ کی خاطر قافلہ کو روک لینا

ازواج مطہرات کی رعایت اور خاطر داری کا ایک واقعہ اس وقت بھی لوگوں کے سامنے آیا جب کوئی ایک لاکھ سے زائد کا جم غفیر آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ جس کا قصہ یوں ہے کہ:

حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب آپ ﷺ مناسک حج سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ آنے لگے تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے جو زنانہ شرعی عذر کے باعث حج سے قبل عمرہ نہیں کر سکی تھیں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کے سارے ساتھی حج کے ساتھ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر کے جارہے ہیں جبکہ میں اس سعادت سے محروم ہوں۔ فرمایا۔ کیا تو نے عمرہ نہیں کیا؟ سیدہ نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن کو ساتھ لے کر مقام تنعیم جاؤ۔ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرو۔ ہم فلاں مقام پر تمہارا انتظار کریں گے۔ چنانچہ جب تک سیدہ عمرہ کر کے واپس نہیں آگئیں حسب وعدہ آپ ﷺ آنحضرت کا انتظار فرماتے رہے۔ اور آپ ﷺ کے رکنے کی وجہ سے سارے لوگ رکے رہے۔(۲۸)

اسی طرح ایک سفر میں جب سیدہ عائشہ کا ہار ایک ایسی جگہ گم ہوا جہاں پانی بھی موجود نہیں تھا تو آپ ہار جیسی معمولی چیز کی تلاش کے لئے رک گئے۔ ساتھ ہی سارے قافلے کو بھی رکنا پڑا۔(۲۹) اس اجمال کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

دوران اعتکاف سیدہ صفیہؓ کی طرف التفات

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کا بڑا مقصد خلوت نشینی اور دنیوی و گھریلو جھمیلوں اور اہل و عیال سے چند عرصہ کے لئے الگ تھلگ ہو کر اللہ

یاد کرتا ہوتا ہے - ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے تعلق خاطر اور حسن معاشرت کا یہ عالم تھا کہ دوران اعتکاف بھی مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے کھڑکی سے اپنے سر مبارک کو سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں داخل فرما دیتے اور آنحضرمہ آپ ﷺ کے سر کو دھو کر کنگھی فرمایا کرتیں۔ (۳۰)

اسی طرح رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کے دوران آپ ﷺ کے پاس ام المومنین سیدہ صفیہ آئیں۔ آپ ﷺ ذکر واذکار اور عبادت چھوڑ کر آنحضرمہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد آنحضرمہ واپس جانے لگیں تو آپ ﷺ ازراہ محبت مسجد کے دروازے تک ان کے ساتھ آئے۔ میاں بیوی ابھی دروازے پر کھڑے تھے کہ قریب سے دو انصاری صحابی گزرے۔ انہوں نے سلام عرض کیا اور آگے نکل گئے۔ حضور ﷺ نے پیچھے سے آواز دی اور فرمایا ٹھہرو۔ (سن لو!) یہ خاتون صفیہ بنت حیی (میری زوجہ) ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سبحان اللہ! (آپ ﷺ کو یہ وضاحت کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی) اور ان پر یہ بات شاق گزری مگر حضور ﷺ نے فرمایا: (تم نہیں سمجھتے ہو) شیطان انسان کی رگوں میں خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ وہ (مردود) کہیں تمہارے دل میں (میرے متعلق) کوئی چیز (بدگمانی) نہ ڈال دے۔ اور یوں تمہارا ایمان برباد نہ ہو جائے۔ (۳۱)

بیویوں کی رائے کو وزن دینا:

ازواج مطہراتؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی حسن معاشرت میں ہمیں ایک چیز یہ بھی نظر آتی ہے کہ آنجناب ﷺ ان کی رائے اور مشورہ کو اہمیت دیتے اور قبول فرماتے تھے۔ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی رائے کا حضور ﷺ کے نزدیک یہ مقام تھا کہ "لایخالفہا" (آپ ﷺ آنحضرمہ کی مخالفت نہیں فرمایا کرتے تھے) چنانچہ انہی کی رائے اور پسند پر آپ ﷺ نے اپنی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب کا نکاح ان کے

بھانجے ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔(۳۲)

امہات المومنین کی رائے کو قبول کرنے اور عملی جامہ پہنانے کی ایک اور بڑی مثال ہمیں صلح حدیبیہ کے معاہدے کے وقت ملتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کی شرائط میں آخری شرط یہ تھی: "یہ کہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم (اہل مکہ) نے ان کو پایا (یعنی مقام حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کر دیا جائے گا اور ان کو ہمارے پاس مکہ قربانی کے لئے نہیں لایا جائے گا۔"(۳۳)

دیگر شرائط بھی اسی قسم کی تھیں جن میں بظاہر اہل مکہ کا پلہ بھاری تھا اور مسلمان گویا دب کر صلح کر رہے تھے۔ صحابہ کرام جوش ایمان میں دلی طور پر اس معاہدے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مگر حضور ﷺ فیصلہ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق نے تو اس اضطراب اور پریشانی کا حضور ﷺ کے سامنے اور پھر صدیق اکبرؓ کے پاس برملا اظہار بھی کیا۔(۳۴)

اس معاہدہ کی رو سے جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اٹھو قربانی کے جانور ذبح کرو اور سر منڈا کر احرام اتار دو۔ حضور ﷺ کے اشارہ ابرو پر اپنی جانیں قربان کرنے والے صحابہؓ پر اس معاہدے کے باعث غم واندوہ کا اس درجہ غلبہ تھا کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ دوسری بار کے اعلان پر بھی کوئی تیار نہ ہوا۔ تیسری بار کہنے کا بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ حضور ﷺ سمجھتے تھے کہ صحابہؓ کی یہ سستی عمداً نہیں بلکہ طبعی غم واندوہ، جذباتی اور جوش ایمان کی وجہ سے ہے۔ بغیر عمرہ ادا کئے قربانی ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ حضور ﷺ بھی اس صورت حال پر پریشان تھے۔ اندر خیمہ میں ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اس نئی صورت حال کا ان سے تذکرہ فرمایا۔ سیدہ اپنی کمال فراست سے سمجھ رہی تھیں کہ صحابہ جوش ایمان میں جذباتی اعتبار سے ملول ہیں انہیں مکہ میں داخلہ اور طواف کعبہ کی امید تھی۔ غزوہ بدر،

احد اور حنین وغیرہ میں جرات و بہادری کی داستانیں رقم کرنے والوں کے لئے صلح حدیبیہ کی شرائط کو ہضم کرنا مشکل ہو رہا ہے ورنہ عمداً حضور ﷺ کی نافرمانی کا ارتکاب کون صحابی کر سکتا تھا۔ اس لئے آنحترمہ نے بارگاہ نبویؐ میں عرض کیا ابھتر ہے اس وقت آپ ﷺ کسی سے بات نہ کریں۔ ان کے سامنے اپنا قربانی کا اونٹ ذبح کر دیں اور حالق (سر مونڈنے والے) کو بلا کر حلق کرا دیں (سر منڈا دیں) پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

ذہین و فطین اور عقلمند بیوی سیدہ ام سلمہ کا صائب مشورہ حضور ﷺ کو پسند آیا۔ آپ ﷺ خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے چپ چاپ اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور حالق کو بلا کر حلق کر دیا۔ دور اندیش سیدہ ام سلمہؓ کی صائب رائے اور تجویز کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ نے حضور ﷺ کو نحر اور حلق کراتے ہوئے دیکھا تو فرمان رسول ﷺ کی تعمیل کے لئے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔ شدت غم سے قریب تھا کہ بال مونڈنے کے دوران ایک دوسرے کو قتل کر بیٹھیں گے۔(۳۵)

اپنی ذات پر بیویوں کو ترجیح دینا

ازواج مطہراتؓ کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کے تعلق خاطر ان کی فکر ان کے لحاظ اور کھانے پینے میں اپنی ذات پر ان کو ترجیح دینے کا ایک چشم دید واقعہ خادم رسول ﷺ حضرت انسؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ: "حضرت ام سلیم (حضرت انس کی والدہ محترمہ) نے ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ کے لئے کھجوروں کا ایک تھال بھیجا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور اس تھال سے کھجوروں کی ایک مٹھی بھر کر ایک زوجہ محترمہ کو بھجوائی۔ اسی طرح دوسری ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی برابر برابر مٹھی بھر کر کھجوریں بھجوائیں۔ جب سب گھروں میں کھجوریں پہنچ گئیں تو اب آپ ﷺ بیٹھے ور باقی ماندہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ کے کھانے کے انداز

سے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ کو خود بھی بھوک لگی ہوئی تھی۔(۳۶)

یہ واقعہ آپ ﷺ کے ایثار اور اپنی ذات پر ازواج مطہرات کی ترجیح کا ایک واضح ثبوت ہے۔ اگر آپ ﷺ ان کھجوروں میں سے حسب تمنا پیٹ خود کھا لیتے اور پھر باقیہ کھجوریں ازواج مطہرات کو بھجوا دیتے تو بھی آپ ﷺ پر کوئی مضائقہ اور حرج نہ تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اپنی ذات گرامی پر ان کو ترجیح دی اور وہی کھجوریں کھائیں جو تقسیم کے بعد بچ رہیں۔

ازواج مطہرات کی فکر کا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہؓ سے فرمایا کرتے تھے:

"مجھے اپنی وفات کے بعد تمہارے معاملے کی فکر ہے۔(۳۷)

خوش طبعی رخفی مزاح

کاشانہ نبوی ﷺ میں ہمیں جبر، دباؤ، تنگی، گھٹن اور ایک دوسرے سے کچے کچے دور دور اور چپ چپ کا ماحول نہیں بلکہ ہمہ وقت پیار و محبت کی فضا نظر آتی ہے۔ پیغمبرانہ ہیبت اور جلال اس راہ میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے عام انسانی نفسیات کے مطابق بعض اوقات ہنسی خوشی اور لطیف مزاح کی باتیں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ خود بھی اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت مزاح فرماتے تھے۔(۳۸) اور جوابی طور پر وہ بھی مزاح فرمایا کرتی تھیں۔ چنانچہ "ایک رات ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس نماز میں آپ ﷺ نے بہت لمبا رکوع فرمایا۔ صبح ہوئی تو سیدہ سودہ ازراہ مزاح حضور ﷺ سے کہنے لگیں آج رات میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ مگر آپ ﷺ نے اتنا لمبا رکوع کیا کہ مجھے نکسیر پھوٹنے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس خدشہ کے ڈر سے میں نے اپنی ناک کو پکڑ لیا کہ کہیں خون نہ بہہ پڑے۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے۔ علاوہ ازیں بھی آنحضرت اکثر حضور ﷺ کو ہنساتی تھیں اور ہنسا کر آپ ﷺ کی تھکاوٹ اور تفکرات و پریشانیوں کو دور فرماتی تھیں۔(۳۹)

اسی طرح ایک مرتبہ سیدہ سودہؓ سیدہ عائشہؓ کے پاس آئیں۔ سیدہ عائشہؓ نے کھانے کو حلوہ دیا۔ انہوں نے کھانے سے انکار کیا تو عائشہؓ نے کہا کھاؤ ورنہ یہ حلوہ تمہارے چہرے پر مل دوں گی۔ اس کے باوجود انہوں نے نہ کھایا تو سیدہ عائشہؓ نے حلوہ اٹھا کر ان کے چہرے پر مل دیا۔ حضور ﷺ کے اشارہ پر جوابی طور پر سیدہ سودہؓ نے بھی حلوہ عائشہؓ کے چہرے پر مل کر حساب برابر کر دیا۔ حضور ﷺ پاس بیٹھے یہ دل لگی اور ہنسی مزاح دیکھ کر تبسم فرماتے رہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ قریب سے گزرے تو ان کے اندر آجانے کے اندیشے سے فرمایا۔ جلدی جلدی اٹھو اور اپنے منہ دھو لو (۴۰)۔

ایک مرتبہ سیدہ سودہؓ خوبصورت لباس میں سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ کے ہاں آئیں تو انہوں نے ازراہ مزاح ان سے کہا کہ دجال ظاہر ہو چکا ہے۔ انہوں نے زبان نبوی ﷺ سے دجال کے ظہور کی پیشین گوئی اور اس کی تباہ کاریاں سن رکھی تھیں۔ دونوں کی بات کا یقین کرتے ہوئے وہ ڈر کے مارے ایک چھوٹے سے کمرے میں گھس گئیں۔ جس میں وہ آگ جلایا کرتی تھیں۔ یہ دیکھ کر سیدہ عائشہؓ اور حفصہؓ ہنسنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان کے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے حضرت سودہؓ کے ساتھ مذاق کا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ حضرت سودہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے (پریشان ہو کر) پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا دجال کا ظہور ہو چکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں۔ لیکن اس کے خروج کا زمانہ قریب ہے۔ چنانچہ وہ باورچی خانہ سے باہر آکر اپنے جسم اور لباس سے مکڑی کے انڈے اور جالا صاف کرنے لگیں۔ (۴۱)

ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ زینبؓ گھر میں آپ ﷺ کا سر اقدس کھجلا رہی تھیں۔ اسی دوران حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی اور کچھ دوسری مہاجر خواتین اپنے گھریلو مسائل و شکایات کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاس آگئیں۔ بات

پڑیں۔ سیدہ جب آپ ﷺ کے سر کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زینب! تم نے آنکھوں سے بات نہیں کرنی۔ بات بھی کرتی رہو اور اپنا کام بھی جاری رکھو۔ (۴۲)

سیدہ عائشہؓ کی خاطر داری و مدارات

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ بھی جو خصوصی مدارات و رعایت کا برتاؤ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ ان کی بڑی خاطر داری فرماتے تھے۔ مثلاً ایک غزوہ میں حضرت عائشہؓ رفیق سفر تھیں۔ تمام صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا: آؤ دوڑیں۔ دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ سیدہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک موقع آیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب میرا جسم ذرا بھاری ہو چکا تھا۔ اب کی بار آنحضرت ﷺ آگے نکل گئے۔ فرمایا: عائشہ! یہ اس دن کا جواب ہے۔ (۴۳)

اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہؓ کے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر حبشی نیزہ بازوں کے کرتب (کھیل) دیکھ رہے تھے جو مسجد کے صحن سے متصل میدان میں کھیل رہے تھے۔ سیدہ عائشہؓ آپ ﷺ کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئیں۔ اور آنجناب ﷺ کے کندھے پر سر رکھ کر آپ ﷺ کی اوٹ میں یہ کھیل دیکھنے لگیں۔ حضور ﷺ سیدہ عائشہؓ کی خاطر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ وہ خود پیچھے نہ ہٹ گئیں۔ (۴۴)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اپنا بیان تھوڑے سے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ متعدد محدثین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے کہ: ''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ اور میری چند سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ جب رسول مقبول ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو وہ حیا سے چھپ جاتیں اور غائب ہو جاتیں۔ مگر آپ ﷺ (از راہ شفقت و رعایت) انہیں دوبارہ بلا لیتے اور وہ

میرے ساتھ (آپ ﷺ کی موجودگی میں) کھیلنا شروع کر دیتیں۔(۴۵)

سیدہ عائشہؓ کی رعایت اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ بے مثال حسن معاشرت کی ایک روایت ملاحظہ فرمایئے: "عید کے دن دو چھوٹی عمر کی بچیاں سیدہ عائشہؓ کے پاس بیٹھی گا رہی اور دف بجا رہی تھیں۔ حضور ﷺ قریب ہی چہرہ انور پر کپڑا لئے لیٹے ہوئے یہ گانا اور دف سن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آگئے اور انہوں نے ان بچیوں کو روکنا چاہا تو رسول رحمت ﷺ نے فرمایا: ابو بکر! ان کو خوشی کا اظہار کرنے دو کیونکہ یہ عید کا موقع ہے۔(۴۶)

ایک دفعہ غزوہ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپسی پر گھر میں نبی اکرم ﷺ کی نظر سیدہ عائشہؓ کے ایک طاقچہ میں پڑی ہوئی گڑیوں پر پڑ گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ سیدہ نے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان میں ایک گھوڑے کی شکل کی گڑیا بھی دیکھی جس کے کپڑے کے پروں سے پر بھی بنائے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ یہ وسط میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ سیدہؓ نے بتایا گھوڑا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ اس کے اوپر کیا ہے؟ سیدہ نے عرض کیا دو پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ سیدہ نے کہا۔ کیا آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا تھا جس کے پر بھی تھے۔ سیدہ بتاتی ہیں میری حاضر جوابی سن کر آپ ہنس پڑے حتی کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔(۴۷)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قدری نے لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ کا گڑیوں سے کھیلنا اور گڑیوں و جانوروں کی تصویریں بنانا تصویر کی حرمت کے نزول سے قبل کی بات ہے۔(۴۷۔A)

ازواج مطہراتؓ کے جذبات و احساسات کی رعایت:

دنبوی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں بعض تشریعی حکمتوں اور خصوصیات

کے تحت جیسا کہ پیچھے گزر چکا' آپ ﷺ کے عقد نکاح میں بیک وقت نو ازواج مطہرات تھیں۔ یہ ازواج مطہرات مختلف مزاج اور مختلف طبائع کی مالک تھیں۔ ان کے درمیان سوکناپے کی نوک جھوک کے باعث بسا اوقات آپ ﷺ کے پیغمبرانہ مزاج کے خلاف بھی کئی چیزیں پیش آجاتیں۔ مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنجناب ؐ نے دیگر خاوندوں کی طرح کسی زوجہ محترمہ پر ہاتھ اٹھایا ہو۔ بیوی پر ہاتھ اٹھانا تو درکنار اس رحمت عالم ﷺ نے تو کبھی کسی خادم کو بھی نہیں مارا تھا۔ اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عینی گواہی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتی ہیں۔

ما ضرب رسول اللہ ﷺ خادما و لا امراءۃ قط (۴۸)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی خادم یا عورت کو نہیں مارا۔

انسانی نفسیات کے سب سے بڑے ماہر نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون اس بات کو سمجھ سکتا تھا کہ انسان ہونے کے ناطے بیوی جذبات واحساسات کی حامل ہوتی ہے اسکی بھی کچھ ضروریات اور مطالبات ہوتے ہیں۔ اللہ کریم نے اسے بھی شعور سوجھ بوجھ اور عقل دے رکھی ہے۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اگرچہ پیغمبر اکرم ﷺ کی بیویاں تھیں مگر پیغمبرانہ خصوصیات کی حامل بہر حال نہیں تھیں۔ رحمت عالم ﷺ ان کی طبعی وفطری مجبوریوں کو سمجھتے ہیں اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ کاشانہ نبوی ﷺ میں بعض اوقات آپ ﷺ کی طبع نازک کے خلاف واقعات بھی پیش آتے ہیں مگر آپ ﷺ خندہ پیشانی سے ان کو برداشت فرماتے اور ازواج مطہرات کو موقع فراہم فرماتے کہ وہ کھل کر اور آزادی سے اپنی رائے اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کریں۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ: "ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے کاشانہ نبوی میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو اس وقت قریش کی چند خواتین اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں اور اونچی اونچی آواز سے نان نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی آواز سن کر سب اٹھ کر

پردے میں چلی گئیں۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کریم ہمیشہ اسی طرح آپ ﷺ کو ہنستا رکھے مگر اس ہنسنے کا آخر سبب کیا ہے؟ فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب آرہا ہے۔ یہ میرے پاس تھیں اونچی اونچی گفتگو کر رہی تھیں۔ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے ان خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی ہو؟ اندر سے آواز آئی۔ ہاں۔ کیونکہ تم زیادہ سخت مزاج آدمی ہو (جبکہ حضور ﷺ کی ذات سراپا پیار اور سراپا عفو و حلم)۔ (۴۹)

حضرت عمرؓ سے ہی مروی ہے کہ: ایک مرتبہ ان کی اہلیہ محترمہ نے کسی معاملے میں ان سے تکرار کیا تو حضرت عمرؓ کو ان کی اس جسارت پر بڑا تعجب ہوا۔ وہ کہنے لگیں۔ ابن خطاب میرے تکرار پر اتنا تعجب کر رہے ہو آپ کی بیٹی (حفصہ) تو رسول مقبول ﷺ سے اتنا تکرار کرتی ہے کہ آپ ﷺ پورا پورا دن ناراض رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بیٹی حفصہ کے پاس آئے اور فرمایا: سنا ہے تم رسول مقبول ﷺ سے اتنا تکرار کرتی ہو کہ آپ ﷺ کا سارا دن ناراضگی میں گزر جاتا ہے؟ انہوں نے کہا۔ قسم خدا ہم لوگ واقعی حضور ﷺ کی رحمت عالم ذات ﷺ کے سامنے بعض اوقات تکرار بھی کر لیتے ہیں۔ میں نے اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب سے ڈراتے ہوئے کہا۔ بیٹی! تجھے سیدہ عائشہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کا محبت دھوکے میں نہ ڈال دے (تمہاری وہ بات نہیں جو حضور ﷺ کے ہاں سیدہ عائشہؓ کی ہے) حضرت عمرؓ کہتے ہیں اس کے بعد میں ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے پاس گیا کیونکہ مجھے ان کے ساتھ ایک قرابت تھی۔ پھر اس سلسلے میں ان سے بات کی۔ وہ کہنے لگیں۔ اے ابن خطاب! تم ہر معاملے میں دخل دیتے ہو حتی کہ اب تم رسول مقبول ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج

مطہرات کے اندرونی و گھریلو معاملات میں بھی دخل اندازی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ مجھے ان کے اس جواب سے اتنا رنج ہوا کہ میں اپنی چند نصیحت کو جس کے لئے وہاں گیا تھا بھول گیا۔ (۵۰)

ازواج مطہراتؓ کی ناز برداری

اس قسم کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمایئے۔ معروف صحابی حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے سنا کہ سیدہ عائشہؓ اونچی اونچی آواز میں بول رہی تھیں (حضور ﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی تھیں) جب اندر داخل ہوئے تو شدت جذبات میں بیٹی کی اس جسارت پر اسے ایک طمانچہ مارنا چاہا اور کہا حضور ﷺ سے اونچی آواز میں گفتگو کرتی ہے؟۔ مگر حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو پکڑ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ غصے میں باہر نکل گئے' جب ابوبکرؓ چلے گئے تو حضور ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا: دیکھا! میں نے تمہیں اس آدمی (ابوبکر) سے کیسے بچایا۔ چند دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ کاشانہ نبوی پر آئے تو دیکھا کہ میاں بیوی کے درمیان صلح ہو چکی ہے۔ کہنے لگے۔ تم دونوں نے جس طرح مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا اپنی صلح میں بھی داخل کر لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے داخل کر لیا' داخل کر لیا۔ (۵۱)

اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان کسی بات پر باہمی شکر رنجی ہو گئی۔ تصفیہ کے لئے میاں بیوی نے بطور حکم حضرت ابوبکرؓ کو بلایا۔ ابوبکرؓ آئے تو حضور ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے کہا پہلے تم بات کرتی ہو یا میں کروں؟ سیدہ عائشہؓ نے کہا پہلے آپ ﷺ ہی اپنا موقف بیان کریں مگر حق کے سوا کوئی بات نہ کہیں۔ بیٹی کے منہ سے یہ جملہ سن کر ابوبکرؓ غصے کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ ایک زوردار طمانچہ بیٹی کے منہ پر ایسا مارا کہ ان کے منہ سے خون بہنے لگا۔ اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمن! کیا آپ ﷺ حق کے بغیر کوئی بات فرمائیں گے۔ باپ کا غصہ دیکھ کر سیدہ

عائشہؓ نے حضور ﷺ کی پناہ لی اور آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر بیٹھ گئیں۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا: ہم نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا تھا اور نہ ہم آپ سے اس قسم کے رویہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ (۵۲)

ازواج مطہراتؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی بے مثال حسن معاشرت اور ناز برداری کا ایک اور ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

"ام المومنین سیدہ عائشہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں! واقعہ افک میں جب میرے رب نے آسمانوں سے میری براءت کی گواہی دی اور اس سلسلے میں سورۃ النور کی آیات نازل ہوئیں تو اس وقت حضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جب وحی کی کیفیت دور ہو گئی تو آپ ﷺ نے میرے ابا جی سے فرمایا جاؤ اپنی بیٹی کے پاس اور اسے بتاؤ کہ اللہ کریم نے اس کی براءت وپاکیزگی پر وحی نازل فرما دی ہے۔ فرماتی ہیں۔ جب ابا جی تیز تیز چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا: بیٹی! تمہارے لئے یہ خوشخبری ہے کہ اللہ نے تمہاری براءت نازل فرما دی ہے۔ میں نے کہا۔ "میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں نہ کہ آپ کا اور نہ آپ کے ساتھی کا جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی میرے کمرے آ گئے آپ ﷺ نے میرا بازو پکڑنا چاہا تو میں نے جھٹک کر بازو چھڑا لیا۔ میری یہ گستاخی دیکھ کر ابا جی نے جوتا اتار لیا اور مجھے مارنے کے لئے اٹھایا مگر امی جی نے انہیں روک لیا۔ ادھر حضور ﷺ میری اس شوخی اور فطری غصہ پر تبسم فرماتے رہے۔ (۵۳)

ازواج مطہراتؓ سے متعلق درج بالا قسم کے واقعات بادی النظر میں بارگاہ نبوی ﷺ کے عمومی آداب اور خود امہات المومنینؓ کی شان کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن ازواج مطہرات اور حضور ﷺ کے درمیان اگر ازدواجی رشتہ اور میاں بیوی کے تعلق کو دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ امتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ بیویوں کی

حیثیت سے اپنے شوہر نامدار کے سامنے ایک فطری ناز و انداز اور شوخی کا اظہار ہے ورنہ ازواج مطہرات ؓ کے دلوں میں جو آپ ﷺ کا احترام تھا اور جس طرح وہ آپ ﷺ سے عقیدت و محبت رکھتی تھیں وہ دیگر صحابہ ؓ اور صحابیات ؓ سے کم نہ تھی۔ جس کی مثالیں انشاءاللہ ہم آگے تحریر کریں گے۔

ازواج مطہرات ؓ سے محبت

اس باب کے آغاز میں گزر چکا ہے کہ صرف عرب ہی نہیں دنیا کی بڑی بڑی مہذب اور بزعم خویش آسمانی تعلیمات کی حامل اقوام میں بھی بے چاری عورت کو نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ مرد کی طرف سے عورت کے لئے فطری "پیار و محبت" نام کی شے اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایسے دور میں نبی رحمت ﷺ نے اپنے قول اور عمل سے واضح فرمایا کہ عورت نفرت کی نہیں بلکہ محبت کی چیز ہے اور پھر خود سراپا محبت بن کر دکھایا۔ اس سلسلے میں آئندہ کیڑے تلاش کرنے والوں اور کم فہمی صفت اور بیمار ذہنیت کے لوگوں کی قیاس آرائیوں' زبان درازیوں اور الزامات و اتہامات کی پرواکیے بغیر اور پیغمبرانہ عصمت و حفاظت کے باعث عورتوں کی چنداں حاجت نہ ہونے (۵۴) کے باوجود فرمایا:

حبب الی من الدنیا (و فی روایة من دنیا کم) ثلاث النساء و الطیب و جعلت قرة عینی فی الصلواة (۵۵)

دنیا کی تین چیزوں کی محبت میری جبلت و فطرت میں رکھ دی گئی ہے خواتین' خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

اس حدیث میں خوشبو اور نماز سے محبت تو قابل فہم چیز ہے البتہ "عورتوں سے محبت" والی بات کسی پست سوچ اور پیغمبرانہ عفت و عصمت پاکدامنی اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں سے نابلد آدمی کے ذہن میں اشکال یا الجھن پیدا کر سکتی یا شیطان مردود کسی مومن کے ذہن میں وسوسہ ڈال سکتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی دور بین نگاہوں سے یہ چیز

شدید اور جبلی نہ تھی اس لئے "اوتیت جوامع الکلم" (۵۶) (مجھے من جانب اللہ جوامع الکلم عنایت فرما دیئے گئے ہیں) کی منفرد شان کے حامل افصح العرب نے لفظ "حبب" (صیغہ مجہول) کے اندر ہی اس اشکال کا جواب دے دیا۔ یعنی آپ ﷺ کی معصوم اور پاکیزہ ذات گرامی کے اندر اور بعض تشریعی حکمتوں اور پیغمبرانہ مقاصد کی تکمیل کی خاطر اللہ کریم نے خود یہ محبت رکھ دی تھی۔ چنانچہ بعض علماء نے اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> قیل انما حبب الیه النساء لینقلن عنه ما لا یطلع علیه الرجال من احواله و یستحی من ذکره (۵۷)
>
> کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی میں عورتوں کی محبت اس لئے رکھ دی گئی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے ان احوال کو نقل کر سکیں جن پر مرد حضرات مطلع نہیں ہو سکتے تھے اور آپ ﷺ خود ان کے بیان سے حیا محسوس فرماتے تھے۔

اس روایت کی تائید ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے عمومی رویے سے بھی ہوتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے:

> "آپ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات سے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبت تھی اور آپ ﷺ ان کی معیت میں خوش ہوا کرتے۔ (۵۸)

اس قسم کی مزید تائیدی روایات اور واقعات آگے آرہے ہیں۔

ازواج مطہرات سے محبت پر قرآن کی گواہی

نبی کریم ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ جو بے مثال محبت تھی اور جس طرح آپ ﷺ ان کی دلجوئی اور خاطر داری فرماتے تھے اس پر حدیث و سیرت کی کتابوں میں پائے جانے والے عملی نمونوں کے علاوہ خود قرآن مجید کی گواہی بھی موجود ہے چنانچہ بعض روایات میں صراحت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

مستقل معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد روزانہ تمام ازواج مطہراتؓ کے حجروں میں قدم رنجہ فرماتے اور تھوڑی تھوڑی دیر ہر رفیقہ حیات کے پاس بیٹھ کر اس کے حال احوال پوچھتے (۵۹)

ایک دفعہ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ کے ہاں کہیں سے بطور ہدیہ شہد آگیا۔ حضور ﷺ حسب معمول عصر کے بعد جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بڑی چاہت اور اہتمام سے شہد آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتیں۔ حضور ﷺ کو طبعی طور پر شہد پسند تھا۔ اس لئے شوق فرماتے۔ یوں سیدہ زینبؓ کے ہاں معمول سے کچھ زیادہ قیام ہو جاتا۔ لیکن جن باقی امہات المومنین کے حصے سے یہ لمحے صرف ہوتے ان کے لئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی گئی۔ ازواج مطہرات کو جو محبت اور تعلق اپنے شوہر نامدار سے تھا اس نے قدرتی طور پر ان کے درمیان ایک طرح کی کشمکش اور رقابت پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ محترمہ کی تمنا اور کوشش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ حضور ﷺ کی توجہات اور عنایات کا مرکز بن کر دنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرے۔ اس محبوبانہ جذبہ اور سوکناپے کی رقابت کی وجہ سے (نہ کہ العیاذ باللہ ایذاء رسول ﷺ کی نیت سے) سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ مذکورہ صورت حال کو زیادہ دن برداشت نہ فرما سکیں۔ انہوں نے سیدہ زینبؓ کے ہاں معمول سے زیادہ حضور ﷺ کے قیام کو گھٹانے کے لئے یہ خفیہ تدبیر سوچی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سیدہ زینب کے پاس سے اٹھ کر ان میں سے جس کے ہاں بھی تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ حضور ﷺ! آپ کے دہن مبارک سے مغافیر (ایک قسم کا پھول جس میں بساند ہوتی ہے) کی بو آرہی ہے۔ کیا حضور ﷺ نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ انہیں معلوم اور تجربہ تھا کہ حضور ﷺ اپنی نفاست طبع کے باعث ادنیٰ بدبو کو بھی سخت ناپسند فرماتے ہیں۔ امہات المومنین کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے غالباً ان کی مرضی بھانپتے ہوئے قسم اٹھالی کہ آئندہ شہد استعمال نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ کریم

نے وحی نازل فرمائی: (۶۰)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ تحریم:۱)

اے نبی (ﷺ)! آپ اس چیز کو کیوں حرام ٹھہرا رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ (محض) اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ بڑا مغفرت فرمانے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

یہ عمل اگرچہ بجائے خود بالکل جائز تھا۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حلال چیز سے چاہے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائے اور دستبرداری کا اعلان بھی کر دے۔ لیکن یہ امر معصوم پیغمبر ﷺ کے شایان شان نہ تھا اور وہ بھی ایک داعی ضعیف کی بنا پر۔ اسی لیے آپ ﷺ سے خطاب ہمرنگ عتاب ہوا۔ ظاہر ہے آپ ﷺ اللہ کی حلال کردہ کسی چیز کو شرعاً حرام نہیں قرار دے رہے تھے بلکہ یہاں تحریم سے مراد مطلق امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع (رکنا) کسی کی دل جوئی کے لئے ہوتا ہے جس کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے۔ (۶۱) آپ ﷺ کی قسم کے بعد یہ چیز چونکہ مثل حرام کے ٹھہر رہی تھی اس لئے مبالغتاً تحریم سے تعبیر کیا گیا۔

ازواج مطہراتؓ کی رعایت اور ان کی خاطر داری پر قرآن مجید کی اس صریح نص " تبتغی مرضات ازواجک " (اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہنے کے لئے) کے بعد حدیث اور سیرت کی کتابوں میں متعدد ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جو ازواج مطہراتؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی انتہائی محبت اور بے مثال حسن معاشرت پر دلالت کرتی ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم اس طرح کی مثالیں اور عملی نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ (۶۲)

سیدہ خدیجہؓ سے محبت

ازواج مطہراتؓ میں سب سے پہلی زوجہ محترمہ جنہیں حضور ﷺ کے عقد نکاح میں آنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ ام المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہؓ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ سیدہ خدیجہؓ کے خلوص و محبت، ذہانت و فطانت اور اپنے شوہر نامدار کے لئے حد درجہ ایثار و فدویت کے سبب حضور ﷺ جس طرح غائبانہ ان کی تعظیم و تکریم فرماتے، جس طرح برملا ان کی تعریف کرتے اور محبت کا اظہار فرماتے تھے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ واقعی اس اعزاز و اکرام اور محبت و عظمت کی مستحق تھیں۔ انھوں نے نکاح کے بعد اپنا تن من دھن حضور ﷺ پر وار دیا۔ زندگی کی ساری پونجی، سارا اندوختہ، سارا مال و دولت، تمام سرمایہ کاروبار اور گھربار حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ سیدہ نے آنجناب علیہ السلام کو محبت دی، دولت دی اور انہی سے حضور ﷺ کو اللہ نے اولاد بھی دی۔ سوائے صاحبزادہ ابراہیم کے ساری اولاد نبوی ﷺ آپ کے بطن مبارک سے ہی تھی۔ ایک معاصر نے بڑے خوبصورت پیرائے میں سیدہ خدیجہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"یہ کوئی مبالغہ نہیں، حقیقت ہے کہ حضرت خدیجہؓ جیسی مخلص، وفادار، وفاشعار، نیک طینت، متحمل مزاج، دانا، بینا اور ہمدرد و رفیق بیوی انبیاء کرام، راہنمایان عظام میں سے کسی ایک نبی اور کسی ایک راہنما کو نصیب نہیں ہوتی۔ حضرت خدیجہؓ ہر لحاظ سے یکتا اور منفرد خاتون تھیں۔ ان کے حالات کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ پیدا ہی اس لئے ہوئی تھیں کہ سید کون و مکاں ﷺ کی جوانی کی رفیق بنیں تا کہ امر نبوت کا مقدس بوجھ جب حضور ﷺ کے مبارک شانوں پر رکھا جائے تو وہ حضور ﷺ کی ہر طرح مدد کریں اور ایک سچے اور وفادار رفیق کی طرح ان کی دلجوئی فرمائیں اور ان کو کسی طرح محسوس نہ ہونے دیں کہ وہ اس دنیا میں تنہا ہیں اور

ساری دنیا ان کی مخالف ہے۔ گو ان دونوں کی عمروں میں خاصا تفاوت تھا۔ رسول اللہ ﷺ پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہؓ پینتیس یا چالیس سال کی تھیں۔ مگر حضرت خدیجہؓ کی غیر معمولی صلاحیتوں، ذہنی سرحدیوں اور محبت و خلوص نے ان کی عمر کا تفاوت دور کر ڈالا اور زندگی کا یہ دور جو نکاح کے دن کے بعد شروع ہوا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا اہم دور ہے۔ اسی دور میں حضور ﷺ نے تمام ذہنی رفعتیں حاصل کیں۔ (۶۳)

اس مقدس رشتہ ازدواج پر علامہ محمد علی صابونی نے بڑا خوبصورت تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں:

وقد اختارها صلوات الله عليه لسداد رايها و وفرة ذكائها و كان زواجه بها زواجاً حكيما موفقا، لانه كان زواج العقل للعقل ولم يكن فارق السن بينهما بالامر الذى يقف عقبة فى طريق الزواج لانه لم يكن الغرض منه قضاء (الوطر و الشهوة) و انما كان هدفا انسانيا ساميا، فمحمد رسول الله قد هياه الله لحمل الرسالة و تحمل اعباء الدعوة و قد يسر الله تعالىٰ له هذه المرءة النقية التقية العاقلة الذكية لتعينه على المضى فى تبليغ الدعوة و نشر الرسالة وهى اول من امن به من النساء (۶۴)

حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ان کی اصابت رائے اور ذہانت و فطانت کی وجہ سے منتخب کیا تھا۔ حضور ﷺ کی ان سے شادی ایک حکیمانہ شادی تھی۔ اور اس میں توفیق خداوندی شامل تھی۔ یہ عقل کی عقل سے شادی تھی۔ عمر کا فرق اس رشتے کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ اس لئے نہ بن سکا کہ اس شادی کا مقصد تقاضے

شہوت نہیں تھا بلکہ یہ شادی عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آئی تھی۔ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت کا بارگراں اٹھانے اور تبلیغ کی کٹھن ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے تیار کیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے اس پاکباز، عفت مآب، فطین اور عقلمند خاتونؓ کے ساتھ زندگی گزارنا آسان بنا دیا تاکہ وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں آپ ﷺ کی مدد کر سکیں۔ یہی وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کو عورتوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفا شعاری، ایثار، غم خواری، خلوص و محبت اور بلند شخصیت کے اثرات آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس طرح مرتسم ہوئے کہ زمانہ انہیں مٹا نہ سکا۔ کہنے کو تو سیدہ خدیجہؓ صرف پچیس برس آپ ﷺ کی دنیا میں رہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دل کی دنیا میں ہمیشہ رہیں۔ ان کی خدمات اسلام اور محبت رسول ﷺ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کی اس پاک بندی نے جس خلوص کے ساتھ ایک پاکیزہ جیون ساتھی کی آرزو کی تھی اپنے آخری دم تک اسے اس خلوص و خوبی کے ساتھ نبھایا کہ دیکھنے والوں کے دل بے ساختہ درود و سلام کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی اپنی ازواج مطہراتؓ سے ان کا تذکرہ اس انداز میں فرماتے تھے کہ انہیں رشک آتا تھا۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ نے کہہ دیا کہ اللہ نے جب ان سے بہتر بیویاں آپ ﷺ کو عنایت فرما دی ہیں تو آپ ﷺ ان کا تذکرہ کیوں کرتے ہیں حضور ﷺ کو سیدہ عائشہ کا یہ انداز تکلم پسند نہ آیا اور ناراض ہو کر فرمایا:

واللہ ما ابدلنی اللہ خیرا منہا امنت بی حین کذبنی الناس وواستنی بما لہا حین حرمنی الناس و رزقت الولد منہا و

حرمته من غيرها (۶۵)

اللہ کی قسم! ان کا نعم البدل مجھے نہیں مل سکا۔ جب ساری دنیا میری تکذیب کر رہی تھی تو اس نے میری تصدیق کی۔ جب سارے لوگ مجھے مال سے محروم کر دینے پر تلے ہوئے تھے تو اس نے اپنے ذاتی مال سے میری غم خواری کی۔ اللہ نے مجھے اولاد انہیں سے عطا فرمائی جبکہ دوسری تمام بیویوں کو اللہ نے اس شرف سے محروم رکھا۔

ایک اور روایت میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ۔

"ازواج النبی ﷺ میں سے جتنی غیرت مجھے خدیجۃ الکبریٰؓ پر آتی تھی کسی دوسری پر نہیں آتی تھی۔ نبی کریم ﷺ اکثر ان کا ذکر خیر فرماتے' جب بھی کوئی بکری ذبح فرماتے' اس کا گوشت سیدہ خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھجواتے۔ بسا اوقات میں سوکناپے کی غیرت سے جب یہ کہتی کہ گویا دنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہ تھی! تو آپ ﷺ فرماتے ہاں۔ اور پھر ان کی خوبیاں گنانا شروع کر دیتے اور فرماتے اللہ نے مجھے ان سے اولاد بھی دی۔ (۶۶)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور ﷺ کی جملہ ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کی غلام اور جاں نثار تھیں انہوں نے دنیوی مال و دولت اور تعیش پسندی کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی کریم اور فقیر ذات کو اختیار کیے رکھا مگر سیدہ خدیجہؓ نے حضور ﷺ کو پچیس سال کی عمر میں جو آسودگی جوذہنی سکون اور جو ازدواجی خلوص عطا کیا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحترمہ رضی اللہ عنہا ارشاد خداوندی: وَجَعَلْنَا لَكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وجعل بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ اور ہم نے تمہارے واسطے پیدا کر دیں بیویاں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی۔ کا عملی نمونہ تھیں۔

انہوں نے حضور ﷺ کو مالی تفکرات اور بال بچوں سے مستغنی کر دیا۔ یہ اللہ کریم کا حضور ﷺ کی ذات پر بہت بڑا انعام تھا جسے اس نے کوئی پندرہ بیس سال بعد یاد بھی دلایا کہ:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (سورۃ الضحیٰ :۸)

اور اس نے آپ ﷺ کو نادار پایا تو غنی کر دیا۔

سیدہ عائشہؓ سے محبت

قسام ازل نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکر الصدیقؓ کو جس قسم کی قابلیت' اہلیت' صلاحیت' ذکاوت' ذہانت وفطانت' فہم وفراست' مجتہدانہ ملکہ وبصیرت' اصابت رائے' فقہ واجتہاد' قوت حافظہ' حکمت ودانائی' دور بینی' گہرائی' گیرائی' نکتہ رسی اور دقت نظری جیسی خوبیوں سے نوازا تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی تھیں۔ یہ محض لفاظی نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جس پر تاریخ کی گواہی ثبت ہے۔ مشہور محدث ومورخ حافظ ابن حجر عسقلانی نے معروف تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح کی یہ عینی شہادت نقل کی

ہے کہ:

كانت عائشة افقه الناس و اعلم الناس و احسن الناس رايا فى العامة (۷۶)

سیدہ عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی فقیہہ سب سے زیادہ علم والی اور عام معاملات میں سب سے اچھی اور صائب رائے رکھنے والی تھیں۔

آنحترمہؓ کی انہی امتیازی خوبیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو ان سے خاص تعلق خاطر اور بڑی محبت تھی۔ ایک روایت میں تو یہاں تک موجود ہے کہ جب آپ ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ لوگوں میں کون آدمی آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو فرمایا: عائشہؓ۔ سائل نے پوچھا اور مردوں میں سے؟ فرمایا: اس

کاباپ (ابوبکر)(۶۸)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک طویل عرصہ تک تفسیر حدیث، فقہ، اجتہاد، قیاس، عقائد، کلام، افتاء اور اصلاح کے میدانوں میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے جو علمی کارنامے، فقہی اجتہادات اور دینی خدمات صادر ہوئیں اور جس طرح آنحترمہؓ نے امت مسلمہ اور اپنی روحانی و معنوی اولاد کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کا فریضہ سرانجام دیا۔ نیز دور نبوی ﷺ میں پیش آنے والے کئی واقعات کی چشم دید گواہ ہونے اور متعدد احادیث نبوی ﷺ کو اپنے گوش ہوش سے سننے کے باعث جس طرح کئی مسائل اور احادیث کے متعلق پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو دور فرمایا اور سب سے بڑھ کر جس طرح گھریلو ازدواجی اور میاں بیوی کے نجی تعلقات سے متعلق فقہی مسائل میں امت کی رہنمائی فرمائی ان چیزوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ سے ان کا نکاح ہوا ہی انہی دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے تھا اور اسی لئے آنحترمہؓ نکاح سے قبل دو مرتبہ آپ ﷺ کو خواب میں دکھائی گئی تھیں۔(۶۹)

نکاح میں امت کے لئے سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز جب حضور ﷺ نے خود "دین" کو قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

تنکح المرءۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (۷۰)

عموماً چار وجوہ کے باعث عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔(۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کے حسب نسب کی وجہ سے (۳) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور (۴) اس کے دین کی وجہ سے۔ لہذا تو تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

دین والی عورت کے ساتھ نکاح کر کے (دنیوی و اخروی) کامیابی حاصل کر۔ تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کے نکاح میں آپ ﷺ کے مد نظر ان سے

سرانجام پانے والی یہ دینی خدمات نہ ہوں۔ چنانچہ مستقبل میں آنمخدومہ کے وجود مسعود کی برکت سے متوقع بلحہ یقینی علمی و دینی خدمات اور ان کی فقہی واجتہادی بصیرت کے پیش نظر آپ ﷺ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔

سیدہ عائشہؓ پر ازواج مطہراتؓ کی غیرت

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی اس غیر معمولی محبت کا علم اکثر لوگوں کو بھی تھا۔ چنانچہ وہ بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنے ہدایا اسی روز پیش کرتے جس دن سیدہ عائشہؓ کے ہاں آپ ﷺ کے قیام کی باری ہوتی۔ ازواج مطہراتؓ کو سیدہ عائشہؓ کے ساتھ سوکناپے کی فطری غیرت کی وجہ سے لوگوں کا یہ رویہ پسند نہ تھا۔ ہر ایک کو بات کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے سب سیدہ ام سلمہؓ کے پاس اکٹھی ہوئیں اور ان سے کہا! قسم خدا لوگ اپنے تحائف حضرت عائشہؓ کی باری کے دن ہی حضور ﷺ کو دیتے ہیں۔ آخر ہمارا بھی اس قسم کے تحائف کے لئے جی چاہتا ہے۔ تم اس معاملے میں رسول مقبول ﷺ سے بات کرو اور کہو کہ! آپ ﷺ لوگوں کو حکم فرمادیں کہ وہ تحائف کے لئے عائشہؓ کی باری کے دن کا انتظار کرنے کی بجائے آپ ﷺ جس بھی زوجہ محترمہ کے گھر ہوں' اپنے ہدایا و تحائف دے دیا کریں۔ سیدہ ام سلمہؓ نے اس سلسلے میں حضور ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوبارہ بات کی تو بھی آپ ﷺ نے اعراض فرمایا۔ مگر جب تیسری بار انہوں نے حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو فرمایا: ام سلمہ! عائشہ کے معاملے میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ عائشہؓ کے علاوہ تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ (۷۱)

اس سلسلے کی ایک اور روایت متعدد محدثین و سیرت نگاروں نے اپنے اپنے الفاظ میں نقل کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ نے دختر رسول ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراؓ کو رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ سیدہ فاطمہؓ اجازت طلب کر کے تشریف لائیں۔ آپ ﷺ اس وقت میری چادر میں میرے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ نے مجھے آپؐ کے پاس یہ درخواست دے کر بھیجا ہے کہ آپ ﷺ ابو قحافہ (ابوبکر صدیقؓ) کی بیٹی (سیدہ عائشہؓ) کے معاملے میں ان سے (ہدایا یا محبت کے سلسلے میں) برابر فرمایا کریں۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں میں خاموش رہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی کیا تو اس چیز سے محبت نہیں کرے گی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو اس (سیدہ عائشہؓ) سے محبت رکھا کر۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں حضور ﷺ سے یہ جواب سن کر سیدہ فاطمہؓ کھڑی ہو گئیں اور جا کر ازواج مطہرات کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ ازواج مطہراتؓ نے اس سلسلے میں سیدہ فاطمہؓ کو دوبارہ بھیجنا چاہا تو انہوں نے معذرت کر لی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس کے بعد ازواج مطہرات نے اپنی ساتھی (اور ہم خیال) سیدہ زینب بنت جحشؓ کو بھیجا۔ ازواج مطہراتؓ میں وہی ایک عورت تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت میں میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، زیادہ فیاض اور اللہ تعالیٰ کی تقرب جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ صرف مزاج میں تھوڑی سی تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں انہوں نے جب اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ حسب سابق میری چادر میں لیٹے ہوئے تھے جس طرح کہ سیدہ فاطمہؓ کی آمد کے وقت لیٹے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی تو آ کر کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی تمام بیویوں نے مجھے آپؐ کے پاس یہ درخواست دے کر بھیجا ہے کہ آپ ﷺ ابو قحافہ (ابوبکر) کی بیٹی (عائشہؓ) کے معاملے میں ان سے

داری فرمایا کریں۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں پھر وہ مجھ پر برس پڑیں اور مجھے خوب سنائیں۔ میں چپ تھی اور انکھیوں سے حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ مجھے اس معاملے میں جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ سیدہ زینبؓ بولے جا رہی تھیں۔ میں نے جوابی کاروائی میں حضور ﷺ کی مرضی بھانپ کر انہیں ایسی سنائیں کہ لاجواب ہو کر رہ گئیں۔ حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: آخر یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔(۷۲)

اس قسم کے واقعات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ازواج مطہراتؓ کے باہمی تعلقات صحیح نہیں تھے۔ ہم پیچھے تحریر کر آئے ہیں کہ ازواج مطہرات رات گئے تک حضور ﷺ کے پاس اکٹھی بیٹھی رہتی تھیں۔ مشہور بات ہے جہاں چند بے جان برتن بھی اکٹھے رکھے ہوں ان میں بھی ٹکرانے کی آواز آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح جہاں چند آدمی اکٹھے رہتے ہوں ان میں کتنی ہی موافقت کیوں نہ ہو' ناممکن ہے کہ ان میں کبھی کبھار آوازیں اونچی نہ ہوں۔ یا کسی غلط فہمی سے وقتی رنجشیں پیدا نہ ہوں۔ خاص کر جہاں عورتوں کا مجمع ہو اور وہ بھی سوکنوں کا' وہاں مختلف واقعات پر کبھی کبھی ناگواری پیدا ہونا ایک قدرتی و فطری امر ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فیض صحبت انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن بقوائے قرآنی اس کی فطرت کو نہیں بدلتا۔ عورت کی طبعی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی محبت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ یہاں یہی چیز مفقود تھی کہ ایک ہی شمع کی سب پروانہ تھیں اور محبت کا ایک ہی چراغ سب کے سینوں میں جل رہا تھا۔ (رضی اللہ عنھن)

سیدہ عائشہؓ کیساتھ مل کر کھانا

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ محبت نبوی ﷺ کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس محبت کا اظہار کھانے میں بھی ہوتا تھا وہ اس طرح کہ آپ ﷺ وہی

ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہؓ چوستی تھیں۔ پیالہ میں وہیں منہ رکھ کر پیتے تھے جہاں حضرت عائشہؓ منہ لگاتی تھیں۔(۷۳)

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی جو شوربا پکانے کا ماہر تھا نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی تو فرمایا۔ عائشہ بھی میرے ساتھ جائیں گی۔ اس نے عرض کیا اتنی گنجائش نہیں۔ فرمایا تو پھر (اسے بھوکا چھوڑ کر) میں بھی نہیں جاؤں گا۔ کچھ دن بعد اس نے دوبارہ کھانے کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے وہی بات دھرائی۔ اس نے معذرت کی تو آپ ﷺ نے بھی سیدہ کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ تیسری بار وہ پھر دعوت دینے کے لئے آیا۔ اب شاید وہ دوسرے آدمی کے کھانے کا انتظام کر کے آیا تھا۔ اب کے حضور ﷺ نے عائشہؓ کے ساتھ چلنے کا پوچھا تو اس نے عرض کیا جی ہاں۔ (ست بسم اللہ) حضور ﷺ سیدہ عائشہؓ کو ساتھ لے کر اس پڑوسی کے گھر آئے اور اکٹھے کھانا تناول فرمایا۔(۷۴)

سیدہ عائشہؓ کی گود میں وصال

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کے تعلق خاطر کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مرض الوفات میں آپ ﷺ از راہ عدل اور حسب دستور ایک ایک دن ایک ایک زوجہ محترمہ کے حجرہ شریفہ میں قیام فرماتے تھے لیکن ہر روز استفسار ہوتا تھا کہ کل میں کہاں رہوں گا؟ شوہر مدار کی خوشنودی کی خواہشمند ازواج مطہراتؓ نے بھانپ لیا کہ ہر روز اس سوال سے مقصود آپ ﷺ کا سیدہ عائشہؓ کے ہاں قیام ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ نے صراحۃً اجازت چاہی۔ بہر کیف سب نے بصد خوشی اجازت دے دی اور آپ ﷺ نے دم واپسیں تک سیدہ عائشہؓ کے حجرہ کو ہی رونق بخشی۔ صرف حجرہ ہی نہیں بلکہ وصال کے وقت آپ ﷺ کا سر اقدس سیدہ عائشہؓ کی گود میں تھا۔(۷۵)

سیدہ عائشہؓ فخریہ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری باری کے دن میرے گھر میں میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے۔ اور وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کی آمیزش کر دی۔ وہ یوں کہ بھائی عبدالرحمن مسواک لیے تیمارداری کے لئے آئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے کا سہارا دیے ہوئے تھی۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ عبدالرحمن کی مسواک کیطرف دیکھ رہے تھے۔ میں تاڑ گئی کہ آپ ﷺ مسواک پسند فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ ﷺ کو دوں؟ تو سر کے اشارہ سے "ہاں" فرمایا۔ میں نے وہ نرم کر دی اور آپ ﷺ کے دندان مبارک پر پھیری۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن میں پانی تھا۔ آپ ﷺ پانی میں ہاتھ ڈوبتے اور چہرہ پر پھیرتے اور فرماتے "لا الہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ پھر آپ ﷺ بائیں انگلی اٹھا کر کہنے لگے "فی الرفیق الاعلیٰ" (میں دنیا کی بجائے آخرت میں رفیق اعلیٰ کو اختیار کرتا ہوں) ۔ آپ ﷺ نے انگلی اٹھائے رکھی حتی کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے پھر آپ ﷺ کا دست مبارک پانی میں پڑ گیا۔(۷۶)

مرض الوفات میں سیدہ عائشہؓ کے ہاں قیام کی خواہش نبویؐ کا سبب بادی النظر میں تو ازدواجی محبت و تعلق نظر آتا ہے مگر سید سلیمان ندویؒ نے ایک دوسری اور ایمان افروز توجیہ کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"اس خواہش کا سبب شاید عام لوگ حضرت عائشہؓ کی محبت سمجھیں۔ لیکن اوپر گذر چکا ہے کہ خدا نے حضرت عائشہؓ کو فطری کمال عقل، قوت حافظہ سرعت فہم اور اجتہاد و فکر عطا فرمایا تھا۔ عجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہو کہ آپ ﷺ کے آخری اقوال و افعال کا بھی ایک ایک حرف دنیا میں محفوظ رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی وفات کے متعلق اکثر صحیح حالات حضرت عائشہؓ ہی کے ذریعے امت تک پہنچے۔"(۷۷)

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے محبت

دیگر ازواج مطہرات بھی اپنے شوہر نامدار کی محبت اور شفقت سے محروم نہ تھیں۔ انہیں بھی وقتاً فوقتاً محبت و شفقت نبوی کا وافر حصہ ملتا تھا۔ چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ: "ایک سفر سے واپسی پر سیدہ صفیہ نبی رحمت ﷺ کی اونٹنی پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھیں۔ خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابو طلحہؓ بھی ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کی اونٹنی کا پاؤں پھسلا تو آپ ﷺ اور ام المومنین سیدہ صفیہ دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہؓ فوری طور پر اپنی سواری سے چھلانگ لگا کر بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کوئی تکلیف (چوٹ وغیرہ) تو نہیں پہنچی؟ فرمایا۔ میری نہیں پہلے اپنی ماں کی خبر لو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں حضرت ابو طلحہؓ نے اپنا چہرہ ڈھانپتے ہوئے ایک کپڑا سیدہ صفیہؓ کی طرف پھینکا۔ سیدہ کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے آنحترمہؓ کا کجاوا صحیح کر کے دوبارہ انہیں آپ ﷺ کی سواری پر سوار کرا دیا۔ (۷۸)

خادم رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئے تو ام المومنین سیدہ صفیہؓ بیٹھی رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے آنحترمہ کے آنسو پونچھتے ہوئے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ دونوں غائبانہ میری برائی بیان کرتی ہیں اور یہ بھی کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے کہیں بہتر ہیں کیونکہ ہم حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کی بیٹیاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان سے یوں کہنا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو۔ کیونکہ میرے باپ پیغمبر خدا حضرت ہارون علیہ السلام' میرے چچا پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر رسول مقبول ﷺ ہیں۔ (۷۹)

اسی طرح ایک سفر میں ازواج مطہراتؓ ساتھ تھیں۔ انجشہ نامی غلام جو ساربان تھے' نے سواریوں کو تیز دوڑانا چاہا تو فرمایا "رویدک سوقاً بالقواریر" سواریوں کو

آہستہ ہانکو یہ آبگینے ہیں (۸۰) مدارج النبوہ میں وضاحت ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا سفر تھا۔

ازواجِ مطہراتؓ کی اخلاقی تربیت

ازواج مطہراتؓ کو اگرچہ اللہ کریم نے پیغمبر اکرم ﷺ کی "بیویاں" ہونے کی سعادت بخشی تھی مگر وہ پیغمبرانہ اوصاف و کمالات کی حامل اور اپنے شوہر نامدار کی طرح معصوم ہرگز نہیں تھیں۔ اس لئے نسوانی کمزوریوں اور بشری تقاضوں کے تحت اگر کبھی ان سے کوئی ایسی معمولی حرکت بھی سرزد ہو جاتی جو اخلاق سے گری ہوئی ہوتی یا ان کے شایان شان نہ ہوتی تو معلم انسانیت ﷺ فوری طور پر نہ صرف ان کی اصلاح بلکہ سخت تنبیہ فرماتے۔ ازواج مطہراتؓ اور دیگر اہل بیت کے ساتھ انتہائی محبت ہونے کے باوجود اس معاملے میں آپ ﷺ ان سے کبھی نرمی اور رو رعایت نہیں برتتے تھے۔

حدیث کی کتابوں میں رذائل اخلاق سے بچنے کی جو تاکیدات آئی ہیں، ظاہر ہے سب سے پہلے اہل خانہ کو ان سے پرہیز اور ممانعت کی تعلیم دی جاتی ہوگی۔ (۸۱)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کو جو گہرا تعلق خاطر اور شدید محبت تھی اس کی ایک جھلک گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ اس کے باوجود سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے سوکناپے کی فطری غیرت کی حد سے بڑھتے ہوئے جب نبی کریم ﷺ کے سامنے ام المومنین سیدہ صفیہؓ کے پست قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی برائی بیان کی تو فرمایا: "لقد قلت كلمة لو مزج بها البحر لمزجته" (یعنی تو نے ایک ایسا کلمہ بولا ہے کہ اگر یہ سمندر میں ملا دیا جائے تو اس کے پانی کے ذائقے کو بھی خراب کر دے)۔

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا! میں نے تو ایک آدمی کے بارے میں آپ ﷺ سے اس کی اصل حقیقت ہی بیان کی تھی تو فرمایا۔ میں کسی بھی آدمی کے بارے میں کوئی (غیبت کی) بات سننا پسند نہیں کرتا چاہے مجھے اس کے عوض کتنی

ہی دے دیا جائے۔(۸۲)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ: ایک طویل قد کی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے جانے کے بعد حیرت کے باعث حضرت عائشہؓ کی زبان سے نکل گیا: "یہ کتنی لمبی عورت ہے!" آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ! تو نے غیبت (بدگوئی) کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے تو وہی بات کی ہے جو اس میں پائی جاتی ہے: فرمایا: غیبت بھی تو اسی کو کہتے ہیں۔(۸۳)

اسی طرح سیدہ عائشہؓ نے ایک دن کہہ دیا فلاں عورت کا دامن (لباس) بہت لمبا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا! اے عائشہ! تم نے اس عورت کی غیبت کی۔ لازم ہے کہ تم تھوکو۔ سیدہ فرماتی ہیں: حسب حکم میں نے تھوکا تو میرے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا۔(۸۴)

ایک مرتبہ سیدہ حفصہؓ نے سیدہ صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ وہ رونے لگ گئیں۔ حضور ﷺ آئے تو وجہ پوچھی، انہوں نے وجہ بتائی۔ تو فرمایا: تو پیغمبر (ہارون علیہ السلام) کی بیٹی، تیرے چچا (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پیغمبر اور پھر پیغمبر کی بیوی۔ وہ آخر کس بنیاد پر تجھ پر فخر کرتی ہے پھر فرمایا: اتق اللہ یا حفصۃ (حفصہ اللہ سے ڈرا کرو)۔(۸۵)

نبی کریم ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ہمراہ سیدہ صفیہ بنت حیی بھی ام المومنین بن کر آئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے گھر میں ٹھہرایا تھا ان کے حسن و جمال کو سن کر انصار کی عورتیں ان کو دیکھنے آئیں تو سیدہ عائشہؓ نقاب اوڑھ کر آئیں۔ حضور ﷺ نے پہچان لیا۔ جب سیدہ عائشہؓ باہر نکلیں تو حضور ﷺ بھی ان کے پیچھے تشریف لائے اور پوچھا: عائشہ تو نے صفیہ کو کیسا پایا ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے سوکناپے کی غیرت کی وجہ سے کہہ دیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک یہودن عورت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ ایسا

ہر گز نہ کہو کیونکہ اب وہ اسلام قبول کر چکی ہے اور اس کا اسلام بہت اچھا ہے۔(۸۶)

اسی طرح ایک سفر میں حضرت صفیہؓ کی سواری کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ ادھر سیدہ زینبؓ کے ہاں ایک فالتو اونٹ تھا۔ حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ سے فرمایا: صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے۔ اگر تم اسے اپنا ایک اونٹ دے دو تو بہت مناسب ہو گا۔ سیدہ زینبؓ کی زبان سے سوکناپے کی غیرت کی وجہ سے نکل گیا: کیا میں اس یہودن کو اونٹ دے دوں؟ اس بات کا نبی کریم ﷺ نے اتنا برا منایا کہ بطور تنبیہ تین ماہ تک سیدہ زینبؓ کے ہاں تشریف نہ لے گئے۔(۸۷)

آپ ﷺ ازواج مطہراتؓ کی طرف سے کوئی ایسی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی پسند نہ فرماتے تھے جو شریعت محمدیہ کے خلاف ہو۔ مثلاً ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ کے گھر میں ایک مخنث (ہیجڑے) آدمی کو دیکھا تو منع فرمایا کہ آئندہ اس قسم کا آدمی گھر میں داخل نہ ہو(۸۸)

اسی طرح ایک سفر میں سیدہ عائشہؓ حضور ﷺ کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار تھیں۔ جس میں تھوڑی سی سختی اور سرکشی تھی۔ آنحضرت ﷺ اسے رام کرنے کے لئے دائیں بائیں باگ کھینچ کر گھمانے لگیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ تم پر (اس اونٹ کے بارے میں) نرمی کرنا لازم ہے۔ کیونکہ نرمی کا وصف جس شے (یا آدمی) میں داخل ہوتا ہے اسے زینت بخشتا اور جس شے (یا آدمی) سے اس وصف کو چھین لیا جائے اسے عیب دار بنا دیتا ہے۔(۸۹)

علیٰ ہذا القیاس ایک دفعہ چند یہودی بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے اور مروج سلام کی بجائے زبان مروڑ کر "السام علیک" (تم پر موت واقع ہو) کہا۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا "وعلیکم" (اور تم پر بھی) سیدہ عائشہؓ ضبط نہ کر سکیں۔ بولیں "علیکم السام واللعنۃ" (تم پر موت اور لعنت ہو) حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ نرمی چاہیے۔ اللہ کریم ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔(۹۰)

عام طور پر لوگ خصوصاً عورتیں معمولی معمولی گناہوں کی پروا نہیں کرتیں۔ آپ ﷺ نے اس عمومی رویے سے بچنے کے لئے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا: ایاک و محقرات الذنوب "عائشہ! معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو۔ خدا کے ہاں ان کی بھی پرسش ہو گی۔ (۹۱)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ام المومنین سیدہ میمونہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ بھی پاس موجود تھیں۔ اسی دوران مشہور نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اندر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ازواج مطہراتؓ سے فرمایا۔ ان سے پردہ کرو۔ سیدہ ام سلمہؓ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے سختی سے فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم انھیں نہیں دیکھ رہی ہو۔ (۹۲)

ازواج مطہراتؓ کے درمیان عدل و مساوات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض پیغمبرانہ خصوصیات اور دینی ضروریات کے تحت اللہ کریم نے آپ ﷺ کو اس امر کی اجازت فرما دی تھی کہ:

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ط سورۃ الاحزاب: ۵۱)

(اے محبوب!) آپ ان (ازواج مطہرات) میں سے جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے:

هذه الآية تدل علىٰ ان القسم بينهن لم يكن واجبا على النبى صلى الله عليه وسلم و انه كان مخيرا فى القسم لمن شاء منهن و ترك من شاء منهن (۹۳)

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ازواج مطہراتؓ کے درمیان باری وغیرہ کی تقسیم اگرچہ امت کے لئے شرعاً واجب ہے (۹۴) مگر خود نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہ تھی اس معاملے میں آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ ان میں سے جس زوجہ محترمہ کو چاہتے باری عنایت فرماتے اور ان میں سے جسے چھوڑنا چاہتے چھوڑ سکتے تھے۔

مگر اس کے باوجود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے' پینے' مکان' ملاقات' لین دین اور نان نفقہ وغیرہ کے معاملات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرماتے۔ سیدہ عائشہؓ کی اپنی چشم دید گواہی ہے کہ: نبی رحمت ﷺ اپنی ازواج مطہراتؓ کے درمیان تمام ظاہری و حسی امور میں ہمیشہ عدل و انصاف کا رویہ اختیار فرماتے۔ تاہم بعض بیویوں کی طرف زیادہ میلان اور تعلق خاطر فطری طور پر آپ ﷺ کے اختیار میں نہ تھا۔ مگر اس غیر اختیاری فعل کو اپنے منصب کے اعتبار سے ایک قسم کا گناہ تصور فرماتے تھے۔ اس لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کیا کرتے:

اللهم هذه قسمتی فيما املك .فلا تلمنی فيما تملك ولا املك (۹۵)

ان معاملات میں میری گرفت نہ فرما جو تیرے اختیار میں ہیں اور میرے اختیار میں نہیں۔

سفر میں تمام ازواج مطہراتؓ ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں۔ ادھر سب کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ سفر میں ہمرکابی کا شرف حاصل کریں۔ کسی کو ترجیح دینا بھی بظاہر خلاف انصاف تھا۔ اس بنا پر آپ ﷺ سفر کے وقت قرعہ اندازی فرماتے جس زوجہ محترمہ کا قرعہ میں نام نکل آتا وہ ساتھ جانے کی سعادت حاصل کرتیں۔ (۹۶)

خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ سے متعدد محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ: نبی رحمت ﷺ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ باختلاف روایات سیدہ زینبؓ یا سیدہ صفیہؓ نے حضور ﷺ کے لئے ایک پیالہ کھانے کا خادم کے ہاتھ بھیج دیا۔ خادم جب آیا تو سیدہ عائشہؓ سوکناپے کی غیرت

کے باعث اپنے جذبات کو ضبط نہ کر سکیں۔ انہوں نے ہاتھ مار کر خادم کے ہاتھ سے پیالہ گرا دیا۔ پیالہ ٹوٹ گیا اور کھانا زمین پر بکھر گیا۔ حضور ﷺ اس فطری غیرت کو سمجھتے تھے اس لئے پیالے کو جوڑ کر اس میں کھانا اکٹھا کرنے لگے اور سیدہ عائشہؓ کی طرف سے عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا: تمہاری ماں کو غیرت آ گئی تھی۔ لہٰذا تم کھا لو۔ حاضرین کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے صحیح سلامت پیالہ منگوا کر خادم کو دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ سیدہ عائشہؓ کے گھر رکھا جنہوں نے پیالہ توڑا تھا۔ (۹۷)

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں ایک رات حضور ﷺ میرے پاس تھوڑی دیر لیٹے۔ پھر اٹھے آہستہ سے جوتا پہنا' آہستہ سے چادر پکڑی دروازہ کھولا اور باہر نکل کر آہستہ سے بند کیا۔ میں بھی چادر پکڑ کر آپ ﷺ کے پیچھے ہو لی۔ آپ ﷺ جنت البقیع (قبرستان) میں تشریف لے گئے۔ کافی دیر دعا مانگتے رہے۔ جب واپس آنے لگے تو میں جلد جلدی دوڑ کر واپس آ گئی۔ میں اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ آپ ﷺ بھی تشریف لائے۔ میرا سانس پھول رہا تھا۔ فرمایا۔ عائشہ کیا بات ہے؟ سچ سچ بتا دو ورنہ مجھے میرا خبیر رب بتا دے گا۔ سیدہ نے ساری صورت حال بتا دی۔ آپ ﷺ نے سیدہ کے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا! کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے گا۔ (۹۸)

پیچھے گذر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ایک ایک رات ہر زوجہ محترمہ کے ہاں گزارا کرتے تھے۔ مگر مرض الوفات میں جب بیماری کے اندر اضافہ ہو گیا تو آپ ﷺ دلی طور پر اس بات کے خواہشمند تھے کہ آپ ﷺ کی تیمارداری سیدہ عائشہؓ کے گھر میں ہو۔ اس لئے ہر روز دریافت فرماتے تھے میں کل کہاں ہوں گا؟ ازواج مطہراتؓ نے آپ ﷺ کی مرضی بھانپ لی اور آپ ﷺ کو مستقل طور پر عائشہ صدیقہؓ کے ہاں قیام کی اجازت دے دی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے باقاعدہ ازواج مطہراتؓ سے اس سلسلے میں اجازت چاہی تھی حالانکہ

شرعاً آپ ﷺ اس اجازت لینے کے پابند نہ تھے۔(۹۹)

واقعہ افک اور کمال برداشت نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ کی ازدواجی اور گھریلو زندگی میں واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق (۵ھ) سے واپسی پر سیدہ عائشہؓ پر منافقین کی تہمت لگانے کا واقعہ بڑا نازک واقعہ ہے جس کے ذریعے حاسد اور شرپسند رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے چند ہمنواؤں نے آپ ﷺ کی محبوب اور طاہرہ بیوی سیدہ عائشہؓ پر جھوٹی تہمت لگا کر آپ کی پاکیزہ لطف و محبت سے بھری اور جنت نظیر ازدواجی زندگی میں رخنہ اندازی اور فتنہ پیدا کرنا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو کو (العیاذ باللہ) داغدار کرنے کی ناکام کوشش اور ناپاک جسارت کی اور یوں چاند پر تھوک کر اپنے بغض و عداوت اور کینہ و حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مگر ان عقل کے اندھوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ جس ذات والا شان کی عزت و آبرو اور عظمت کو خود اس کا مالک حقیقی اور قادر مطلق بلند کر رہا تھا کوئی بدخواہ اور کوئی دشمن اس عزت اور شان میں کیسے کمی کر سکتا تھا۔

بہر کیف انہوں نے سفر میں پیش آنے والے ایک عام سے معمولی اور قدرتی واقعے کو اس طرح ہوا دی' اس طرح حاشیہ آرائی کی اس طرح رنگ آمیزی کی یوں بات کا بتنگڑ بنایا اور اس انداز میں پروپیگنڈا کیا کہ دو تین چنگے بھلے مخلص مسلمان بھی متاثر ہو گئے۔

معصوم پیغمبر ﷺ کی عزت و آبرو اور حرم پاک پر اس جھوٹی تہمت اور زبان درازی سے آپ ﷺ کی ذات اطہر پر کیا گزری ہو گی' آپ ﷺ کو کتنی ذہنی کوفت رنج اور پریشانی ہوئی ہو گی۔ اس وقت آپ ﷺ کے دل کی کیفیت کیا ہو گی؟ سیدہ عائشہؓ کے والد گرامی اور پورا خاندان کتنا ملول خاطر اور غضبناک ہوا ہو گا۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور پھر خود سیدہ طاہرہ پر جو قیامت صغریٰ گزری اور آنحضرت ﷺ کے قلب

حزیں کی جو کیفیت تھی اس کا کچھ اندازہ آنحضرت ﷺ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے کہ :"
لا یرقأ لی دمع ولا اکتحل بنوم" (دن رات نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ آنکھوں میں نیند کا سرمہ لگتا تھا)۔

واقعہ افک کی ظاہری شکل کچھ اس طرح کی تھی کہ اس موقعہ پر خود اللہ کریم کی علیم وخبیر اور عالم الغیب والشہادۃ ذات اگر اصل حقیقت اور صورت حال سے پردہ نہ اٹھاتا تو خود سیدہ عائشہؓ یا خاندان کے کسی دوسرے فرد کی وضاحت کو شکی الذہن لوگ قبول کرنے میں شاید پس و پیش کرتے۔ اس لئے اللہ کریم نے خود اپنے محبوب ﷺ اور پاک پیغمبر ﷺ کی پاک بیوی کی طہارت براءت اور قیامت تک کے لئے پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے قرآن مجید میں وحی نازل فرما دی۔ اور یوں اپنے محبوب کی تسکین و تسلی عزت افزائی اور سیدہ عائشہؓ کی اشک شوئی کا انتظام فرما دیا۔ سچ ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اس واقعے کی تفصیلات میں جانا ہمارا مقصود نہیں۔ سورۂ نور کے دوسرے رکوع کے تحت عربی اردو تفسیروں میں 'غزوہ بنی مصطلق ۵ھ' کے واقعات میں اکثر کتب سیرت میں اور پھر متعدد کتب حدیث میں تفصیلاً یا اجمالاً یہ نازک اور اہم واقعہ موجود ہے۔ (A۔۹۹)

یہاں صرف اتنا عرض کرنا اور اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ اس اشتعال انگیز اور شر انگیز واقعے میں ایک تو نبی اکرم ﷺ نے کمال صبر و برداشت کا مظاہرہ فرما کر منافقین کی امیدوں پر پانی پھیر اور نہ ایسے حالات میں کسی بڑے فتنے کا کھڑا ہو جانا بعید نہ تھا۔ دوسرے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یا لوگوں کی محض سنی سنائی باتوں پر آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ پر کسی قسم کی بد اعتمادی کا اظہار نہیں فرمایا۔ انہیں برا بھلا نہیں کہا۔ آنجناب ﷺ کو پورا یقین تھا کہ یہ آپ کی حرم محترم پر جھوٹی تہمت ہے مگر آپ ﷺ نے شاید خود اس لئے ان کی براءت کا اعلان نہیں فرمایا تھا کہ

لوگ اس کو بیوی کی طرفداری پر محمول کریں گے۔ منافقین کے برپا کردہ اس طوفان بدتمیزی اور بھانت بھانت کی بولیوں میں سیدہ عائشہؓ کا بیمار ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ حضور ﷺ آنحضرتؐ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ صرف اتنی بات فرمائی کہ "عائشہ! تمہارے متعلق مجھے یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری الذمہ ہو تو تمہاری براءت خود اللہ کریم فرمائے گا اور اگر تم سے غلطی ہو گئی ہے تو اللہ کریم سے استغفار اور توبہ کرو۔ کوئی بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔"

اس کے جواب میں سیدہ نے عرض کیا! اگر میں اس گناہ کا اقرار کروں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو اس الزام کے صحیح ہونے میں کس کو شک رہ جائے گا؟ اور اگر انکار کروں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں تو کون میری تصدیق کرے گا؟ میں اس وقت وہی بات کہتی ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہی تھی۔

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (سورہ یوسف ۸)

اس کے فوراً بعد سیدہ کا صبر رنگ لایا اور اللہ کریم نے قرآن مجید میں مستقل براءت کی آیات نازل فرما کر اپنے محبوب ﷺ کی عزت وآبرو اور شان کو مزید چار چاند لگا دیئے اور مخالفین کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

ایلاء و تخییر کا دلگداز واقعہ

نبی کریم رؤف رحیم کی ازدواجی عائلی اور گھریلو زندگی میں "ایلاء" (۱۰۰) اور "تخییر" کا واقعہ بڑا دلگداز اور سبق آموز ہے۔ جس سے ایک طرف تو خواتین کی نفسیات پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف بیویوں کے معاملے میں نبی رحمت ﷺ کے کمال صبر و برداشت، حوصلہ، عفو و درگزر اور بے مثال حسن معاشرت کا علم ہوتا ہے۔ اس واقعے کے پیچھے بھی "واقعہ افک" کی طرح یقیناً منافقین کا ہاتھ ہو گا۔

مگر حضور ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت حوصلے اور کمال تدبر سے اس کو اس طرح حل فرمایا کہ یہ واقعہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی عزت و عظمت کا آئینہ دار بن گیا۔

یہ دلگداز واقعہ متعدد محدثین اور سیرت نگاروں نے الفاظ کی قدرے کمی بیشی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس واقعے کو کئی مقامات پر تفصیلاً یا اجمالاً نقل کیا ہے اور اپنی فقہی واجتہادی بصیرت سے حسب عادت اس ایک واقعے سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام مسلم اس واقعے کو اپنی صحیح میں کتاب الطلاق کے اندر یکجا ایک خاص ترتیب اور تفصیل سے لائے ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر محدثین و سیرت نگاروں نے بھی اپنی اپنی جگہ پر نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی کا یہ اہم واقعہ درج کیا ہے۔

نفس واقعہ کی واقعاتی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے ان روایات کا خلاصہ اردو میں مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری اور عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری نے "شمائل کبریٰ" میں لکھا ہے ہم اسی ترجمہ کو یہاں من وعن نقل کر رہے ہیں اور آخر میں اس واقعہ کے اہم مآخذ کی مکمل حوالہ جات کے ساتھ نشاندھی کر دیں گے جو مذکورہ کتاب میں نہیں کی گئی۔ (ماستطعت وماتوفیقی الاباللہ)

ازواج مطہراتؓ کی نفقہ میں توسیع کی درخواست

یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت عرب کے دور دراز صوبے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ کثرت فتوحات کی بدولت اموال غنیمت اور سالانہ محاصل کی بھرمار تھی۔ تمام مسلمان افلاس و ناداری کے پنجے سے نکل کر آسودگی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غلے اور کھجوروں کی جو مقدار مقرر فرمائی تھی وہ امہات المومنینؓ کی فیض گستری کے باعث سال بھر تک کفایت نہ کرتی تھی' آئے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں

میں فاقے ہوتے تھے۔ ازواج مطہراتؓ میں بڑے بڑے روسائے قبائل کی بیٹیاں بھی تھیں جنہوں نے کاشانہ نبوت ﷺ میں آنے سے پہلے ناز و نعم کی زندگیاں بسر کی تھیں اس لئے مال و دولت کی فراوانی اور مسلمانوں کی مرفہ الحالی دیکھ کر انہوںؓ نے بھی مقتضائے بشریت آپ ﷺ سے وسعت و کشائش کی درخواست کی۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس مطالبے کی اطلاع ہوئی تو وہ آستان نبوت ﷺ پر پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ اس وقت اور بھی بہت سے حضرات دروازے پر موجود تھے لیکن کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اطلاع کرائی تو آپ ﷺ نے انہیں ان کی خصوصیت کی بناء پر اندر بلا لیا۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ ہنوز عورتوں کے لئے پردے کا حکم نہیں آیا تھا۔ جب یہ دونوں اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے گرد چپ چاپ غم زدہ بیٹھی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے دل میں خیال کیا کہ وہ کوئی ایسی بات کہیں جس سے حضور ﷺ کا انقباض طبع دور ہو جائے۔ چنانچہ بولے "یا رسول اللہ! اگر خارجہ کی بیٹی (حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ) مجھ سے زیادتی نفقہ کا مطالبہ کرے تو حضور ﷺ دیکھ لیں کہ میں کس طرح اس کا گلا گھونٹتا ہوں"۔ آپ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور مخدرات عالیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ "یہ سب بھی تو اضافہ نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔" یہ سن کر دونوں جان نثاروں کو تاب نہ رہی۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کا اور جناب فاروقؓ نے حضرت حفصہؓ کا گلا گھونٹنا اور انہیں پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ دونوں جان نثار کہہ رہے تھے: "تم رسول اللہ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں۔" وہ کہنے لگیں۔ "آئندہ ہم حضور ﷺ سے کوئی ایسی چیز نہ مانگیں گی جو آپ ﷺ کی استطاعت سے باہر ہو گی۔"

یہ دونوں بیویاں اس مطالبے سے باز آگئیں اور دوسری سات ازواج اپنے مطالبے پر قائم رہیں۔ اسی روز آپ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور دوش مبارک (یا پائے مبارک) ماؤف ہو گیا۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے سے متصل بالاخانے پر قیام فرما ہوئے اور عہد کیا کہ ایک مہینے تک ازواج مطہراتؓ سے نہ ملیں گے (بخاری، مسلم، ابوداؤد مع التصرف)

• ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے ارادہ کیا کہ ازواج کو رسول خدا ﷺ کی ایذا رسانی پر ملامت کریں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے: "ابوبکرؓ کی دختر! کیا اب آپ اس درجے پر پہنچ گئیں کہ رسول خدا ﷺ کو ایذا دینے لگی ہیں؟" انہوں نے کہا۔ اے ابن خطاب! تمہیں مجھ سے اور مجھے تم سے کیا سروکار؟ تم جا کر اپنے بچے کی خبر لو (اپنی بیٹی حفصہؓ کو جا کر سمجھاؤ کہ زیادہ نفقہ میں دوسری ازواج کی ہمنوا ہیں) حضرت فاروقؓ وہاں سے حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے: "حفصہ! تمہاری حالت اب یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول خدا ﷺ کو ایذا دینے لگی ہو اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا ﷺ تمہیں نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو تمہیں اب تک طلاق دے چکے ہوتے۔ یہ سن کر حضرت حفصہؓ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "ام سلمہؓ سے میری قرابت تھی۔ میں حفصہؓ کے پاس سے اٹھ کر ام سلمہؓ کے پاس پہنچا اور انہیں نصیحت کرنا چاہا۔ وہ غصے سے کہنے لگیں: اے ابن خطاب! تمہاری عادت ہے کہ ہر بات میں مداخلت کرنے لگتے ہو اور اب چاہتے ہو کہ رسول خدا ﷺ اور آپ ﷺ کی بیویوں کے معاملے میں بھی دخل دو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: "مجھے ان کی بات سے اتنا رنج ہوا کہ میں اپنی چند نصیحت کو جس کے لئے وہاں گیا تھا بھول گیا۔" (صحیح مسلم)

• اس اثناء میں منافقوں نے یہ ہوائی اڑا دی کہ آنحضور ﷺ نے تمام بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ بالاخانے پر تشریف فرماتے جسمانی

تکلیف کی وجہ سے نیچے نہیں اترتے تھے اور وہاں کوئی جا نہیں سکتا تھا' صحابہ کرامؓ کے پاس اس افواہ کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہ تھا- طلاق کی خبر سن کر تمام بیویاں شب و روز گریہ زاری میں مصروف رہنے لگیں لیکن آپ ﷺ کے خلافِ مرضی وہاں جا بھی نہیں سکتی تھیں اور حضرت عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ ان پر ایک ایک دن سال سال کا گزر رہا تھا اور مہینہ گزرنے کے انتظار میں ایک ایک دن گنتی رہتی تھیں- (بخاری مع التصرف)

ان ایام میں حضرت عمرؓ حوالی مدینہ میں سکونت فرما تھے - یہ جگہ مسجد نبوی ﷺ اور آستان رسالتؐ سے ذرا زیادہ فاصلے پر تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ وہ اور ان کا ایک انصاری ہمسایہ باری باری بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوتے تھے اور واپس جا کر دونوں اپنی اپنی باری میں دوسرے کو تمام حالات و واقعات کی اطلاع دیا کرتے تھے- انہیں دنوں یہ افواہ گرم تھی کہ شاہ غسان' جو عیسائی تھا' مدینۃ الرسول ﷺ پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے-

ایک دن انصاری رفیق نے عشاء کے بعد حضرت عمرؓ کے مکان پر آکر ---- دستک دی- جب حضرت عمرؓ باہر نکلے تو یہ کہنے لگے - "بڑا غضب ہوا-" حضرت عمرؓ نے کہا: کیا شاہ غسان چڑھ آیا؟ بولے! نہیں' اس سے بڑا واقعہ پیش آگیا- رسول خدا ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے- یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے: حفصہؓ بے نصیب ہوئی اور ہلاکت میں پڑی-" اس کے بعد بولے- "مجھے پہلے سے کھٹکا تھا کہ ایک دن ایسا ہونے والا ہے- حضرت عمرؓ علی الصبح نماز فجر سے فراغت پا کر ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے - دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں- پوچھا: کیا رسول خدا ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ بولیں: میں نہیں جانتی' حضور ﷺ تو ہم سے کنارہ کیے ہوئے بالاخانے میں قیام فرما ہیں- (مسلم)

- حضرت عمرؓ وہاں سے بالاخانے کے پاس پہنچے- اس وقت رباح نامی ایک غلام سیاہ فام جھروکے کی چوکھٹ پر بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنے پاؤں کھجور کے ایک ڈنڈے

سے لگا کر رکھے تھے۔ آنحضرت ﷺ اسی لکڑی کے ذریعے سے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے نیچے سے آواز دی: رباح! میرے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگو۔ رباح اندر گئے اور باہر نکل کر حضرت عمرؓ کو آواز دی کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ وہاں سے ناکام و نامراد مسجد کی طرف آئے۔ وہاں لوگ آپس میں نہایت پُر حسرت لہجے میں کہہ رہے تھے کہ پیغمبر ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

اب حضرت عمرؓ منبر کے پاس جا کر عالم اندوہ میں بیٹھ گئے وہاں چند صحابہؓ کو دیکھا کہ طلاق کا ذکر کر کے زار و قطار رو رہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ طبیعت میں جوش و اضطراب ہوا اور وحشت دلی الجھری۔ مسجد سے اٹھ کر نبی اکرم ﷺ کے گھروں کے پاس پھرنے لگے۔ ہر گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ امہات المومنینؓ میں سے ہر ایک کے قریبی رشتہ دار باصد رنج و اندوہ اس کے پاس بیٹھے اشک بار تھے۔ اب تو حضرت عمرؓ کو اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ آنحضرت ﷺ نے سب کو طلاق دے دی ہے۔

اب حضرت عمرؓ یہاں سے بصد رنج و اندوہ دوبارہ بالا خانے کے پاس گئے اور رباح کو مکرر آواز دے کر کہنے لگے 'میرے لئے حضور انور ﷺ سے اجازت لو کہ آپ ﷺ کے پاس پہنچوں۔ رباح نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کی اور حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر خاموش رہ گئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر آواز دی کہ رباح! میرے لئے حاضری کی اجازت حاصل کرو۔ اس کے بعد بولے "شاید رسول خدا ﷺ نے خیال فرمایا ہو کہ میں حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں 'مگر خدا کی قسم! اگر رسول خدا ﷺ حکم دیں تو ابھی حفصہ کا سر کاٹ کر حضور انور ﷺ کے قدموں میں لا ڈالوں۔" سبحان اللہ! خلوص 'قوت ایمان اور شیفتگی 'رسول ﷺ ہو تو ایسی ہو۔ رباح نے حضرت عمرؓ کو آواز دی کہ چڑھ آیئے 'آپ کے لئے اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے

حاضر خدمت ہو کر سلام کیا۔

" آپ ﷺ اس وقت کھجور کی ایک سخت کھردری چٹائی پر لیٹے تھے اور تہمد باندھ رکھا تھا۔ اس تہمد کے سوا اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ پر رنج اور غصے کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ چٹائی اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کے درمیان کوئی بچھونا نہیں اور چٹائی کے نشان پشت مبارک پر منقوش ہیں۔ آپ ﷺ کے سر مبارک کے نیچے ایک تکیہ ہے جس میں (روئی کے بجائے) کھجور کی چھال بھری ہے۔ اسی بالا خانے میں جہاں ان دنوں آپ ﷺ کا قیام تھا' آپ کا خزانہ کل تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے خزانے کی طرف نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ تھوڑے سے جو رکھے ہیں' جو ایک صاع کے قریب ہوں گے (صاع تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے) آپ ﷺ کے پاؤں کی طرف سلم کے پتوں کا ڈھیر لگا تھا' جس سے چمڑا رنگتے اور پکاتے ہیں اور آپ ﷺ کے سرہانے ایک کچا چمڑا لٹکا ہوا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بیتاب ہو گئے' ان پر سخت رقت طاری ہوئی اور بے اختیار رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ حال دیکھ کر مجھے رونا آگیا کہ یہ کھردری چٹائی حضور ﷺ کے جسد پر نقش ہو گئی ہے اور یہ آپ ﷺ کا خزانہ ہے جس میں جو کچھ ہے وہ نظر آرہا ہے۔ قیصر اور کسریٰ تو خدا کے بے فرمان ہو کر عیش و عشرت میں گزار رہے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ اور برگزیدہ خلق ہو کر آپ ﷺ کی یہ حالت ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم اس حقیقت پر مطمئن اور مسرور نہیں کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا؟ حضرت عمرؓ عرض پیرا ہوئے: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس تقسیم پر راضی ہیں۔"

شارع ﷺ کا یہ فرمانا کہ " ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا" اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہل ایمان کے لئے دنیا میں کچھ نہیں' غرض یہ ہے کہ اگر

مومن دار دنیا میں تنگی معاش یا ضیاع مال میں مبتلا ہو تو آخرت میں اس کے لئے کامل نعمت اور ہر زیاں کی پوری تلافی ہے۔ بر خلاف غیر مسلم کے کہ اس کیلئے جو کچھ ہے اسی سرائے فانی میں ہے۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے التماس کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ اللہ سے دعا کیجیے کہ آپ ﷺ کی امت کو بھی اسی طرح فارغ البالی اور وسعت رزق نصیب ہو، جس طرح خدائے واہب نے روم اور فارس والوں کو دے رکھی ہے۔ حالانکہ وہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور فرمایا: "اے ابن خطاب! کیا تم شک میں ہو اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روم و فارس کو ان کے نیک عملوں کا صلہ اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ عرض پیرا ہوئے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیویوں کے متعلق آپ ﷺ کی راہ میں کوئی دشواری حائل نہیں۔ اگر حضور ﷺ نے انہیں طلاق دے دی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ کی نصرت آپ ﷺ کی میر سامان ہے۔ اس کے فرشتے، جبرئیلؑ، میکائیلؑ، میں اور ابوبکرؓ اور تمام اہل ایمان آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ پوچھنے لگے: یا رسول اللہؐ! کیا واقعی آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: "نہیں" حضرت عمر اس مژدہ جانبخش پر بہت مسرور ہوئے۔ اب انہوں نے حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور ام سلمہؓ کے پاس بغرض پند و نصیحت جانے کا ذکر کیا اور بتایا: ام سلمہؓ نے مجھے ڈانٹا اور بولیں 'عمرؓ! تم ہر بات میں دخل دینے لگتے ہو اور اب پیغمبر ﷺ اور ان کی بیویوں کے معاملے میں بھی مداخلت کرنے لگے ہو۔ یہ سن کر حضرت مخدوم انام ﷺ نے تبسم فرمایا۔ جناب فاروقؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کا غم غلط کرنے کے لئے مختلف موضوعوں پر گفتگو کرتا رہا: یہاں تک کہ رخ انور سے رنج اور غصے کا اثر بالکل زائل ہو گیا اور آپ ﷺ ہنسنے لگے۔ سبحان اللہ! آپ ﷺ کا تبسم کیا ہی جاذب اور دلفریب تھا۔" اب

حضرت عمرؓ نے التماس کی: یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو جا کر لوگوں کو یہ مژدہ سنا دوں کہ حضور ﷺ نے ازواج کو طلاق نہیں دی۔ فرمایا: تمہیں اختیار ہے۔ اب حضرت عمرؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ اب ایلاء کی مدت ختم ہو چکی تھی اس لئے حضور ﷺ نے بھی نیچے جانے کا قصد فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: میں کھجور کے ڈنڈے کو تھامے ہوئے اترا لیکن آنحضرت ﷺ اس طرح بے تکلف اترے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے۔ آپؐ نے کہیں ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپؐ بالا خانے میں مہینے کے بجائے انتیس دن رہے۔ فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کے دروازے پر آ کر بآواز بلند پکارا کہ "حبیب رب العالمین ﷺ نے ازواج کو طلاق نہیں دی۔" یہ سن کر صحابہ کرامؓ کی جان میں جان آئی اور امہات المومنینؓ کی گریہ وزاری بھی موقوف ہوئی (صحیح مسلم)

اب حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ احزاب کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۸:۲۹)

اے نبی! آپؐ بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی کا عیش و آرام اور اس کی زینت و بہار کی خواہش مند ہو تو میں تمہیں دنیوی مال و متاع دے کر خیر و خوبی سے رخصت کر دوں اور اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کو چاہتی ہو اور دار آخرت کی طلب گار ہو تو خالق کردگار نے تم میں سے جو نیکی پر رہیں ان کے لئے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

اس آیت کو آیت تخییر کہتے ہیں کیونکہ اس میں سب ازواج کو اختیار دیا گیا کہ جو خدا اور رسول ﷺ کو پسند کرے وہ آستان نبوی ﷺ میں رہے ورنہ رخصت ہو۔

رب العالمین نے فرمایا: "تم میں سے جو نیکی پر ہیں' ان کے لئے بڑا ثواب لکھا ہے" علماء نے فرمایا ہے: " آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ سبھی نیک تھیں اور نیکی پر قائم رہیں۔" الطیبات للطیبین' مگر خدائے برتر نے صاف اور صریح الفاظ میں خوش خبری کسی کو نہ دی تاکہ خاتمے کا ڈر لگا رہے۔

اختتام ماہ کے بعد سرور عالم ﷺ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "عائشہ ؓ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں لیکن تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا' بلکہ اپنے والدین کی صلاح لے کر اس کا جواب دینا۔" حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس یقین پر مبنی تھا کہ حضرت صدیق اکبر ؓ جیسا جان نثار اور ان کی اہلیہ محترمہ اپنی بیٹی کو کبھی یہ مشورہ نہ دیں گے کہ وہ دنیوی مال و متاع کی خاطر رسول اللہ ﷺ سے علیحدگی اختیار کرے اور یہ خود ابھی صغیر السن تھیں' اس لئے آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ ممکن ہے' والدین سے استصواب کیے بغیر کوئی مہلک راستہ اختیار کریں' لیکن خدائے منعم نے حضرت صدیقہ ؓ کو کم سنی میں وہ فہم و فراست عطا فرمائی تھی کہ بڑے بڑے بوڑھوں کو بھی نصیب نہ تھی۔

جب آپ ﷺ نے سورہ احزاب کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو حضرت عائشہ ؓ عرض پیرا ہوئیں: یارسول اللہ ﷺ یہ کون سا ایسا مشکل عقدہ ہے جس کے لئے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ لوں گی' میں تو اللہ' اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو چاہتی ہوں - میں سوکھے ٹکڑوں اور غریبانہ معیشت میں زندگی ---- بسر کروں گی۔"

یہ جواب سن کر آپ ﷺ بہت محظوظ ہوئے اور اب آپ ﷺ نے دوسری ازواج مطہرات ؓ کے پاس جا کر ان کی مرضی معلوم کرنی چاہی۔ آپ ﷺ نے تمام بیویوں سے برملا فرمایا کہ اگر میری زوجیت کا شرف چاہتی ہو تو میرے پاس فقیرانہ اثاثہ' جو کی روٹی اور کئی کئی دن کے فاقے ہیں۔ اگر ان چیزوں پر صبر کر سکتی ہو تو بہتر ورنہ میں تمہیں رخصت کر دوں۔ تمام امہات المؤمنین ؓ نے اسی فقر و فاقہ میں زندگی بسر

کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اور ازواج میں کون ایسی بد نصیب ہو سکتی تھی جو علیحدگی گوارا کرتی ۔ سب نے یہی جواب دیا۔ ہم اللہ اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کی خواہشمند ہیں ۔ ہمیں فقر و فاقہ اور غریبانہ زندگی خوشی منظور ہے ۔ (مسلم مع التصرفات) (۱۰۱)

ازواجِ مطہرات کی محبت و عقیدتِ نبویؐ :

میاں بیوی کے درمیان محبت و مودت اخلاص و ہمدردی اور تعلق خاطر کا ہونا ایک فطری امر' ازروئے قرآن مجید قدرت الٰہیہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی (۱۰۲) اور ایسا عمومی مشاہدہ ہے جس کے ثبوت کے لئے چنداں نقلی دلائل کی ضرورت نہیں ۔ مگر انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ جتنی لا محدود محبت ازواج مطہراتؓ کو اپنے شوہر نامدار ﷺ سے تھی' اس کی نظیر آسمان کی آنکھ نے آج تک نہیں دیکھی ۔ انہیں حضور ﷺ سے نہ صرف یہ کہ انتہائی محبت تھی بلکہ حد درجہ وارفتگی اور والہانہ عقیدت بھی تھی ۔ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر اور احترام بھی کرتی تھیں ۔ ایک نبی محتشم اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کے عقد نکاح میں آنا ان کے لئے کوئی معمولی اعزاز نہ تھا ۔ اللہ کریم نے انہیں "امہات المومنینؓ" کا بلند درجہ دیتے ہوئے (۱۰۳) اور براہ راست ان سے خطاب کرتے ہوئے ان پر واضح فرما دیا تھا کہ وہ معمولی خواتین نہیں بلکہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی خاتون عزت و شرف اور بزرگی میں ان سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی ۔ (۱۰۴)

اسی طرح ان کے اللہ و رسول ﷺ اور دار آخرت کو اختیار کرنے کے صلے میں اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ پر پابندی لگا دی تھی کہ وہ ان ازواج مطہرات کی جگہ کسی دوسری حسین سے حسین خاتون کو بھی بدل کر لائیں (۱۰۵) ازواج مطہرات کی من جانب اللہ پاسداری اور رعایت کا یہ عالم تھا کہ ام المومنین حفصہؓ کو حضور ﷺ نے طلاق دی تو اللہ نے بذریعہ جبریلؑ حکم فرمایا کہ ان سے رجوع کرو ۔ کہ یہ بہت شب

زندہ دار اور روزے رکھنے والی ہیں اور جنت میں تمہاری بیوی ہیں۔ (۱۰۶)

ازواج مطہراتؓ خود اللہ کریم کا انتخاب تھیں کیونکہ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے اس وقت تک اپنا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح نہیں فرمایا تھا جب تک کہ جبریل امین اللہ کی طرف سے اس نکاح کی اجازت وحی لے کر نہیں آگئے تھے۔ (۱۰۷)

پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو عظمت شان عطا فرمانے میں مذکور رفعت و عظمت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی پاکیزگی اور طہارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اے میرے نبی کے گھر والو! بیشک اللہ اس بات کا ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف کر دے۔

امام راغب اصفہانی نے "الرجس" کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "رجس گندی چیز کو کہتے ہیں۔۔۔ اور یہ گندگی چار قسم کی ہو سکتی ہے۔ طبعی اعتبار سے، عقلی اعتبار سے، شرعی اعتبار سے یا مردار کی طرح تمام اعتبارات سے۔" (۱۰۸)

اب ظاہر ہے جب اللہ نے ازواج مطہراتؓ اور اہل بیت نبوی ﷺ کی ہر اعتبار اور ہر پہلو سے پاکیزگی اور اچھی طرح طہارت کا ارادہ کر لیا تو یقیناً "کن فیکون" کی طاقت کا مالک اپنے اس ارادے کو پورا کر کے بھی رہا۔ چنانچہ دور جاہلیت میں اور حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ہی سیدہ خدیجہؓ کا "طاہرہ" کے لقب سے مشہور ہونا (۱۰۹) اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کا نام طاہرہ رکھا نہیں گیا بلکہ من جانب اللہ لوگوں سے ان کو "طاہرہ" کہلوایا گیا تھا۔ تاکہ رسول اطہر ﷺ کے عقد میں آنے سے پہلے ہی ان کی طہارت و نزاہت مشہور ہو جائے۔ ایسے ہی مواقع کے لئے کہا جاتا ہے "زبان خلق

نظارہ خدا"

اسی طرح بعض بد طینت 'بد فطرت اور خبیث قسم کے منافقین نے اپنے باطنی خبث 'پلیدی اور دشمنی رسول ﷺ کی تسکین کے لئے جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ پر بہتان باندھ کر چاند پر تھوکنے کی کوشش کی تو اللہ کریم نے اس سارے ڈرامے میں سیدہ عائشہؓ کی براءت ظاہر کرتے ہوئے آنحترمہ کی پاکدامنی 'عفت و عصمت اور طہارت و پاکیزگی پر قیامت تک کے لئے مہر تصدیق ثبت کر دی اور فرمایا:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (سورۃ النور: ۲۶)

اور پاکیزہ عورتیں ہی پاکیزہ مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے یہ لوگ اس بات سے بری ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

علاوہ ازیں حدیث کی کتابوں میں فضائل و مناقب کے ابواب میں حق و وحی کی ترجمان زبان نبوت سے ازواجِ مطہراتؓ کے جو فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں 'وہ ازواج مطہراتؓ کی عظمت شان پر ایک واضح دلیل ہیں۔

الغرض ازواج مطہراتؓ کو یہ ساری عظمتیں رفعتیں اور شانیں زوجیت نبوی ﷺ کی وجہ سے ملی تھیں۔ وہ خود اور ان کے خاندان والے اس امر کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اس لئے زوجیت نبوی ﷺ ان کے نزدیک بہت بڑی سعادت تھی۔ وہ ہمیشہ اس بات سے خائف رہتی تھیں کہ کہیں اس شرف سے محروم نہ ہو جائیں۔ وہ دنیا کی ہر چیز پر حضور ﷺ کو ترجیح دیتیں اور قریبی سے قریبی رشتہ پر حضور ﷺ کو مقدم سمجھتی تھیں۔ ازواجِ مطہراتؓ اور حضور ﷺ کے درمیان بعض اوقات کسی غلط فہمی کی وجہ سے شکر رنجی بھی ہو جاتی تھیں۔ وہ اپنے محبوب شوہر کے سامنے ناز سے بسا اوقات ناراضگی اور غصے کا اظہار بھی کیا کرتیں مگر اس کے باوجود حضور ﷺ کی

ذات گرامی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز ان کے نزدیک زیادہ محبوب نہ تھی۔

چنانچہ جب آیت تخییر (جس کی تفصیل واقعہ ایلاء میں گزر چکی) نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو بلا کر انہیں زخارف دنیا اور کاشانہ نبوی ﷺ کی زاہدانہ وفقیرانہ زندگی کے ساتھ اللہ ورسول ﷺ میں سے کسی ایک چیز کو خوشی قبول کرنے کا اختیار دیا تو سب نے دنیا کو ٹھکراتے ہوئے اللہ ورسول ﷺ کو اختیار کر لیا۔ سب کی سب نے نبی محتشم ﷺ کے دامن فقر سے وابستہ رہنے کو ترجیح دی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: خیرنا رسول الله صلی الله علیه و سلم فاخترنا الله و رسوله (۱۱۰) رسول مقبول ﷺ نے ہمیں دنیا اور اللہ ورسول ﷺ میں سے ایک چیز رکھنے کا اختیار دیا تو ہم سب نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کیا۔

خدا کی طرف سے اس اختیار حکم میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواج مطہراتؓ کے لئے بڑی آزمائش تھی۔ دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن خواتین کو خدا کے عظیم رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا شریک سفر بنایا ہے ان کے باطنی تزکیہ اور خدا پرستی کا کیا حال ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات پیش نہ آتے تو ازواج مطہراتؓ کی محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کیونکر دنیا کے سامنے واضح ہوتی؟ یہ بھی حضور ﷺ کی خصوصیت تھی کہ (دیگر کئی انبیاء اور رہنمایان قوم کے برعکس) آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ تمام معاملات میں آپ ﷺ کی معاون ومددگار ہیں۔ (۱۱۱)

معروف سیرت نگار سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس کے خطبہ کا ملیت میں صفحہ ۹۵ پر فرانس کے مشہور فلسفی والٹیر (۱۷۹۴ء) کا ایک قول نقل کیا ہے:

"No one is a hero to his valet"

(کوئی بھی آدمی اپنے قریبی لوگوں میں ہیرو نہیں ہوتا) (۱۱۲)

یہ قول صد فیصد صحیح لگتا ہے کیونکہ قریبی لوگوں کی نظر میں آدمی کی نجی زندگی ہوتی ہے اور نجی زندگی میں کوئی بھی ہر لحاظ سے کامل نہیں ہوتا۔ دور والوں کو ایک شخص جتنا اچھا

معلوم ہوتا ہے نزدیک رہنے والے لوگوں کو اتنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس قول کی صحت کا اندازہ حال اور ماضی کے دنیا کے بہت سے مذہبی سیاسی' سماجی اور حکومتی قائدین کی نجی زندگیوں اور ان کے بارے میں ان کے عزیزو اقارب دوست احباب اور نوکروں چاکروں کے تاثرات کو معلوم کر کے لگایا جا سکتا ہے۔ مگر تاریخ اور واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ والٹیر کا یہ مقولہ یا کلیہ پیغمبر اسلام ﷺ پر صادق نہیں آتا۔ سیرت کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں کہ جو آدمی حضور ﷺ کا جتنا قریبی تھا وہ اتنا ہی غائبانہ طور پر بھی آپ ﷺ کا گرویدہ اور آپ ﷺ کی صداقت و حسن اخلاق کا معترف تھا۔ جس آدمی نے آپ ﷺ کا جتنا قرب حاصل کیا وہ اتنا ہی آنجناب ﷺ سے مانوس ہوا۔ (۱۱۳) اس دعویٰ کی دلیل اور ثبوت یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو جن لوگوں نے سب سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کی' آپ ﷺ کی ذات پر اور آپ ﷺ کے مشن پر تن من دھن قربان کر دیا اور والے درمے سخنے آپ ﷺ کی مدد کی۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مخالفین کی طرف سے ہر قسم کے دباؤ ہر قسم کی رکاوٹوں اور ہر قسم کی ذہنی' جسمانی اذیتیں اور مالی نقصانات پہنچائے جانے کے باوجود آپ ﷺ کے دست و بازو اور آپ ﷺ کے لئے سہارا اور آسرا بنے' وہ آپ ﷺ کے قریبی لوگ یعنی گھر والے اور دوست تھے۔ آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی کارِ نبوت میں مدد دینے والی' مصائب و آلام کو ہلکا کرنے والی اور پریشانیوں میں ڈھارس بندھانے والی آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں (۱۳-A)۔ بیوی سے بڑھ کر مرد کی خوبیوں اور کمزوریوں کو جاننے والا اور محرم راز کون ہو سکتا ہے۔ اس کا اپنے شوہر نامدار کو سچا سمجھ کر اس پر ایمان لے آنا اس کی انقلاب انگیز تحریک میں بطور ایک فعال و سرگرم کارکن کے شامل ہونا اور اپنی جان و مال سے حضور ﷺ کی مدد کرنا (۱۱۴) پھر ایسی محبت اور ایسے خلوص کا مظاہرہ کرنا کہ شوہر زندگی بھر اس محبت و خلوص کو نہ بھلا سکا (۱۱۵) عقل و فکر سے کام لینے اور حق و

صداقت کی آرزو اور جستجو کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی صداقت اور دلیل ہے۔ آپ ﷺ دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کو دیکھ لیں۔ باقی ساری دنیا تو اس کی عقیدتمند ہو سکتی ہے مگر اس کی بیوی بالعموم اسے صلواتیں ہی سناتی ہو گی۔ جبکہ ازواج مطہرات کی حضور ﷺ سے عقیدت و محبت کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ رات کو اگرچہ حضور ﷺ اسی گھر میں قیام فرما ہوتے جس کی باری ہوتی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے ساتھ ازواج مطہراتؓ کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ رات گئے تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھی رہتیں اور پیار و محبت کی باتیں ہوتی رہتیں(۱۱۶) ذیل میں ہم اس عقیدت و محبت کی چند جھلکیاں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیدہ خدیجہؓ کا اخلاص و محبت

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے پچیس سال تک اپنے شوہر نامدار کو جو آسودگی جو ذہنی سکون اور جو ازدواجی خلوص پیش کیا تھا اور جس طرح خوشی غمی میں آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا ازدواج کی دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ سیدہ کے اس خلوص و محبت کو جیسا کہ پیچھے گزرا حضور ﷺ زندگی بھر نہیں بھلا سکے تھے۔ اعلان نبوت سے چند سال قبل بار رسالت اٹھانے کی استعداد پیدا کرنے اور کائنات میں غور و فکر کی خاطر جب اللہ کریم نے حضور ﷺ کے دل میں خلوت نشینی کی محبت ڈال دی اور اس مقصد کے لئے کئی کئی دن اور بعض اوقات مہینہ مہینہ تک آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے تو سیدہ خدیجہؓ اس راہ میں کبھی رکاوٹ نہ بنیں بلکہ آپ ﷺ کے لئے بڑے خلوص و محبت سے توشہ اور کھانے پینے کا سامان تیار کر کے بھیجتیں۔(۱۱۷) حضور ﷺ کے لئے آنحترمہ کے ایثار و قربانی آپ ﷺ کے مشن میں آپ ﷺ کی بھرپور معاونت اور دل و جان سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام اور ابن عبدالبر وغیرہ نے لکھا ہے:

"سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ آپ ﷺ جو کچھ

اللہ کی طرف سے لائے اس کی تصدیق کی۔ نبوت میں آپ ﷺ کی تقویت کا ذریعہ تھیں۔ تمام مؤمنوں میں سب سے پہلے ایمان لے آئیں۔ اللہ کریم نے سیدہ کے ایمان و تصدیق اور ان کے محبت بھرے رویے سے اپنے پیغمبر ﷺ کا بہت سا بوجھ ہلکا کر دیا۔ حضور ﷺ نے مشرکین مکہ اور منکرین رسالت کی طرف سے تکذیب یا اپنے حق میں جب بھی کوئی ناپسندیدہ بات سنی اور آپ ﷺ رنجیدہ و خاطر ہو کر گھر تشریف لائے تو اللہ نے سیدہ کے ذریعے اس حزن و ملال اور غم کو کافور فرما دیا۔ وہ آپ ﷺ کی تائید و تثبیت فرماتیں۔ غموں میں تخفیف کا ذریعہ تھیں۔ تمام باتوں میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے معاملہ کو آپ ﷺ پر ہلکا فرماتیں۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے"۔(۱۱۸)

سیدہ سودہؓ کی ازواجِ مطہراتؓ سے اٹھنے کی اُخروی خواہش

ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہؓ جب عمر رسیدہ ہو گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجوہ انہیں طلاق دینی چاہی اور ایک روایت کے مطابق طلاق رجعی دے دی تھی تو محترمہ سیدہ عائشہؓ کے گھر کو جانے والی آپ ﷺ کی گزرگاہ پر آ کر بیٹھ گئیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو قسم اٹھا کر عرض کیا: آپ ﷺ نے مجھے کیوں طلاق دی۔ کیا میری طرف سے آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں تو انہوں نے پھر حلفاً کہا: واللہ میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں اب میرے اندر عورتوں والی خواہش نہیں رہی لیکن میں یہ ضرور چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں اٹھائی جاؤں اور میں اپنی باری بھی سیدہ عائشہؓ کو دیتی ہوں تو نبی رحمتؐ نے طلاق دینے کا جو ارادہ فرمایا تھا وہ چھوڑ دیا یا دوسری روایت کے مطابق طلاق سے رجوع فرما لیا(۱۱۹)

یہودی گستاخانِ رسول ﷺ پر سیدہ عائشہؓ کی لعنت

یہودی مردودوں کی ایک جماعت بارگاہ نبوی ﷺ میں آئی۔ اور اپنے خبث باطن اور عداوتِ رسول ﷺ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلام کی نیت سے "السلام علیکم" کی بجائے اپنی زبانوں کو مروڑ دیتے اور دھوکا دیتے ہوئے کہا: "السام علیك" (آپ پر موت واقع ہو جائے) حضور ﷺ کے نور نبوت سے ان کی یہ چالاکی کیسے مخفی رہ سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا "وعلیکم" (تم مردودوں پر موت ہو) ادھر سیدہ عائشہؓ جوش محبت میں ان کی اس گستاخی اور جسارت پر بول پڑیں "السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم" (تم مردودوں پر موت اور اللہ کی لعنت و غضب نازل ہو)

رحمت عالم نے فرمایا: عائشہ! ذرا ٹھہرو۔ اتنی سختی اور یہ بددعائیں آپ کے شایان شان نہیں۔ آپ کے لئے ہر معاملے میں نرمی اور سختی سے بچنا ضروری ہے۔ عرض کیا محبوبا! آپ ﷺ نے ان بدبختوں کی بات کو نہیں سنا؟ فرمایا: جو میں نے جواب دیا ہے کیا تو نے وہ نہیں سنا؟ میری بددعا ان کے حق میں قبول ہو گی جبکہ میرے حق میں ان کی بددعا کبھی قبول نہیں ہو گی۔ (۱۲۰)

حضور ﷺ کے آرام کی خاطر سیدہ عائشہؓ کا نہ ہلنا

سیدہ عائشہؓ اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ہم ایک سفر میں رسولِ مقبول ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ہم نے (مکہ و مدینہ کے درمیان) مقام بیداء یا ذات الجیش پر پڑاؤ کیا تو میرا ہار گم ہو گیا۔ ہار کی تلاش کے لئے حضور ﷺ رکے تو سارے قافلے کو بھی رکنا پڑ گیا۔ پڑاؤ کا مقام ایسی جگہ تھا جہاں پانی نہ تھا اور نہ ہی صحابہؓ کے پاس موجود تھا۔ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کی بیٹی نے کیا حرکت کی ہے؟ حضور ﷺ اور سارے لوگوں کو ایسی جگہ لا کر روک دیا ہے جہاں پانی کا نام و نشان تک نہیں اور نہ ان کے پاس ہے۔ حضرت ابوبکرؓ میرے

پاس آئے تو حضور ﷺ میری ران پر سر رکھے محو استراحت (سو چکے) تھے۔ اباجی نے (غصے میں اور آہستہ سے) مجھے کہا۔ تو نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام قافلہ کو ایسی جگہ روک دیا ہے جہاں پانی موجود نہیں اور نہ قافلہ والوں کے پاس ہے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ پھر اباجی نے میری ملامت کی اور غصے میں جو کچھ منہ میں آیا مجھے کہہ دیا۔ پھر اسی زبانی ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ میرے پہلو میں گھونسے بھی مارنے لگے۔ اس وقت میں گھونسے سہتی رہی مگر میں نے کوئی حرکت نہ کی کیونکہ رسول مقبول ﷺ میری ران پر سر رکھے سو چکے تھے۔ حتیٰ کہ پانی کے بغیر ہی صبح ہو گئی تو اللہ کریم نے یہ کرم فرمایا کہ آیت تیمم نازل فرما دی۔ اور لوگوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ آیت تیمم کے نزول پر حضرت اسید بن حضیر بے ساختہ بول اٹھے۔ اے آل ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں بلکہ تمہاری وجہ سے پہلے بھی کئی برکات کا ظہور ہو چکا ہے۔ سیدہ فرماتی ہیں جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے ہار پڑا ہوا تھا۔ (۱۲۱)

سیدہ عائشہؓ اور حضور ﷺ کی جدائی کا افسوس

ایک سفر میں معیت نبوی ﷺ کے لئے ام المومنین سیدہ عائشہؓ اور ام المومنین سیدہ حفصہؓ دونوں کا قرعہ نکل آیا۔ دونوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلیں۔ رات کو آپ ﷺ بلا تامل حضرت عائشہؓ کے محمل (کجاوہ) میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا پیار بھری باتیں کیا کرتے۔ (شاید سیدہ حفصہؓ کو بھی اس راز و نیاز اور محبت نبوی ﷺ کی خواہش تھی اس لئے) ایک دن سیدہ حفصہؓ نے کہا لاؤ آج ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں۔ سیدہ عائشہؓ کے ذہن میں شاید اس تبدیلی اونٹ کا نتیجہ نہ تھا۔ بہرحال اس تبدیلی پر رضامند ہو گئیں۔ رات ہوئی تو حسب معمول آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے محمل میں تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت حفصہؓ تھیں۔ آپ ﷺ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ تشریف آوری کی منتظر تھیں۔ جب قافلے نے

پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ محمل سے اتر پڑیں۔ غمِ فراق میں دونوں پاؤں گھاس میں رکھ دیئے اور کہہ اٹھیں:

یا رب سلط علی عقربا اوحیة تلدغنی رسولك و لا استطیع ان اقول لهٔ شیئاً (۱۲۲)

اے میرے پروردگار کسی بچھو یا سانپ کو میرے اوپر مسلط کر دے جو مجھے کاٹ کھائے اور حضور ﷺ تو تیرے رسول ﷺ ہیں۔ ان کی شان میں تو کچھ کہہ نہیں سکتی۔ (ویسے بھی یہ میری اپنی غلطی کا نتیجہ ہے)

سیدہ عائشہؓ کی ناراضگی صرف حلق تک

میاں بیوی کے درمیان بعض اوقات شکر رنجی اور ناراضگی کا ہو جانا عام معمول کی بات ہے۔ بتقاضائے بشریت حضور ﷺ کے گھروں میں بھی بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے تو میں معلوم کر لیتا ہوں اسی طرح تمہاری ناراضگی کو بھی بھانپ لیتا ہوں۔ سیدہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا آپ یہ بات کیسے پہچانتے ہیں؟ فرمایا۔ جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے تو تیرا تکیہ کلام ہوتا ہے "لا ورَبِّ محمد" (محمد ﷺ کے رب کی قسم) اور جب تو ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے "لا و ربِّ ابراهیم" (رب ابراهیم کی قسم) سیدہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا واقعی اسی طرح ہے۔ آپ ﷺ نے ٹھیک پہچانا ہے۔ مگر یا رسول اللہ ﷺ یہ بھی تو ملاحظہ فرمائیں کہ میں صرف آپ ﷺ کا نام چھوڑتی ہوں جہاں تک آپ ﷺ کی ذات کا تعلق ہے تو وہ میرے دل میں سمائی ہوئی ہے۔ (۱۲۳)

سیدہ اُمِ سلمہؓ اور تبرکِ نبوی کا حصول

حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنی آپ بیتی اور چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: (غزوہ طائف و حنین سے واپسی پر) میں اس وقت نبی کریم ﷺ کے

پاس تھا جب آپ ﷺ مکہ و مدینہ منورہ کے درمیان مقام جعرانہ پر قیام فرماتے۔ حضرت بلال بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے ---- اس وقت آپ ﷺ نے ایک پیالا پانی کا منگوا کر اس میں ہاتھ دھوئے چہرہ انور دھویا اور کلی فرمائی۔ باقی پانی ہمیں (ابو موسیٰ اشعری و حضرت بلالؓ) کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا۔ اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالتے ہوئے ثواب کی بشارت حاصل کرو۔ ہم نے پیالہ پکڑ کر کچھ پیا اور بقیہ حسب حکم اپنے چہروں اور سینے پر ملنے لگے تو پردے کے پیچھے سے ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ نے آواز دی کچھ "تبرک" اپنی ماں کے لئے بھی چھوڑنا۔ چنانچہ کچھ تبرک ہم نے ان کے لئے بھی چھوڑ دیا۔ (۱۲۴)

حضورؐ کے پیغام نکاح پر اُمِ حبیبہؓ کی خوشی

حبشہ کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ (رملہ) بنت ابی سفیان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش جب وہاں مرتد ہو کر مر گیا تو اس بے سہارا بیوہ اور پکی مومنہ کی تسکین و دلجوئی اور اسلام میں پختگی کا صلہ دینے کے لئے نبی رحمت ﷺ نے ۶ ہجری میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہلا بھیجا کہ وہ آنحترمہ کو آپ ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح دے۔ شاہ نجاشی نے ابرھہ نامی لونڈی کو یہ پیغام نکاح اور خوشخبری دے کر سیدہ ام حبیبہؓ کی طرف بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہؓ کو جب یہ پیغام پہنچا تو آنحترمہ نے اس پیغام نکاح پر اپنی خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنا تمام زیور اتار کر خوشخبری لانے والی لونڈی (ابرھہ) کو دے دیا۔ اس زیور میں دو کنگن چاندی، پاؤں کی چار پازیبیں اور انگلیوں میں پہنی ہوئی چاندی کی انگوٹھیاں شامل تھیں۔ (۱۲۵)

بلاذری اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: سیدہ ام حبیبہ کو نجاشی کے واسطے سے جب چار سو دینار کا حق مہر موصول ہو گیا تو آنحترمہؓ نے پیغام نکاح لانے والی مذکورہ لونڈی کو مزید پچاس دینار بطور انعام دیئے۔ مگر اس نے یہ کہہ کر

بیٹنے سے معذرت کر لی کہ بادشاہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے (۱۲۶)

اُم حبیبہؓ اور بستر نبوی کا احترام

ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے والد اور اہلِ مکہ کے سردار و رئیس ابو سفیان (قبول اسلام سے قبل) صلح حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹنے کے بعد اس کو دوبارہ بحال کرنے کی درخواست لے کر جب مدینہ منورہ آئے تو رسول مقبول ﷺ اس وقت غزوہ مکہ کے لئے کوچ فرمانے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ابو سفیان کی درخواست کو رد فرما دیا۔ ابو سفیان حضور ﷺ کے پاس سے اٹھ کر اپنی سگی بیٹی ام حبیبہؓ جنہیں اللہ نے "ام المومنین" کے اعزاز سے نواز رکھا تھا' کے پاس آئے۔ جب وہ حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگے تو سیدہ ام حبیبہؓ نے بڑھ کر بستر نبوی ﷺ لپیٹ دیا۔ باپ نے حیران ہو کر پوچھا بیٹی! کیا تو نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھا؟ بیٹی نے بلا جھجک جواب دیا۔ ابا جان یہ رسول مقبول ﷺ کا بستر ہے اور آپ ابھی تک شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں۔ اس لئے آپ ابھی اس پاکیزہ بستر پر بیٹھنے کے مستحق نہیں۔ باپ نے کہا۔ میرے بعد تمہارے نظریات اور سوچ میں بڑی خرابی واقع ہو گئی ہے۔ (۱۲۷)

پیغام نکاح پر سیدہ زینبؓ کا اظہار مسرت

سیدہ زینب بنت جحش خاندان بنی اسد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حسن صورت میں ممتاز لیکن ساتھ ہی تھوڑی سی مزاج کی بھی تیز۔ رسول اللہ ﷺ نے (جیسا کہ باب دوم میں گزرا) بعض دینی مصالح اور حسب و نسب کے جاہلی تصورات و امتیازات کو ختم کرنے کے لئے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثؓ سے کر دینا چاہا۔ یہ زید صرف صحابی ہی نہیں بلکہ غلاموں میں اول الاسلام' حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے اور محبوب خاص تھے۔ یہاں تک کہ ایک عرصہ تک لوگوں میں زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور رہے۔ تاہم ایک زمانہ میں غلام رہ

چکے تھے اور پھر صورت کے لحاظ سے بھی کچھ ممتاز نہ تھے - سیدہ زینبؓ اور ان کے بھائی کو اپنے شرف نسب کی بنا پر آزاد شدہ غلام کے ساتھ یہ نکاح پسند نہ آیا - تامل کرنے لگے - اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی -

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

اور نہ کسی مومن مرد اور نہ ہی مومن عورت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو پئے اس امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا -

اس تنبیہ الٰہی کو سن کر سیدہ زینبؓ نے انہی زید بن حارثہؓ سے نکاح منظور کر لیا - مگر مزاج اور طبائع میں اختلاف کے باعث یہ نکاح اور شادی زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی - میاں بیوی کے درمیان رنجش اور شکایات حد سے بڑھ گئیں اور حضور ﷺ کو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ ازدواجی تعلق نبھ نہیں سکتا تو قدرتاً آپ ﷺ کو بڑی فکر لاحق ہوئی - کیونکہ سیدہ زینبؓ ایک دفعہ پہلے دل شکنی دیکھ چکی تھی جب ان کا عقد ان کی عالی نسبی کے باوجود ایک آزاد کردہ غلام سے کرایا گیا تھا - دوسرا داغ اس سے بڑھ کر ان کی عزت عرفی اور نیک نامی پر لگ رہا تھا کہ بیوہ ہونے کی وجہ سے طلاق ہو رہی تھی - اس موقعہ پر اشک شوئی اور دلشکنی کے تدارک کی صورت یہی تھی کہ سرور عالم ﷺ ان کو اپنے حبالۂ عقد میں لا کر ان کی دلجوئی اور عزت افزائی فرمائیں - ساتھ ہی یہ بھی خیال اور خوف دامن گیر تھا کہ قوم عرب جو منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کو ناجائز و معیوب سمجھتی ہے وہ کیا کہے گی آپ ﷺ اسی تردد میں تھے کہ وحی الٰہی نازل ہوئی -

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ

(سورۃ الاحزاب: ۳۷)

پھر جب زید کا دل اس (سیدہ زینبؓ) سے بھر گیا (طلاق دے دی) تو ہم نے اس کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے۔ جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔

اس خدائی اور آسمانی تزویج کی خوشخبری جب حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ کو بھجوائی تو سیدہ کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ تھی۔ پیغام اور خوشخبری لانے والی لونڈی کو اپنی قیمتی پازیبیں اتار کر دے دیں۔ شکرانے کے طور پر سجدے میں گر گئیں اور پھر مزید شکرانے کے لئے دو مہینے کے نفلی روزے رکھنے کی منت مانی۔ (۱۲۸)

علاوہ ازیں وہ اس آسمانی نکاح کے منفرد اعزاز پر دوسری ازواج مطہرات کے مقابلے میں فخر بھی فرمایا کرتی تھیں۔ (۱۲۹) اور ظاہر ہے وہ اس فخر فرمانے میں حق جانب بھی تھیں۔

سیدہ جویریہؓ کا باپ کی بجائے حضور ﷺ کو اختیار کرنا

ام المومنین سیدہ جویریہؓ (جن کا سابقہ نام "برہ" تھا اور حضور ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ رکھا) بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ۵ ہجری میں غزوہ مریسیع میں بنو مصطلق کے قیدیوں میں اسیر ہو کر آئیں۔ حضور ﷺ نے قیدی تقسیم فرمائے تو یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کے حصے میں آئیں۔ آنحترمہ نے ثابت بن قیس سے مکاتبت (کچھ رقم کی ادائیگی پر آزادی) حاصل کر لی۔ سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے۔: حضرت جویریہ بنت الحارث بڑی شیریں ملیح اور حسین و جمیل خاتون تھیں۔ ان کو جو بھی دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ جنگ اور غنائم کی تقسیم کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چشمہ کے کنارے میرے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک جویریہ برآمد ہوئیں۔ مجھ پر غیرت کی آگ کا غلبہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اسے اپنے نکاح میں لے آئیں۔ جویریہ نے سب پہلے تو یہ بات کی یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ دوسرے میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ اس وقت میں لشکر اسلام میں پڑی اور ثابت بن قیس کے حصے میں آچکی ہوں۔ اس نے مجھے اس قدر مال پر مکاتب (ادائیگی کے بعد آزاد) بنایا ہے جو میں ادا نہیں کر سکتی میں آپ ﷺ سے اس معاملے میں مدد طلب کرنے کے لئے آئی ہوں۔ سردار زادی کی یہ باتیں سن کر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا میں مکاتبت کی رقم ادا کر دوں گا اور تیرے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس سے بہتر سلوک کیا ہوگا؟ فرمایا! رقم کی ادائیگی کے بعد تمہیں اپنے عقد نکاح میں بھی لے لوں گا۔ ان کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی تھی۔ فورا حامی بھر لی۔ چنانچہ حضور ﷺ مکاتبت کی رقم ادا کر کے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لے آئے جب سچے اور عملی عاشقان اور جان نثاران رسول ﷺ صحابہ کرامؓ کو اس عقد نکاح کا پتہ چلا تو آپس میں کہنے لگے مناسب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کے اقرباء کو جو کہ آپ ﷺ کے اب سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں قیدی اور غلام بنائیں۔ اس کے بعد سب نے اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی آزاد کر دیا سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں سیدہ جویریہؓ سے بڑھ کر کوئی اور حرم اپنی قوم کے لئے خیر و برکت والی ثابت ہوئی ہو۔ (۱۳۰)

ایک روایت کے مطابق حضرت جویریہؓ کے والد اور قبیلہ بنو مصطلق کے سردار اپنی بیٹی (جویریہ) کو قید سے چھڑانے کے لئے بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے۔

اور کہنے لگے - میری بیٹی جیسی عورتیں قیدی نہیں بنائی جاتیں - لہذا آپ اسے آزاد فرمادیں - اسے اس امر کا اندازہ نہیں تھا کہ محبوب کائنات ﷺ کی محبت اب اس کی بیٹی کے دل میں بھی گھر کر چکی ہے دوسرے اسے یقیناً "زوجیت نبوی ﷺ" کی قدر کا اندازہ بھی نہیں ہوگا - حضور ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم اسے اختیار دے دیتے ہیں - آپ اور مجھ میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے - باپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے بیٹی کے پاس آیا اور معاملہ اس کے سامنے رکھا تو بیٹی نے جواب دیا "میں تمہاری بجائے اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں" باپ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا - (۱۳۱)

سیدہ صفیہ کی جاں نثاری

ام المؤمنین سیدہ صفیہ یہود کے نامور قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں - غزوہ خیبر میں اسیر بن کر آئیں - سردار زادی کی عزت افزائی کے لئے حضور ﷺ نے انہیں اپنے لئے خاص فرمالیا اور پھر آزاد کر کے شرف زوجیت بھی بخشا اور اس طرح ان کا وہ خواب پورا ہو گیا جس میں انہوں نے دیکھا تھا "ایک چاند ان کی گود میں آ گرا" - (۱۳۲)

ایک روایت کے مطابق نبی رحمت ﷺ نے انہیں اختیار دیا تھا کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جا اور اگر چاہے تو اسلام قبول کر لے اور آپ کے عقد نکاح میں آجائے - صفیہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کی تمنا تھی اور آپ ﷺ کی دعوت سے قبل ہی میں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی - ایک دشمن کی بیٹی کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ رویہ اور شفقت و محبت آنحترمہ کے دل میں گھر کر چکی تھی - عرض کیا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ میرے نزدیک میری قوم سے زیادہ محبوب ہیں - (۱۳۳)

پھر آنحترمہ نے محبت نبوی ﷺ کے اس دعویٰ کو سچ ثابت کر کے بھی دکھایا

سو وہ اس طرح کہ حضور ﷺ کی مرض الوفات میں تمام ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں۔ سیدہ صفیہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ امر محبوب ہے کہ آپ ﷺ کی بیماری مجھے لگ جائے" یہ سن کر دوسری ازواج مطہراتؓ ایک دوسری کو کنکھیوں سے اشارہ کرنے لگیں۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو ازواج مطہراتؓ کے ان طنزیہ اشاروں کو ناپسند فرمایا اور وحی کی ترجمان زبان سے ارشاد ہوا۔

اللہ کی قسم صفیہؓ اپنے دعویٰ میں سچی ہے۔" (۱۳۴)

حوالہ جات و حواشی باب چہارم

۱- (الف) صحیح بخاری: ۲: ۷۷۹ (باب قوا انفسکم الخ)

(ب) صحیح مسلم: ۲: ۱۲۲ (باب فضیلۃ الامیر العادل الخ)

(ج) ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۵: ۲۰۷

۲- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) القرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۳: ۱۶۳-۱۶۴ مصر

(ب) مرغینانی: ہدایہ (اردو ترجمہ) ۲: ۳۲-۳۳ (باب النفقہ)

(ج) سرخسی: المبسوط: ۵: ۱۸۱ باب النفقہ طبع بیروت

(د) کاسانی: بدائع الصنائع (اردو) ج ۴: ص ۳۶، ۸۰

۳- (الف) قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۸: ۱۷۱ مصر

(ب) سرخسی: المبسوط: ۵: ۱۸۱

(ج) کاسانی: بدائع الصنائع (اردو) ج ۴: ص: ۳۶ لاہور

(د) صحیح بخاری: ۲: ۸۰۷

۴- سورۃ النساء: ۱۹

۵- سورۃ البقرہ: ۲۲۸

۶- سورۃ النحل: ۷۲

۷- سورۃ النساء: ۱

۸- سورۃ الروم: ۲۱

۹- ایضاً

۱۰- سورۃ النساء : ۱۹

۱۱- سورۃ النساء :

۱۲- سورۃ البقرہ : ۲۲۸

۱۳- (الف) صحیح بخاری : ۱ : ۳۶۹ (کتاب الانبیاء باب اول)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۸۰ (کتاب النکاح باب عشرۃ النساء)

۱۴- سنن ابن ماجہ (کتاب النکاح باب فضل النساء) ج ۱ ص : ۳۳۲

۱۵- (الف) سنن ابن ماجہ : ج ۱ : ص ۳۳۲

(ب) مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۶۷ (کتاب النکاح۔ الفصل الاول)

۱۶- ایضاً

۱۷- (الف) صحیح بخاری : ۱ : ۳

(ب) ابن قیم : زاد المعاد : ۱ : ۲۶

۱۸-(الف) صحیح بخاری (کتاب المغازی باب مرض النبیؐ ووفاتہ) ج ۲ ص ۶۴۰

(ب) حلبی : سیرت حلبیہ : ۳ : ۳۵۷

(ج) صحیح بخاری : ۱ : ۳۲-۱۸۶-۳۵۲-۳۳۷-۵۳۲

(د) ابن کثیر : سیرت النبیؐ (اردو) ۳ : ۱۳۳

۱۹- سنن ابن ماجہ (کتاب النکاح باب حق المراءۃ علی زوجہا) ج ۱ ص ۳۳۱

۲۰- ایضاً

۲۱-(الف) جامع ترمذی (ابواب المناقب باب فضل عائشہؓ) ص ۵۵۲

(ب) سنن ابن ماجہ (ابواب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء) ج ۱ ص ۳۶۵

(ج) ابن قیم : زاد المعاد : ۱ : ۱۵۲

(د) سنن دارمی (کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء) ج ۲ ص ۱۹۴

(ھ) ہیثمی : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : ۴ : ۳۰۳ بیروت لبنان

۲۲-(الف) سنن ابن ماجہ (کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء) ج ۱ ص ۳۶۵

(ب) جامع ترمذی: ص ۳ ۸۳ الاب الرضاع باب ما جاء فی حق المراءۃ علی زوجھا

۲۳- ہیثمی: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۴: ۳۰۴ بیروت لبنان

۲۴-(الف) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۶: ۴۷

(ب) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۱۱: ۱۴۷

۲۵- ایضاً

۲۶-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۱۲۱

(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو): ۲: ۶۷۷

۲۷-(الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح باب حسن المعاشرۃ مع الاھل) ج ۲: ۷۸۰

(ب) ہیثمی: مجمع الزوائد: ۴: ۳۱۵، ۳۲۰ (کتاب النکاح عشرۃ النساء)

۲۸-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۲۳۷ (کتاب المناسک باب اذا حاضت المراءۃ الخ)

(ب) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱۱: ۱۷۴

۲۹-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۵۱۸ طبع کتب کراچی

(ب) صحیح بخاری: ۲: ۱۰۱۲ طبع کتب کراچی

(ج) صحیح مسلم: ۱: ۱۶۰ (کتاب الحیض باب التیمم)

(د) سنن النسائی: ۱: ۳۳-۳۴ (ابواب الوضوء باب بدء التیمم)

(ہ) سنن ابی داؤد: ۱: ۴۵ (کتاب الطہارت باب التیمم)

۳۰- صحیح بخاری: ۱: ۴۳ (کتاب الحیض باب غسل الحائض راس زوجھا وترجیلہ)

۳۱-(الف) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۳ نیز ج ۲ ص ۹۱۸

(ب) سنن ابی داؤد: ۱: ۳۳۵ (کتاب الصوم باب المعتکف یدخل البیت لحاجتہ)

(ج) سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب فی حسن الظن)

(د) محمد بن یوسف : سبل الہدیٰ والرشاد : ۱۱ : ۲۱۶

(ھ) السمہودی : وفاء الوفاء : ۱ : ۳۲۶ مصر ۱۳۲۶ھ

۳۲- (الف) محب الطبری : ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ : ص ۱۵۷ ذکر تزویج زینب بنت رسول ﷺ

(ب) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۳ : ۳۱۱

۳۳- ڈاکٹر محمد حمید اللہ : رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی : ص ۱۰۸

۳۴- صحیح بخاری : ۱ : ۳۸۰ (کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ)

۳۵- (الف) صحیح بخاری (کتاب اور باب مذکور) ج ۱ ص ۳۸۰

(ب) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۴ : ۱۷۶

(ج) ابن قیم : زاد المعاد : ۳ : ۲۹۵

(د) دیگر کتب سیرت تحت تذکرہ صلح حدیبیہ

۳۶- (الف) احمد عبد الرحمن البناء : الفتح الربانی : ۲۲ : ۱۳۸

(ب) ابن سعد : الطبقات : ۱ : ۴۰۷

۳۷- (الف) الفتح الربانی : ۲۲ : ۱۵۱

(ب) الصالحی الشامی : سیرت شامی : ۱۱ : ۱۵۰

۳۸- امام غزالی : احیاء علوم الدین : ۲ : ۵۲ موسسہ الحلبی قاہرہ

۳۹- (الف) حافظ ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۱۱۸

(ب) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۲۶۸

(ج) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸ : ۵۴

۴۰- (الف) حلبی : سیرت حلبیہ : ۳ : ۴۳۱

(ب) ہیثمی : مجمع الزوائد منبع الفوائد : ۴ : ۳۱۵-۳۱۶

(ج) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد : ۱۱ : ۱۳۸

۴۱- ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ): ۳: ۲۵۴

۴۲- الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۱۴۷

۴۳-(الف) سنن ابی داؤد (کتاب الجہاد باب فی السبق علی الرجل) ج ۱ ص ۳۴۸

(ب) سنن ابن ماجہ (کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء) ج ۱ ص ۳۶۵

(ج) مسند احمد: ۶: ۳۹-۲۶۴ (مسندات عائشہؓ)

(د) الصالحی الشامی: سیرت شامی: ۱۱: ۱۴۷

(ھ) ذہبی: تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) ص ۲۸۷ بیروت

(و) حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۲۱

(ز) ذہبی سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۷۴

(ح) النسائی: السنن الکبریٰ: ۵: ۳۰۳-۳۰۴ بیروت لبنان

۴۴-(الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح باب حسن المعاشرۃ مع الاھل) ج ۲ ص ۷۸۰ نیز جلد ۲ ص ۷۸۸،۵۰۰

(ب) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۶۵-۱۲۰-۱۳۵

(ج) سنن نسائی: ۱: ۱۶۵ (کتاب صلوٰۃ العیدین)

(د) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۱۱۰-۱۱۱

(ھ) صحیح مسلم: ۱: ۲۹۱ (کتاب صلوٰۃ العیدین)

(و) جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر

(ز) مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عمر

(ح) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۵۱

(ط) ذہبی: تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) ص ۲۸۶

(ی) سیرت شامی: ۱۱: ۱۷۴

(ک) النسائی: السنن الکبریٰ: ج ۵ ص ۳۰۷

۳۵-(الف) صحیح بخاری : ۲: ۲۰۵ طبع کلاں کراچی
(ب) صحیح مسلم : ۲: ۲۸۵ طبع کلاں کراچی
(ج) سنن ابی داؤد : ۲: ۶۷۵ طبع کلاں کراچی
(د) الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) : ج ۲۲ ص ۱۱۰
(ہ) امام بخاری : الادب المفرد : ص ۵۵
(و) مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح باب عشرۃ النساء
(ز) ابن قیم : زاد المعاد : ۱: ۱۵۱
(ح) ابن سعد : الطبقات : ۸ : ۶۱-۶۵-۶۶
(ط) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲: ۱۵۰
(ی) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد : ۱۱: ۱۶۷
(ک) النسائی : السنن الکبریٰ : ۵ : ۳۰۵
(ل) مسند احمد : ۲ : ۲۳۳
۳۶-(الف) صحیح بخاری : ۱: ۵۰۰ ؛ کتاب [illegible]
(ب) سنن نسائی : ۱: ۱۹۵ (کتاب صلوٰۃ العیدین)
(ج) النسائی : السنن الکبریٰ : ۵ : ۳۱۰
۳۷-(الف) سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب فی اللعب بالبنات) ج ۲ ص ۶۷۵
(ب) مشکوٰۃ المصابیح (کتاب النکاح باب عشرۃ النساء)
(ج) بلاذری : انساب الاشراف : ۱: ۴۱۲
(د) النسائی : السنن الکبریٰ : ۵ : ۳۰۷
(ہ) ابن سعد : الطبقات : ۸ : ۲۲
A۔۳۷۔ ملا علی قاری : مرقاۃ : ج ۶ ص ۲۷۵
۳۸-(الف) صحیح مسلم : ۲: ۲۵۶ (کتاب الفضائل باب مباعدۃ)

(ب) سنن ابی داؤد ۲: ۶۶۰

(ج) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو) ۳: ۳۳۱

(د) جامع ترمذی: ص ۵۹۶

(ہ) مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۱۹

(و) حلبی: سیرت حلبیہ ۳: ۳۲۶

(ز) الذہبی: تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) ص ۳۵۴

(ح) احمد عبدالرحمٰن: الفتح الربانی ۲۲: ۴۷

۴۹- (الف) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۴۶۵-۵۲۰

(ب) صحیح بخاری ۲: ۷۳-۷۸۰-۷۸۱-۸۹۹

(ج) مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عمر الفصل الاول

(د) ملا علی قاری: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۱۱: ۲۹۳

(ہ) حلبی: سیرت حلبیہ ۳: ۴۰۴

۵۰- حلبی: سیرت حلبیہ ۳: ۴۰۳

۵۱- (الف) سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ما جاء فی المزاح: ج ۲ ص ۶۸۲

(ب) مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۷

(ج) ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۲: ۱۷۱

(د) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۳۴۵

(ہ) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ۶: ۳۶ لاہور ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

(و) البلاذری: انساب الاشراف ۱: ۴۱۷

(ز) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱: ۱۳۹-۱۴۳

۵۲- امام غزالی: احیاء علوم الدین ۲: ۵۵ موسسہ الحلبی قاہرہ

۵۳- (الف) محمد بن یوسف الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱: ۱۳۸

(ب) مصنف عبدالرزاق : ۵: ۱۸۰ بیروت

۵۴- اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور : ج ۱۹ ص ۸۶

۵۵-(الف) سنن نسائی (کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء) ج ۲ ص ۷۶

(ب) ابن قیم : زاد المعاد : ۱: ۱۵۰

(ج) امام نسائی : السنن الکبریٰ : ۵: ۲۸۰

(د) ابن سعد : الطبقات : ۱: ۳۹۸

۵۶-(الف) قاضی عیاض : الشفاء : ۱: ۷۰ (فصل فصاحۃ لسانہ)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح (باب فضائل سید المرسلین) ص ۵۱۲

۵۷- حاشیہ سنن نسائی (تحت حدیث مذکور) ج ۲ ص ۷۶ کراچی

۵۸- شیخ عبدالحق محدث دہلوی : مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۳۵

۵۹-(الف) ابن قیم : زاد المعاد : ۱: ۱۵۲

(ب) صحیح بخاری : ۲: ۷۸۵

(ج) اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور : ۱۹: ۹۳

۶۰- (الف) صحیح بخاری (تفسیر سورۃ التحریم) ج ۲ ص ۷۹۲ نیز ص ۱۰۳۱

(ب) سنن نسائی : ۲: ۷۸-۸۳

(ج) صحیح مسلم : ۱: ۴۷۹

(د) البلاذری : انساب الاشراف : ۱: ۴۲۴-۴۲۵ مصر

(ھ) امام نسائی : السنن الکبریٰ : ۵: ۲۸۶

(و) تفسیر قرطبی، ابن کثیر، کبیر للرازی، روح المعانی وغیرہ تحت سورۃ التحریم

۶۱- ابو حیان اندلسی : البحر المحیط : (تحت آیت)

۶۲- یاد رہے اس باب میں ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے عقد نکاح- پیغام نکاح، شادی، حق مہر، رخصتی، تاریخ نکاح اور ولیمہ وغیرہ

جیسی تفصیلات بیان نہیں ہوں گی کیونکہ یہ چیزیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

۶۳- رشید اختر ندوی: محمد سرور دو عالم: ص ۱۹۷ لاہور ۱۹۶۵ء

۶۴- شبہات و اباطیل حول زوجات الرسول: ص ۳۵ حوالہ پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء النبی: ۷: ۳۹۰-۳۹۱ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۶۵-(الف) مسند احمد: ۶: ۱۱۷-۱۱۸

(ب) احمد عبدالرحمن البناء: الفتح الربانی: ۲۰: ۲۳۱ طبع قاہرہ

(ج) السہیلی: الروض الانف: ۱: ۲۷۷ طبع مصر

(د) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۱۲-۱۱۷ بیروت

(ہ) ابن عبدالبر: الاستیعاب (قسم الرابع) ص ۱۸۲۳-۱۸۲۴

(و) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۰۱

(ز) القسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۷۸ بیروت ۱۹۹۱ء

(ح) حافظ ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۸: ۶۲

(ط) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۱۵۸

۶۶-(الف) صحیح بخاری (کتاب فضائل اصحاب النبی باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلھا) ج ا ص ۵۳۸-۵۳۹ نیز ج ۲: ص ۱۱۱۵

(ب) صحیح مسلم (کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل خدیجۃ) ج ۲ ص ۲۸۴

(ج) جامع ترمذی ابواب المناقب

(د) مشکوۃ المصابیح باب مناقب ازواج النبی

(ہ) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۱۲

(و) کنز العمال: ۱۲: ۲۹۵ حیدر آباد دکن

(ز) مصنف عبدالرزاق: ۷: ۴۹۳ بیروت

۶۷- حافظ ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۸: ۱۳۰

۶۸- صحیح بخاری (کتاب المغازی باب غزوہ ذات السلاسل) ج ۲ ص ۶۲۵

۶۹-(الف) صحیح بخاری: ۲: ۱۰۳۸

(ب) ابن کثیر: سیرۃ النبیؐ (اردو) ج ۱ ص ۳۹۷

(ج) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۴۳

(د) الصالحی الشامی: سیرت شامی: ۱۱: ۱۶۵

(ہ) ابن قیم: زاد المعاد: ۱: ۱۰۵

۷۰-(الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین) ج ۲ ص ۷۶۲

(ب) صحیح مسلم: ۱: ۴۷۳ (کتاب الرضاع باب استحباب نکاح ذات الدین)

(ج) سنن ابی داود (کتاب النکاح باب دوم) ج ۱ ص ۲۸۰

(د) سنن ابن ماجہ (ابواب النکاح باب تزویج ذات الدین)

(ہ) مشکوۃ المصابیح (کتاب النکاح) ص ۲۶۷

(و) سنن نسائی (کتاب النکاح باب علی ماتنکح المرءۃ)

(ز) جامع ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من ینکح علی ثلث خصال (سنن نسائی اور جامع ترمذی میں حضرت جابرؓ کی روایت میں حسب کا ذکر نہیں مگر "دین" کا ذکر پہلے نمبر پر ہے)

۷۱-(الف) صحیح بخاری (باب فضل عائشہؓ) ج ۱ ص ۵۳۲

(ب) جامع ترمذی ابواب المناقب باب فضل عائشہؓ: ص ۵۵۰

(ج) سنن نسائی (کتاب النکاح باب حب الرجل بعض نساءہ) ج ۲ ص ۷۸

(د) مشکوۃ المصابیح باب مناقب ازواج النبیؐ

(ہ) نسائی: السنن الکبریٰ: ۵: ۲۸۳

(و) حافظ ابن حجر: الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۸: ۱۴۰

۷۲-(الف) صحیح مسلم (کتاب الفضائل باب فضائل عائشہ) ج ۲ ص ۲۸۵
(ب) صحیح بخاری ۱: ۳۵۰-۳۵۱
(ج) سنن نسائی (کتاب النکاح باب حب الرجل بعض نسائہ اکثر من بعض)
(د) امام بخاری: الادب المفرد: ص ۸۲ بیروت لبنان
(ہ) الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۱۱۳-۱۱۴
(و) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۱۵
(ز) صحیح مسلم: ۱: ۴۷۳، ۴۷۱
(ح) سنن ابی داؤد: ج ۲ ص ۲۷۱
(ط) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۷۳
(ی) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۱۷۱
(ک) امام نسائی: السنن الکبریٰ: ۵: ۲۸۱-۲۸۳

۷۳-(الف) مسند احمد: ۶: ۶۲
(ب) سنن ابی داؤد (کتاب الطہارۃ باب مواکلۃ الحائض) ج ۱ ص ۳۴
(ج) سنن نسائی: ۱: ۱۱-۳۰-۳۰
(د) صحیح مسلم (کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض الخ) ج ۱ ص ۱۴۳

۷۴-(الف) صحیح مسلم: ۲: ۶۰۲-۷۱۱ کتاب الاشربہ باب ما یقول الشریف اذا سعد غیر من دعاہ الخ)
(ب) احمد عبدالرحمن البناء: الفتح الربانی: ۲۲: ۱۵۱
(ج) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۱۱: ۱۷۶

۷۵-(الف) صحیح بخاری (کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ): ۲: ۶۴۰
(ب) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۳۲-۱۸۱-۳۵۱-۴۳۷-۵۳۲
(ج) ابن کثیر: سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۱۴۳

(و) حلبی : سیرت حلبیہ : ۳ : ۳۵۷

(ہ) ذہبی : تاریخ الاسلام (السیر والمغازی) ص ۵۲۳

(ہ) شیخ عبدالحق : مدارج النبوۃ (اردو) ج ۲ ص ۶۲۶

(ز) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۱۸۹

(ح) کنز العمال : ۱۲ : ۲۹۸

۷۶-(الف) صحیح بخاری (کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ) : ۲ : ۹۳۸ و ۹۳۱

(ب) صحیح بخاری : ۱ : ۳۳۷ ، ابن ہشام : سیرۃ النبی ۴ : ۳۳۳-۳۳۴

(ج) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۱۸۹

(د) ابن کثیر : سیرۃ النبی (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۱۵۰

۷۷- سید سلیمان ندوی : سیرت عائشہ : ص ۹۷-۹۸ (حاشیہ نمبر ۱)

۷۸-(الف) ابن سعد : الطبقات الکبری : ۸ : ۱۲۴

(ب) صحیح بخاری : ۱ : ۴۳۳

(ج) احمد عبدالرحمن البنا : الفتح الربانی : ۲۲ : ۱۳۲

۷۹-(الف) علامہ حلبی : سیرت حلبیہ : ۳ : ۴۱۵

(ب) حافظ ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۱۲۷

(ج) ابن عبدالبر : الاستیعاب : قسم رابع : ص ۱۸۷۲

(د) الصالحی الشامی : سیرت شامی : ۱۱ : ۲۱۵

(و) ابن سید الناس : عیون الاثر : ۲ : ۳۸۹

(ہ) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۲۳۳

۸۰-(الف) صحیح بخاری : ۲ : ۹۰۸-۹۱۵-۹۱۷

(ب) صحیح مسلم : ۲ : ۲۵۵

(ج) ابن قیم : زاد المعاد : ۱۴۹:۱

(د) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو) ۳۲۶:۳

(ھ) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۴۷:۶

(و) احمد عبدالرحمٰن : الفتح الربانی : ۱۵۰:۲۲

(ز) حلبی : سیرت حلبیہ : ۴۲۱:۳

(ح) شیخ عبدالحق : مدارج النبوۃ (اردو) ج ۲ ص ۸۳۴

۸۱- ملاحظہ ہو کتب حدیث میں "کتاب الآداب"

۸۲- (الف) سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب فی الغیبۃ) ج ۲ ص ۲۲۸

(ب) مشکوٰۃ : ص ۴۱۴

۸۳- حافظ منذری : (الترغیب والترھیب کتاب الادب) ج ۳ ص ۵۰۵-۵۰۶

۸۴- ایضاً ص ۵۰۶

۸۵- احمد عبدالرحمٰن البناء : الفتح الربانی : ۱۴۲:۲۲

۸۶-(الف) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱۲۶:۸ دار صادر بیروت

(ب) حافظ ابن حجر : الاصابہ : ۱۲۷:۸

(ج) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲۳۷:۲

۸۷-(الف) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۱۲۷:۸

(ب) ابن حجر عسقلانی : الاصابہ : ۱۲۶:۸

(ج) احمد عبدالرحمٰن : الفتح الربانی : ۱۴۲:۲۲-۱۴۳

(د) ابن سید الناس : عیون الاثر : ج ۲ ص ۳۸۳

(ھ) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲۳۴:۲

(و) ابن عبدالبر : الاستیعاب : ج ۳ ص ۱۸۵۰

(ز) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد : ۲۱۶:۱۱

(ج) نور الدین ہیثمی : مجمع الزوائد و منبع الفوائد : ۴ : ۳۲۱
۸۸- صحیح بخاری : ۳ : ۶۱۹
۸۹-(الف) صحیح مسلم : ۲ : ۳۲۲ (کتاب البر و الصلۃ باب فضل الرفق)
(ب) امام غزالی : احیاء علوم الدین : ۲ : ۲۵۳ مصر
۹۰- صحیح بخاری : ۲ : ۸۹ (باب الرفق فی الامر کلہ)
۹۱- مسند عائشہؓ بحوالہ سید سلیمان ندوی : سیرت عائشہ ص ۴۸
۹۲- مشکوٰۃ المصابیح باب النظر الی المخطوبۃ و بیان العورات
۹۳- (الف) جصاص ابوبکر رازی : احکام القرآن (تحت آیت)
(ب) قرطبی : الجامع لاحکام القرآن : ۱۳ : ۲۱۴-۲۱۵
۹۴- مرغینانی : ہدایہ (اردو عین الہدایہ) : ۲ : ۱۱۹ قانونی کتب خانہ لاہور
۹۵-(الف) جامع ترمذی (ابواب النکاح باب ما جاء فی التسویۃ بین الضرائر) ص ۱۸۳-۱۸۴
(ب) سنن النسائی (کتاب عشرۃ النساء باب میل الرجل الی بعض نسائہ دون بعض) ج ۲ ص ۷۶
(ج) امام سیوطی : الشمائل الشریفہ : ص ۲۳۸
(د) شیخ عبدالحق محدث دہلوی : مدارج النبوۃ (اردو) ج ۲ ص ۷۳۷
(ہ) ابن ملقن : غایۃ السول فی خصائص الرسول : ص ۲۰۸ بیروت
(و) سنن ابن ماجہ (ابواب النکاح باب القسمۃ بین النساء) ج ۱ ص ۱۴۲
(ز) امام غزالی : احیاء علوم الدین : ۲ : ۶۲
(ح) امام نسائی : السنن الکبریٰ : ۵ : ۲۸۱
(ط) مرغینانی : ہدایہ (اردو ترجمہ) : ۲ : ۱۱۹
۹۶-(الف) صحیح بخاری (باب القرعۃ بین النساء) ج ۱ ص ۳۵۳-۳۷۰
(ب) ابن قیم : زاد المعاد : ۱ : ۱۵۲

(ج) بلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۱۷

(د) سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب القسمۃ بین النساء

(ھ) احمد عبد الرحمن البناء: الفتح الربانی: ۲۲: ۱۳۹

(و) ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۴: ۳۲۳

۹۷-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۳۷ (ابواب المظالم والقصاص باب
اذا کسر قصعۃ او شیئا لغیرہ)

(ب) صحیح بخاری: ۲: ۷۸۶ (کتاب النکاح باب الغیرۃ)

(ج) سنن نسائی: ۲: ۷۸ (کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ)

(د) احمد عبد الرحمن البناء: الفتح الربانی: ۲۲: ۱۷-۱۳۹

(ھ) محمد بن یوسف الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۱۴۷-۱۵۰

(و) النسائی: السنن الکبریٰ: ۵: ۲۸۵

۹۸- النسائی: السنن الکبریٰ: ۵: ۲۸۸-۲۸۹

۹۹-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۲-۳۵۲-۳۳۷

(ب) صحیح بخاری: ۲: ۶۴۰ (باب مرض النبیؐ ووفاتہ)

(ج) علامہ حلبی: ۳: ۳۵۷

(د) شیخ عبد الحق: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۶۶۲

(ز) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۵۴۵-۵۶۲

(ح) امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۲: ۶۲

(ط) ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ: ۳: ۳۲۱

۱۰۰-(الف) صحیح بخاری: ج ۱ ص ۳۵۹-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵

(ب) صحیح بخاری: ج ۲ ص ۵۹۴، ۶۹۶، ۷۰۰

(ج) مصنف عبد الرزاق: ۵: ۴۱۰ تا ۴۱۹ بیروت

(د) صحیح مسلم: ۲: ۳۶۲ تا ۳۶۶ (کتاب التوبہ باب فی حدیث افک)

۱۰۰- ایلاء کا لغوی معنی قسم کھانا ہے اور اصطلاح شریعت میں ایلاء سے مراد بیوی سے مخصوص شرائط کے ساتھ ایک مقررہ مدت تک جماع نہ کرنے کی قسم اٹھانا ہے۔ اور "تخییر" سے مراد بیوی کو طلاق کا اختیار دینا۔ ایلاء اور تخییر کے فقہی احکام و مسائل کتب فقہ میں بالعموم کتاب الطلاق کے اندر ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں: کتب فقہ و فتاویٰ:

۱۰۱- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۳۴ (ابواب المظالم والقصاص باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ)

(ب) صحیح بخاری: ۲: ۷۲۹-۷۳۰ (کتاب التفسیر - سورۃ التحریم) نیز ص ۷۰۵ تفسیر سورۃ الاحزاب

(ج) صحیح بخاری: ۲: ۷۸۰-۷۸۱ (کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا)

(د) ایضاً: ۲: ۷۹۴ (کتاب النکاح باب من خیر نساءہ)

(ہ) ایضاً: ۲: ۸۶۸ (کتاب اللباس باب ما کان النبی یتجوز من اللباس والبسط)

(و) صحیح مسلم: ۱: ۴۷۹ تا ۴۸۲ (کتاب الطلاق باب بیان تخییر امرءتہ لا یکون طلاق الخ)

(ز) سنن نسائی: ۲: ۸۸ (کتاب الطلاق باب الایلاء)

(ح) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۲۶-۴۲۷

(ط) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۰۴ تا ۴۰۹

(ی) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۱۵۴

(ک) تفسیر قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ

الاحزاب آیت: ۲۸۔۲۹

۱۰۲- سورۃ الروم : آیت : ۲۱

۱۰۳- سورۃ الاحزاب : آیت : ۹

۱۰۴- سورۃ الاحزاب : آیت ۳۴

۱۰۵-(الف) سورۃ الاحزاب : آیت : ۲۴

(ب) تفسیر قرطبی : ۱۴: ۱۷۴

(ج) مصنف عبدالرزاق : ۷: ۴۹۳ بیروت

۱۰۶-(الف) ابن سعد : الطبقات : ۸: ۸۴

(ب) ابن حجر : الاصابہ : ۸: ۵۴

(ج) الصالحی الشامی : سیرت شامی : ۱۱: ۱۸۵

(د) سنن ابی داؤد : کتاب النکاح باب فی المراجعہ

(ھ) سنن نسائی : کتاب الطلاق باب الرجعہ

(و) تفسیر قرطبی : ۱۴: ۱۲۵

۱۰۷- ابن سید الناس : عیون الاثر : ۲: ۳۰۰

۱۰۸- امام راغب اصفہانی : المفردات فی غریب القرآن ص ۱۸۸

۱۰۹-(الف) ابن حجر : الاصابہ : ۸: ۲۰/ البدایہ والنہایہ [illegible]

(ب) قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۳: ۷۲

(ج) شیخ عبدالحق : مدارج النبوۃ (اردو) ج ۲ ص ۷۳۹

(د) ابن عبدالبر : الاستیعاب : ق ۴ ص ۱۸۱۷

۱۱۰-(الف) صحیح بخاری : کتاب الطلاق باب من خیر نساءہ

(ب) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸: ۶۸-۶۹

(ج) صحیح مسلم : ۱: ۴۷۹

۱۱۱- یوسف نبہانی: جواہر البحار فی فضائل النبی المختار: ۱: ۲۸۵ مصر ۱۹۶۰ء

۱۱۲- سید سلیمان ندوی: خطبات مدراس: ص ۲۰۵ لاہور اکیڈمی لاہور

۱۱۳- قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۳۵۳

۱۱۳A- ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۱۱۴

۱۱۴- حمی اتی وار ز علی الحنہ و مجاہد ت معدود است خصوصا علامہ ابن قیم: زاد المعاد: ۱: ۲۶

۱۱۵- (الف) مسند احمد: ۶: ۱۱۷-۱۱۸

(ب) احمد عبد الرحمن البناء: الفتح الربانی: ۲: ۲۳۱

(ج) سہیلی: الروض الانف: ۱: ۲۷۷

(د) ابن عبد البر: الاستیعاب: ق ۴ ص ۱۸۲۳-۱۸۲۴

(ھ) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۱۴-۱۱۷

(و) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۷۸

(ز) حافظ ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۲۴

(ح) حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۴۰۱

۱۱۶- صحیح مسلم: ۱: ۴۷۲ ابن قیم: زاد المعاد: ۱: ۱۵۲

۱۱۷- (الف) ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۲۵۴

(ب) ابن جوزی: الوفا باحوال المصطفیٰ: ۱: ۱۲۵ مصر ۱۹۶۶ء

(ج) ابن جریر طبری: تاریخ طبری: ۲: ۳۰۰ مصر ۱۹۶۱ء

۱۱۸- (الف) ابن ہشام: سیرۃ النبی: ۱: ۲۵۹ مصر

(ب) ابن عبد البر: الاستیعاب: ق ۴ ص ۱۸۱۹، ۱۸۲۱

(ج) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۱۱۴

۱۱۹- (الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۵۲-۵۳

(ب) بلاذری: انساب الاشراف ۱: ۴۰۷
(ج) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۵۳
(د) ذہبی: سیر اعلام النبلاء ۲: ۲۶۸ بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء
(ہ) قسطلانی: المواہب اللدنیہ ۲: ۸۰
(و) ابن قیم: زاد المعاد ۱: ۱۵۳
(ز) حافظ ابن حجر: الاصابہ ۸: ۱۱۷
(ح) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد ۱۱: ۱۹۹
(ط) تفسیر قرطبی ۱۴: ۱۶۴
۱۲۰- (الف) صحیح بخاری (کتاب الدعوات باب قول النبی یستجاب لنا فی الیہود) ج ۲ ص ۹۴۷
(ب) صحیح بخاری (کتاب استتابۃ المعاندین باب اذا عرض الذمی وغیرہ بسب النبی) ج ۲ ص ۱۰۲۳
(ج) امام بخاری: الادب المفرد: ص ۶۷
۱۲۱- (الف) صحیح بخاری (کتاب المناقب باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا سے اگلا باب) ج ۱ ص ۵۱۸ نیز جلد ۲ ص ۱۰۱۲
(ب) سنن نسائی (ابواب الوضوء باب بدء التیمم) ج ۱ ص ۳۳-۳۴
(ج) صحیح مسلم (کتاب الحیض باب التیمم) ج ۱ ص ۱۶۰
(د) سنن ابی داؤد (کتاب الطہارۃ باب التیمم) ۱: ۳۵
۱۲۲- (الف) صحیح بخاری (کتاب النکاح باب القرعۃ بین النساء) ج ۲ ص ۷۸۴
(ب) صحیح مسلم (کتاب الفضائل باب مناقب عائشہ ام المومنین) ج ۲ ص ۲۸۶
۱۲۳- صحیح مسلم ۲: ۲۸۵ (باب فضل عائشہ ام المومنین)
۱۲۴- صحیح بخاری (کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف) ج ۲ ص ۶۲۰

۱۲۵-(الف) احمد عبدالرحمن : الفتح الربانی ترتیب مسند احمد : ۲۲ : ۱۳۳

(ب) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸ : ۹۷

(ج) قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۲ : ۸۶

(د) بلاذری : انساب الاشراف : ۱ : ۴۳۹

(ھ) احمد عبدالرحمن البناء : الفتح الربانی ترتیب مسند احمد : ۲۲ : ۱۳۳

۱۲۶-(الف) حافظ ابن حجر عسقلانی : الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۸ ۸۴

(ب) البلاذری : انساب الاشراف : ۱ : ۴۳۹

(ج) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد : ۱۱ : ۱۹۵

۱۲۷-(الف) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸ : ۱۰۰

(ب) ابن ھشام : سیرۃ النبیؐ : ۴ : ۱۲-۱۳

(ج) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو) : ۲ : ۲۰۰

(د) ابن قیم : زاد المعاد : ۱ : ۱۱۰

(ھ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی : مدارج النبوۃ (اردو) : ج ۲ ص ۷۷۵

(و) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۲۲۲-۲۲۳

(ز) حافظ ابن حجر : الاصابہ فی تمیز الصحابہ : ۸ : ۸۵

(ح) الصالحی الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد : ۱۱ : ۱۹۶

(ط) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۴ : ۲۸۰

۱۲۸-(الف) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸ : ۱۰۲

(ب) حافظ ابن حجر : الاصابہ فی تمیز الصحابہ : ۸ : ۹۴ (اصابہ میں صرف سجدہ شکر کا ذکر ہے)۔

۱۲۹-(الف) صحیح بخاری : ۲ : ۱۱۰۴

(ب) الصالحی الشامی : سیرت شامی : ۱۱ : ۲۰۱

مصلحتوں اور پنہاں اسرار و رموز کے تحت انسان کی جبلت و فطرت میں رکھ دیے ہیں۔ (۳) اپنے چھوٹے بچوں اور کمزور و ناتواں اولاد کے ساتھ پیار اور محبت و شفقت جہاں ایک فطری امر ہے وہاں مذہبی اور عقلی لحاظ سے بھی ضروری ہے۔ بڑوں خصوصاً ماں باپ کی طرف سے بچوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا رویہ ان کی تعلیم و تربیت اور انہیں ایک اچھا با اخلاق اور لائق فخر انسان بنانے میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟ مادی و معاشرتی اعتبار سے اس کے کیا فوائد و برکات ہیں؟ ان چیزوں کی تفصیل میں جانا ہمارا موضوع نہیں۔ تاہم یہ بات مسلم ہے کہ بچوں کے ساتھ پیار اور محبت و شفقت کے تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی فوائد اس ذات والا شان کی دور بین نگاہوں اور نور نبوت سے کیسے اوجھل رہ سکتے تھے جسے اللہ نے ہادی عالم، معلم انسانیت اور ساری دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ " اسوہ حسنہ " بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ اس لئے انسانی فطرت کے عین مطابق آپ ﷺ نے اپنی چھوٹی بڑی اولاد اور بچوں کے ساتھ بھرپور اور بے مثال پیار فرما کر اس راہبانہ اور عام جاہلانہ تصور کی عملی طور پر نفی فرمائی کہ اولاد یا اولاد کے ساتھ پیار قرب الٰہی میں مانع یا بڑے لوگوں کے لئے خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے۔ چنانچہ صحیحین اور متعدد دیگر حدیث و سیرت کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ آنکھوں دیکھا واقعہ منقول ہے کہ: "ایک موقعہ پر رسول مقبول ﷺ نے اپنے نواسہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (ایک روایت میں نواسہ حسینؓ کا نام ہے) کا بوسہ لیا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک بدوی اقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اقرع مذکور نے کہا "میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی (اس طرح) کسی کا بوسہ نہیں لیا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا (شاید اس کی سنگ دلی پر تعجب فرمایا ہوگا) پھر فرمایا: من لا یرحم لا یرحم (۴) (جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں کے بوسہ

پر اس تعجب انگیز سوال کے جواب میں فرمایا: "اگر اللہ کریم نے تیرے دل سے رحمت کا جذبہ چھین لیا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں؟" (۵)

حضور ﷺ کے گھریلو خادم حضرت انس بن مالکؓ اپنے بال بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کی انتہائی محبت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مارئیت احدا کان ارحم بالعیال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶)

میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے بال بچوں پر رحم و شفقت کرنے والا ہو۔

امام بخاری اور امام سیوطی نے لکھا ہے:

کان ارحم الناس او رحیما بالعیال (۷)

آپ ﷺ اپنے اہل و عیال پر سب سے زیادہ شفقت فرمانے والے تھے۔

اپنی اولاد اور بچوں سے کس کو پیار نہیں ہوتا؟ عام مشاہدہ ہے کہ چرند پرند حیوانات اور خونخوار درندوں تک ہر جاندار چیز اپنی چھوٹی اولاد سے محبت کرتی ہے۔ معصوم بچے ویسے بھی پیارے لگتے ہیں چاہے کسی دوسرے کے ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر دور جاہلیت میں عرب کے بعض لوگوں کی درندگی 'جہالت' بے رحمی اور سنگ دلی کا یہ عالم تھا کہ اپنی سگی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے سورۃ التکویر میں دور جاہلیت کے اس انسانیت سوز عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورۃ التکویر: ۸: ۹)

اور (یاد کرو) جب زندہ درگور کر دی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے بدلے قتل کی گئی۔

بچاری بچی کا صرف یہی قصور ہوتا تھا کہ وہ "لڑکی" ہے۔ حالانکہ "لڑکی"

ہونے میں اس غریب کی یا اس کی ماں کی مرضی کا تو کوئی دخل نہیں تھا- یہ تو خالق انسان کی مرضی اختیار اور صوابدید ہے کہ وہ جسے چاہے لڑکی عطا فرمادے اور جسے چاہے لڑکا عنایت فرمادے- ارشاد خداوندی ہے:

وہ (اللہ) بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے"
(سورۃ الشوریٰ: ۴۹)

بہر حال بچیوں کے قتل کر دیے جانے کی بڑی وجہ جاہلانہ شرم و عار تھی' لڑکی والدین کے لئے باعث ذلت سمجھی جاتی تھی' ان کو لڑکی کی پیدائش کا بڑا غم ہوتا تھا' اور وہ مارے شرم کے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتے تھے اور ان کو زندہ دفن کر کے اس عار کو مٹاتے تھے- قرآن مجید کی ان آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ (سورۃ النحل: ۵۸-۵۹)

اور جب ان میں کسی کو لڑکی کی (پیدائش کی) خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے' اور غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے' اس خوشخبری کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر وہ اپنے پاس رہنے دے' یا مٹی میں دفن کر دے-

مولانا الطاف حسین حالی نے اس آیت کریمہ کے مفہوم کو بڑے شاندار پیرائے میں ڈھالا ہے' فرماتے ہیں:

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جبکہ شوہر کے تیور

کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

معصوم بچیوں کے زندہ درگور کر دینے کے بڑے دردناک واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں مثلاً روایت ہے کہ: ایک شخص نے اپنی بپتا کو یاد کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ جاہلیت کے لوگ تھے بتوں کو پوجتے تھے اولاد کو مار ڈالتے تھے میری ایک لڑکی تھی جب میں اس کو بلاتا تو دوڑ کر میرے پاس چلی آتی ایک دن میں نے اس کو بلایا! وہ خوش خوش چلی آئی اور جیسے فرط محبت میں جس طرح باپ کے پیچھے دوڑتے ہیں میرے پیچھے چلی آئی میں ایک کنوئیں کے پاس پہنچا' جو میرے گھر کے قریب ہی تھا' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا' وہ ابا ابا کہہ کر پکارنے لگی' یہ اس کی زندگی کی آخری آواز تھی' اس صحابی کی زبان سے یہ دردناک واقعہ سن کر نبی رحمت ﷺ کی شفیق' رحیم' رؤف اور کریم ذات پر رقت طاری ہو گئی اور آنجناب ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اس راوی صحابی کی ملامت کی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اس پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔ حضور ﷺ پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس آدمی سے دوبارہ اس قصے کو سنا اور اس قدر روئے کہ آنسو بہہ کر ریش مبارک تک آ گئے۔ پھر فرمایا جاؤ جاہلیت کے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے۔ اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔ (۸)

اسی طرح قبیلہ تمیم کے رئیس قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اقرار کیا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ

دفن کی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرو، قیس نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا: تو ہر لڑکی کے کفارہ میں ایک اونٹ ذبح کرو۔ (۹)

بچیوں سے متعلق دور جاہلیت کے اس ہولناک تصور گھٹیا ذہنیت پست سوچ اور ظالمانہ و سنگدلانہ رویہ کے برعکس نبی رحمت ﷺ نے اپنی ایک نہیں چار صاحبزادیوں کو ایسی عزت اور ایسا احترام عنایت فرمایا اور ایسی محبت و شفقت بخشی جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو معصوم بچیوں کے قتل اور مذکورہ سنگدلانہ رویہ سے روکنے کے لئے انہیں بتایا کہ بیٹیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت تو انسان کے لئے آخرت میں بھی نجات کا باعث ہو گی۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من عال ثلاث بنات فادبهن و زوجهن و احسن اليهن فله الجنة (۱۰)

جس آدمی نے تین بیٹیوں کی پرورش کی پھر انہیں پڑھایا سکھایا ان کی شادیاں کر دیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے (اس کے بدلے میں) جنت ہے۔

کنز العمال کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كانت له ابنة فادبها و احسن ادبها و علمها فاحسن تعليمها فا وسع عليها من نعم الله التي اسبغ عليه كانت له منعة و سترا من النار (۱۱)

جس شخص کے ہاں کوئی بیٹی ہو پھر وہ اسے بہترین ادب سکھائے عمدہ تعلیم

دے اور پھر اس (بیٹی) پر اپنی خداداد نعمتوں میں سے وسعت کرے تو وہ بیٹی اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ اور پردہ بن جائے گی۔

ذیل میں ہم حضور اکرم ﷺ کی اپنی اولاد اور بچوں کے ساتھ انتہائی محبت و شفقت اور دلجوئی کی قدرے تفصیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ما استطعت وما توفیقی الا باللہ)

صاحبزادی سیدہ زینبؓ اور کریم باپ ﷺ

سیدہ زینبؓ تمام سیرت نگاروں کے مطابق سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے نبی کریم ﷺ کی پہلی اور بڑی صاحبزادی ہیں۔ شادی کے بعد گھر میں بڑی اور پہلی پہلی بچی کے ساتھ انتہائی محبت و شفقت ایک فطری امر ہے اور صاحب اولاد لوگوں سے مخفی نہیں۔ پھر اگر خلاق عالم نے اس نومولود بچہ یا بچی کو اپنے ماں باپ کے ظاہری و باطنی جسمانی و اخلاقی اور صورت و سیرت کے جملہ محاسن کا عین عکس اور پرتو بھی بنایا ہو تو اس کے ساتھ ماں باپ کی فطری محبت کا دوچند ہو جانا اور اس نوخیز پھول کا ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دل کا سکون بن جانا چنداں محتاج دلائل نہیں۔

سیدہ زینبؓ خلق اور خلق میں اپنے عدیم النظیر سید الاولین و آخرین اور عظیم باپ کی واضح تصویر تھیں۔ حضور ﷺ اپنی اس لخت جگر سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ سیرت نگاروں نے اس محبت و شفقت پدری کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

...... وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم محبا فيها ولها عليها السلام (۱۲)

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان (سیدہ زینبؓ) سے بڑی محبت فرمانے والے تھے۔

حضور ﷺ نے اپنی اس صاحبزادی کا نکاح سیدہ خدیجہؓ کی خواہش پر ان کے بھانجے ابو العاص (لقیط) بن ربیع سے کر دیا تھا۔ (۱۳)

بیٹی زینبؓ کا ہار اور رقّت نبوی ﷺ

نبی رحمت ﷺ کو اپنی لخت جگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے جو تعلق خاطر تھا اس کا کچھ اندازہ درج ذیل اس واقعہ سے لگایئے جسے متعدد محدثین و سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ "غزوہ بدر ۲ ہجری کے اسیران مکہ میں حضور ﷺ کے وفاشعار داماد حضرت ابو العاص بن ربیع بھی تھے جو ابھی تک بوجوہ اسلام نہیں لائے تھے اور جنہیں بادل نخواستہ اپنی قوم کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں آنا پڑا تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ میدان میں ان کا کسی مسلمان کے خلاف لڑنا منقول نہیں۔ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے باہمی مشورہ کے بعد جب یہ طے ہوا کہ اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے اہل مکہ نے فدیہ کی مقررہ رقم (چار چار ہزار درھم) (۱۴) بھجوائی تو سیدہ زینبؓ (جو ابھی تک مکہ میں تھیں) نے اپنے شوہر کی رہائی کے لئے جو مال بھجوایا اس میں وہ یادگار ہار بھی تھا جو ان کی مرحومہ ماں ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں ابو العاص سے شادی کے وقت عنایت فرمایا تھا۔ اور جسے آنمحترمہ زیب تن فرمایا کرتی تھیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک جب اس یادگار ہار پر پڑی تو آپ ﷺ پر بے اختیار شدید رقت طاری ہو گئی (آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے) اور کمال عدل وانصاف اور مساوات کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر تم مناسب خیال کرو تو میری لخت جگر کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کی یادگار (ہار) اس کو لوٹا دو۔ جان نثار صحابہؓ نے اس خواہش نبوی ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ ہار سیدہ زینبؓ کو واپس لوٹا دیا۔ حضور ﷺ نے

ابوالعاص سے سیدہ زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیجنے کا وعدہ لیا اور انہیں بلا دیگر چھوڑ دیا۔" (۱۵)

ابوالعاص کے لئے سیدہ زینبؓ کی پناہ کو قبول فرمانا

دختر رسول ﷺ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اپنے مہربان باپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ ومقام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: "داماد رسول ﷺ حضرت ابوالعاص نے غزوہ بدر کے موقعہ پر حضور ﷺ سے وعدہ کے مطابق اپنی اہلیہ محترمہ کو مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا مگر خود ابھی مکہ مکرمہ میں ہی مقیم تھے۔ جمادی الاول ۶ ہجری میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گئے واپسی پر اس قافلہ کو مع ساز و سامان مسلمان دستوں نے گرفتار کر لیا۔ ابو العاص نے چھپ کر پہلے ہی رات کو اپنی اہلیہ محترمہ دختر رسول ﷺ سیدہ زینبؓ کے ہاں پناہ لے لی۔ عام مسلمانوں اور خود حضور ﷺ کو اس امر کی اطلاع نہیں تھی۔ حضور ﷺ نے جب نماز فجر کا سلام پھیرا تو عورتوں کی صفوں سے دختر رسول ﷺ سیدہ زینبؓ نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔ حضور ﷺ نے جب یہ سنا تو حاضرین سے فرمایا: جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سن لیا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد آپ ﷺ نے (ہر قسم کے شک و شبہ اور شیطانی وساوس کو دور کرتے ہوئے اور حاضرین کے ایمانوں کی حفاظت کے لئے حلف اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ قبل ازیں مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔ اور پھر (بطور ایک اصول اور قاعدہ کلیہ کے) ارشاد فرمایا: جب مسلمانوں کا ایک ادنیٰ شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں قبول کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجارتی قافلہ کا مال ضبط کرنے والے مسلمان دستہ کی طرف آدمی بھیجا اور ابوالعاص

کے ساتھ اپنے خصوصی تعلق کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا تمام اسباب واپس کر دو۔ اس خواہش نبوی ﷺ اور مرضی رسول ﷺ کے سامنے اب پھر تسلیم کی گردنیں جھک گئیں اور سپاہیوں نے ایک ایک دھاگہ لا کر واپس کر دیا۔ ابوالعاص پہلے بھی ذاتی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اخلاق اور سسر کی حیثیت سے آپ ﷺ کی شفقتوں سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قریش مکہ کے مطالبہ کے باوجود سیدہ زینبؓ کو طلاق دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب عفو و درگزر کا یہ وار ایسا نہ تھا جو خطا جاتا۔ ابوالعاص رحم و کرم نبوی ﷺ کے اس وار کا وہیں شکار ہو گئے تھے مگر اپنی خاندانی نجابت و شرافت اور ذاتی ہمت و جرأت کی بنا پر مکہ مکرمہ واپس آئے تمام شرکاء کا حساب چکایا اور پھر علی الاعلان کلمۂ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور پھر اللہ کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ میں نے اس لئے یہاں آکر اسلام لانے کا اعلان کیا ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ کھا کر تقاضے کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے سیدہ زینبؓ کو نکاح اول پر ہی (اور بعض علماء کے نزدیک نکاح جدید پر) ابوالعاص کی طرف واپس کر دیا۔ (۱۶)

بیٹی زینبؓ کے کفن کیلئے اپنا تہبند دینا

دختر رسول ﷺ سیدہ زینبؓ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت ۲ ہجری میں ہبار بن الاسود کے ہاتھوں نیزہ کا جو زخم لگا تھا وہ اگرچہ مندمل ہو گیا تھا تاہم یہی زخم دوبارہ تازہ ہو گیا اور اسی زخم کے باعث ۸ ہجری میں آپ نے اپنے ابا جان ﷺ کی آنکھوں کے سامنے داعی اجل کو لبیک کہا۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی لخت جگر کے غسل اور کفن دفن کا بطور خاص اہتمام فرمایا۔ غسل دینے والی خواتین کو غسل کا طریقہ بتایا اور فرمایا جب غسل دے چکو تو مجھے

اطلاع کر دے۔ غسل کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو حصول تبرک کے لئے آپ ﷺ نے اپنے جسم مبارک سے اپنا تہبند اتار کر عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے مبارک تہبند کو کفن کے نیچے پہناؤ۔(۱۷)

بیٹی زینبؓ کی قبر میں اتر کر دعا فرمانا

سیدہ زینبؓ کے غسل اور تجہیز و تکفین کے بعد جب تدفین کا مرحلہ آیا تو اس موقعہ پر بھی نبی رحمت ﷺ نے اپنی اس لخت جگر کے لئے بطور خاص پدرانہ اور پیغمبرانہ شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ عینی شاہدوں کے مطابق تدفین کے وقت قدرتی اور فطری طور پر آپ ﷺ انتہائی مغموم نظر آ رہے تھے۔ ایسی حالت میں کسی کو بات کرنے کی جرات نہیں ہو رہی تھی۔ سب صحابہؓ آپ ﷺ کے غم میں شریک چپ چاپ بیٹھے تھے۔ جب آپ ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے تو آپ ﷺ بنفس نفیس قبر میں اترے تھوڑی دیر کے بعد قبر سے باہر تشریف لائے تو چہرہ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے۔ ہم نے چہرہ انور اور طبیعت میں اس تبدیلی کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ادھر قبر کی تنگی اور غم اور ادھر بیٹی زینبؓ کے ضعف کو یاد کر رہا تھا اور یہ امر میرے اوپر انتہائی شاق گزر رہا تھا کہ میں نے بارگاہ ایزدی میں اپنی بیٹی سے تخفیف و آسانی فرمانے کی دعا کی تو اللہ کریم نے میری دعا کو قبول فرماتے ہوئے تخفیف فرمادی ہے۔(۱۸)

بیٹی زینبؓ کی اولاد سے پیار

نبی رحمت ﷺ کو اپنی لخت جگر اور نور نظر سیدہ زینبؓ سے براہ راست جو تعلق خاطر اور پدرانہ محبت و شفقت تھی اس کی چند مثالیں گذشتہ صفحات میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ شفقت و محبت نبوی ﷺ صرف سیدہ زینبؓ کی ذات والا صفات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی اولاد کو بھی اپنے سایۂ رحمت میں لیے ہوئے تھی۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس صاحبزادی کی اولاد (نواسوں) سے جو بے مثال محبت تھی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے:

سیدہ زینبؓ کے بیٹے کی وفات پر غم

دختر رسول ﷺ سیدہ زینبؓ کے ایک بیٹے پر نزع کا عالم طاری ہوا تو انہوں نے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لانے کی درخواست کر بھیجی۔ آپ ﷺ نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا "بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے اور اسی کا ہے جو کچھ وہ عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے ۔ ہر حال میں تمہیں صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ خادم پھر واپس بارگاہ نبوی ﷺ میں آیا اور عرض کیا وہ (سیدہ زینبؓ) حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ آپ ﷺ کے ساتھ چند صحابہؓ حضرت سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ وغیرہ بھی تھے۔ حضور ﷺ نے بچہ گود میں لیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ معصوم نواسے کی یہ حالت دیکھی تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ پڑے۔ پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم اور ساری دنیا سے زیادہ مضبوط دل گردہ رکھنے والے پیغمبر اکرم و اعظم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر ازراہ تعجب و حیرت حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا؟ آپ ﷺ اور آنسو؟ ارشاد ہوا: یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء (۱۹)

بے شک اللہ کریم اپنے رحم دل بندوں پر ہی رحمت فرماتے ہیں۔

نواسہ علی بن ابی العاص کی تربیت و کفالت

نبی رحمت ﷺ نے جس طرح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی بن ابی طالب

کرم اللہ وجہہ کو بچپن ہی میں اپنی کفالت اور تربیت میں لے لیا تھا (۲۰) اسی طرح اپنی بیٹی زینبؓ کے صاحبزادے یعنی اپنے نواسے علی بن العاص کو بھی ایام رضاعت کے فوراً بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ منگوالیا تھا اور ان کی پرورش اپنی نگرانی میں فرمائی۔ ان کے ساتھ محبت نبوی ﷺ کا یہ عالم تھا کہ فتح مکہ کے موقعہ پر بھی حضور ﷺ انہیں اپنے ساتھ لائے تھے اور فتح مکہ کے دن یہی علی نبی ﷺ کے ناقہ پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ ابھی عنفوان بلوغ ہی تھا کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (۲۱) بعض محدثین اور سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ سیدہ زینبؓ نے جس بیٹے کی وفات پر قسم دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا تھا اور جسے گود میں لے کر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے (جس کی تفصیل قریب ہی پیچھے گزری ہے) وہ یہی علی تھے۔ (۲۲)

امامہ بنت ابی العاصؓ سے پیار

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اکلوتی صاحبزادی سیدہ امامہ بنت ابی العاصؓ سے نبی رحمت ﷺ کو اتنا انس اور پیار تھا کہ بعض اوقات نماز میں بھی اسے جدا کرنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ اپنی آنکھوں دیکھا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: "ایک مرتبہ ہم لوگ (صحابہؓ) مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً رسول مقبول ﷺ سیدہ امامہ بنت ابی العاص کو اٹھائے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ ان امامہ کی والدہ محترمہ سیدہ زینبؓ دختر رسول ﷺ تھیں۔ وہ بچی تھیں جنہیں آپ ﷺ نے اٹھا رکھا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہی نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو انہیں نیچے بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو دوبارہ اٹھا لیتے۔ آپ ﷺ نے پوری نماز میں اسی طرح کیا۔ (۲۳)

نواسی سیدہ امامہ کو اس طرح نماز میں اٹھانے اور کندھوں پر سوار کرنے کی متعدد

روایات حدیث وسیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔(۲۴)

نواسی امامہ بنت ابی العاصؓ سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی محبت اور شدید قلبی لگاؤ کا ایک اور عجیب وایمان افروز واقعہ متعدد محدثین، سیرت نگاروں اور تذکرہ نگاروں نے (قدرے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یوں نقل کیا ہے کہ: بارگاہ نبوی ﷺ میں کہیں سے ایک قیمتی ہار بطور ہدیہ آیا۔ اتفاق سے تمام ازواج مطہراتؓ اس وقت وہاں موجود تھیں جبکہ آپ ﷺ کی نواسی امامہ بنت ابی العاص گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں حضور ﷺ نے ہم سے پوچھا یہ ہار کیسا ہے؟ ہم نے عرض کیا اس سے بہتر ہم نے کبھی نہیں دیکھا یہ تو بہت عمدہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا" میں یہ ہار اسے دوں گا جو میرے اہل وعیال میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے" تمام ازواج مطہرات اس انتظار میں تھیں کہ یہ اعزاز کس کو حاصل ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے اپنی دختر زادی امامہ بنت ابی العاص کو بلایا اور ہار اس کے گلے میں پہنا دیا۔(۲۵)

بیٹی سیدہ رقیہؓ اور مہربان باپ

نبی رحمت ﷺ کی دوسری لخت جگر اور حقیقی وصلبی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اپنی بڑی حقیقی بہن سیدہ زینبؓ کی ولادت کے تین سال بعد ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے اس وقت مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں جب حضور ﷺ کی عمر تینتیس ۳۳ برس تھی (۲۶) یہ اپنی دیگر بہنوں کے ہمراہ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ہی اسلام لا کر "السابقون الاولون" میں داخل ہوئیں۔(۲۷)

عام دستور کے مطابق نبی رحمت ﷺ نے اپنی اس صاحبزادی (سیدہ رقیہ) اور ان سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح بچپن میں ہی اپنے چچا ابولہب کے

بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا۔ مگر ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جب حضور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور اقرباء کو توحید واسلام کی دعوت دی تو ابولہب کی ازلی بدبختی اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حد درجہ دشمنی گستاخی اور ایذا رسانی کے باعث جب اس کی مذمت میں سورۃ "تبت یدا ابی لہب" کا نزول ہوا تو بدبخت والد کے کہنے اور زور دینے پر بدبخت بیٹوں نے حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی یوں اللہ نے ان "طیبات" کو ان "خبیثوں" کے ہاں جانے سے بچا لیا۔ (۲۸) پھر آپ ﷺ نے اپنی پاکباز اور پاکدامن بیٹی سیدہ رقیہ کا نکاح وحی الٰہی سے کامل الحیاء والایمان سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی۔ (۲۹)

حضور ﷺ کو اپنی اس لخت جگر سے کتنا تعلق خاطر اور کتنی محبت تھی؟ آیئے اس کا اندازہ درج ذیل چند واقعات اور مثالوں سے لگاتے ہیں:

بیٹی رقیہؓ اور داماد عثمانؓ کی فکر

اہل علم جانتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں مشرکین مکہ نے کلمہ کی پاداش میں جب مسلمانوں پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑ دیے' مظالم کی حد کر دی' تعذیب اور مسلسل اذیت رسانی کو اپنا شیوہ بنا لیا اور مسلمانوں کے لئے اللہ کا نام لینا اور جینا دوبھر کر دیا تو ۵ نبوی میں نبی رحمت ﷺ نے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی ہدایت فرمائی تھی (جس کی تفصیل میں جانا ہمارے موضوع سے خارج ہے) اللہ کے رستے میں سب سے پہلے جن لوگوں نے ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی تھی اور محض اللہ ورسول ﷺ اور دین کی خاطر جن لوگوں نے اپنا گھر' وطن اور کاروبار چھوڑا تھا ان میں حضور ﷺ کے داماد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ دختر رسول ﷺ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھے۔ جب ایک عرصہ تک ان کی خیر وعافیت کی کوئی خبر نہ پہنچی تو آنجناب علیہ التحیۃ والسلام ان کے بارے میں

سخت متفکر اور پریشان تھے۔ اسی دوران حبشہ سے قریش کی ایک عورت مکہ مکرمہ پہنچی تو آپ ﷺ نے اس سے مہاجرین حبشہ کے حال احوال دریافت فرمائے۔ اس نے بتایا کہ اے محمد (ﷺ) میں نے آپؐ کے داماد اور بیٹی کو دیکھا ہے آپ ﷺ نے پوچھا: تو نے انہیں کس حال میں دیکھا تھا؟ اس نے بتایا کہ آپ ﷺ کے داماد نے اپنی بیوی کو سواری پر بٹھا رکھا تھا اور خود سواری کو پیچھے سے پیدل ہانک رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ ان دونوں کا ساتھی ہو۔ بیشک عثمان حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

حضرت عثمانؓ اور سیدہ رقیہؓ جب حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آئے تو حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے۔ اب حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ دوسری بار ہجرت کرنے کا شرف حاصل کیا اور یوں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (۳۱)

بیٹی رقیہؓ کے لئے خادمہ کا انتظام

نبی رحمت ﷺ اپنی اس صاحبزادی کی گھریلو ضروریات کام کاج اور تسکین کا کتنا خیال فرماتے اور اپنی ذاتی ضروریات پر کس طرح ترجیح دیتے تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے "ام عیاش" نامی ایک خادمہ جو آپ ﷺ کی خدمت میں خانگی امور سرانجام دیتی تھیں۔ اپنی بیٹی سیدہ رقیہؓ کی خدمت کے لئے ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی طرف بطور ہدیہ مستقل طور پر بھیج دی تھی۔ (۳۲)

بیٹی رقیہؓ کے گھر گوشت بھیجا

حضور ﷺ کے اپنے گھروں میں مسلسل فاقے اور کئی کئی ماہ تک ازواج مطہرات کے حجروں سے دھواں نہ اٹھنے کی قدرے تفصیل ہم پیچھے تحریر کر چکے ہیں۔ ان فاقوں اور کھانے کی ضرورت کے باوجود شفقت پدری اس بات کو گوارا نہیں کرتی؛

تھی کہ کھانے میں اپنی صابر اور پاکباز صاحبزادیوں کو بھول جائیں۔ چنانچہ ایک بار گھر میں گوشت پکا تو اپنے محبوب غلام زادے حضرت اسامہ بن زید کے ہاتھ گوشت کا پیالہ بھر کر بیٹی رقیہؓ کے گھر بھجوایا۔ حضرت اسامہ نے وہ پیالہ ان کی خدمت میں پہنچایا اور میاں بیوی کے منفرد اور مثالی جوڑے کو گھر میں بیٹھے دیکھ کر یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ "ما رایت زوجا احسن منھا" (میں نے ان سے بڑھ کر کوئی حسین جوڑا بھی نہیں دیکھا۔(۳۳) ایک غیر محرم حضرت اسامہؓ کا سیدہ رقیہؓ کو دیکھنا پردے کے شرعی حکم کے نزول سے قبل تھا۔(۳۴)

بیٹی رقیہؓ کو شوہر کی خدمت کی تلقین

نبی رحمت ﷺ کو جہاں اپنی صاحبزادیوں سے حد درجہ پیار تھا جس کی کچھ مثالیں ہم پیچھے دیکھ چکے ہیں اور سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے حوالے سے آئندہ صفحات میں بھی انشاء اللہ مزید دیکھیں گے وہاں آنجناب ﷺ کو ان کی تعلیم و تربیت سیرت سازی اور دختران رسول ﷺ ہونے کے ناطے ان کے شایان شان حسن اخلاق کا بھی پورا پورا اور ہمہ وقت خیال رہتا تھا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ انتہائی محبت کے باوجود ان کی تربیت کا پہلو کبھی اور کسی وقت بھی اوجھل نہیں ہوتا تھا۔ اور اس معاملے میں آپ ﷺ نے کبھی نرمی نہیں برتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ اپنی صاحبزادی رقیہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ فرمانبردار بیٹی اپنے شوہر نامدار حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے شریعت محمدیہ کی عام تعلیمات کے مطابق انہیں اپنے شوہر کی مزید خدمت گزاری کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

یا بنیة احسنی الی ابی عبداللہ فانه اشبه اصحابی بی خلقا (۳۵)

بیٹی! ابی عبداللہ (اپنے شوہر عثمان) کے ساتھ حسن سلوک اور حسن خدمت کے ساتھ پیش آیا کرو کیونکہ اخلاق کے اعتبار سے وہ میرے ساتھ میرے تمام صحابہ سے زیادہ مشابہ ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ سیدہ رقیہؓ اپنے شوہر سے ناراض ہو کر ہادی ﷺ سے شکایت کرنے آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے شوہر کی شکایت کرے۔ جاؤ اپنے گھر بیٹھو (۳۵A)

"سیدہ رقیہؓ کی مرض الوفات میں تیمار داری کا انتظام

نبی رحمت ﷺ رمضان ۲ ہجری میں جب غزوہ بدر کے لئے روانگی کی تیاری فرمارہے تھے تو اتفاق سے سیدہ رقیہ بیمار پڑ گئیں۔ اس موقعہ پر مجاہدین کی قلت اور ایک ایک مجاہد کی ضرورت کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو سیدہ رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے گھر ہی رہنے کا حکم دیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بھی ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمانؓ نے غزوہ بدر میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

ان لک اجر رجل ممن شھد بدراً وسھمہ (۳۶)

بے شک آپ کے لئے غزوہ بدر میں حاضر ہونے والوں کے برابر اجر اور غنیمت میں برابر حصہ ہوگا۔

حضرت عثمانؓ یہ سن کر مطمئن ہوگئے اور سیدہ رقیہؓ کی تیمارداری میں کوئی کسر نہ اٹھار کھی مگر اللہ کریم کو یہی منظور تھا کہ سیدہ رقیہؓ اپنے ابا جان ﷺ کی میدان بدر سے فاتحانہ واپسی سے چند دن قبل ہی جنت کو سدھاریں۔ اور آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل ہی جنت البقیع میں دفن کردی گئیں۔ (۳۷)

بیٹی رقیہؓ کی قبر پر تشریف آوری

نبی رحمت ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ منورہ پہنچے اور اللہ و رسول ﷺ اور دین کی خاطر دو مرتبہ ہجرت کی صعوبتیں اٹھانے والی صاحبزادی کی رحلت کی خبر سنی تو انتہائی غم واندوہ کا لاحق ہونا ایک فطری امر تھا۔ شدید غم کا ایک سبب ظاہر ہے اپنی لخت جگر کے کفن دفن اور جنازہ میں شامل نہ ہو سکنا اور آخری دیدار نہ کر سکنا بھی تھا۔ واپسی پر آپ ﷺ سیدہ رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا فرمائی۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ساتھ تھیں بہن کے فراق میں قبر پر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو ابا جان ﷺ نے از راہ شفقت ان کے چہرہ سے خود اپنے ہاتھ یا کپڑے سے آنسو صاف کئے اور انہیں صبر کی تلقین فرمائی۔(۳۸)

بیٹی رقیہؓ کے صاحبزادے کے انتقال پر آنسو

نبی رحمت ﷺ کو جس طرح اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ کی اولاد سے محبت اور تعلق خاطر تھا۔ ٹھیک اسی طرح بیٹی رقیہؓ کی اولاد سے بھی محبت اور پیار تھا۔ حضرت عثمانؓ سے سیدہ رقیہؓ کا ایک بچہ حبشہ کے قیام میں ناتمام پیدا ہوا۔ دوسرا بچہ بھی وہیں پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسی بچے کی نسبت سے سیدنا عثمانؓ کی کنیت "ابو عبداللہ" مشہور ہوئی۔

سیدنا عثمانؓ اور سیدہ رقیہؓ جب حبشہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے مدینہ منورہ آگئے تو ظاہر ہے بیٹا بھی ساتھ آگیا۔ اس بچے کی عمر کوئی چھ برس کی ہوئی تو ایک ظالم مرغ نے ٹھونگ لگا کر آنکھ میں زخم کر دیا جس سے یہ معصوم بچہ جانبر نہ ہو سکا اور اپنی ماں کے بعد ۴ ہجری میں فوت ہو گیا۔(۳۹)

اس بچے کا جب انتقال ہوا تو حضور ﷺ کو اپنے اس نواسے کے انتقال کا جو آپ ﷺ کی صاحبزادی کی ایک نشانی تھا انتہائی غم تھا۔ اس غم میں آپ ﷺ نے بچے

کو جب گود میں لیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: "انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء" یہ رحمت کے آنسو اللہ کریم اپنے رحم دل بندوں کی آنکھوں سے جاری کر دیتا ہے۔ اس کے بعد بنفس نفیس نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت عثمانؓ نے قبر میں داخل ہو کر دفن کر دیا۔ (۳۰)

صاحبزادی سیدہ ام کلثوم اور شفیق باپ

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے سیدہ رقیہؓ کے بعد نبی کریم ﷺ کی تیسری حقیقی و صلبی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضور ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو آنحضرمہ بھی اپنی امی جان اور دیگر ہمشیرگان کے ہمراہ اسلام لا کر "السابقون الاولون" میں داخل ہو گئیں۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح اعلان نبوت سے قبل اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر رکھا تھا مگر ابھی رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ ابولہب اور اس کی بیوی اپنی ازلی بدبختی کے باعث جب اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ بلاوجہ انتہائی دشمنی حد درجہ ہتک آمیز اور اذیت رساں رویے پر اتر آئے جس کے نتیجے میں قرآن مجید کی سورہ تبت یدا کا نزول ہوا تو انہوں نے محض دشمنی رسول ﷺ میں اپنے مذکور بیٹوں سے حضور ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلوا دی۔ (۳۱)

عتیبہ ملعون نے دختر رسول ﷺ سیدہ ام کلثوم کو نہ صرف طلاق دی بلکہ اس موقعہ پر حضور ﷺ کے ساتھ انتہائی بدتمیزی اور گستاخی کے ساتھ پیش آیا۔ چنانچہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ:

> "عتیبہ نے جب سیدہ ام کلثومؓ کو چھوڑ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گستاخانہ لہجے میں حضور ﷺ سے

کہا! میں نے تمہارے دین کا انکار کیا اور تمہاری بیٹی کو چھوڑ دیا۔ نہ تم مجھ سے محبت رکھو اور نہ میں تم سے محبت رکھوں گا۔ پھر اس مردود نے اس زبانی کلامی بد تمیزی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ پر جھپٹ پڑا اور آنحضور ﷺ کی قمیص مبارک بھی پھاڑ دی۔ بعد ازاں تاجروں کے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام کی طرف نکل کھڑا ہوا۔ اس انتہائی جسارت پر زبان نبوتؐ پر یہ بد دعائیہ کلمات آ گئے کہ: "اے اللہ! اس مردود پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط فرما دے"۔ زبانِ نبوی ﷺ سے نکلی ہوئی یہ بد دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ شام میں ایک جگہ جب قافلے نے پڑاؤ کیا تو رات کو ایک شیر نے سارے قافلے میں عتیبہ مردود کو ڈھونڈا اور سونگھ کر اس کا تیاپانچا کر دیا۔ (۴۲)

یہ روایت فنی اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے مگر درایتاً بعید نہیں کہ عتیبہ مردود اپنے بدبخت ماں باپ کی طرح حضور ﷺ سے گستاخانہ پیش آیا ہو اور اس گستاخی پر بد دعائے رسول ﷺ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک شیر کو مسلط فرما دیا ہو۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنی اس صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور ان کی سوتیلی والدہ محترمہ سیدہ سودہ بنت زمعہؓ خادمہ اُمّ ایمن اور اپنے غلام زادے اسامہؓ کو بطور خاص دو آدمی اور سواریاں بھیج کر اپنے ہاں مدینہ منورہ منگوا لیا تھا۔ (۴۳)

سیدہ اُمّ کلثومؓ کی شادی

حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہؓ زوجہ محترمہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا غزوہ بدر کے موقعہ پر ۲ ہجری میں جب انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے پہلی بیٹی سے حضرت عثمانؓ کے حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے اس دوسری صاحبزادی (سیدہ ام کلثومؓ) کا نکاح بھی ۳ ہجری میں ان سے کر دیا۔ (۴۴)

ایک روایت میں اس نکاح کا تذکرہ کچھ یوں ہے کہ : نبی رحمت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا : اے عثمان! یہ جبریل امین ہیں جو خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر رقیہؓ کے لئے مقرر ہوا تھا اتنا ہی ام کلثوم کے لئے ہو اور ان کے ساتھ گزران اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق کرنا ہو گی۔(۳۵) اور یوں حضرت عثمانؓ نے " ذی النورین " ہونے کا وہ عظیم شرف حاصل کیا جو آج تک دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔(۳۶)

سیدہ ام کلثومؓ کے انتقال پر غم

اولاد کے ساتھ انسان کو جو فطری محبت اور تعلق خاطر ہوتا ہے وہ ہر صاحب اولاد آدمی پر مخفی نہیں۔ پھر اگر یہ اولاد خدانخواستہ اپنے مہربان ماں باپ کو ان کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے جائے تو ماں باپ کو طبعی طور پر جو قلبی رنج، دکھ، غم اور صدمہ پہنچتا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ اولاد کے انتقال پر انتہائی حوصلہ، برداشت اور صبر جمیل کا کمال نمونہ دکھانے کے لئے بھی شاید اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمالیا تھا۔ چنانچہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے بیٹے اور بیٹیاں آپ ﷺ کی زندگی میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں اور آپ ﷺ نے اپنے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کی وفات پر صبر کا وہ بہترین نمونہ پیش فرمایا جس کی نظیر تاریخ انسانیت میں ملنا مشکل ہے۔

گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ کے تینوں صاحبزادوں کا بچپن میں ہی بقضائے الٰہی انتقال ہو گیا تھا۔ ۲ ھ میں بیٹی سیدہ رقیہؓ اور پھر ۸ ھ میں بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ نے انتقال فرمایا۔ اب شعبان ۹ ہجری میں تیسری لخت جگر سیدہ ام کلثومؓ بھی اپنے معصوم باپ ﷺ کو داغ مفارقت دیتے ہوئے راہی آخرت

ہوئیں(۴۷) (انا للہ و انا الیہ راجعون)

نبی رحمت ﷺ نے بطور خاص اپنی زیر نگرانی اس لخت جگر کے غسل اور کفن کا انتظام کرایا- غسل دینے والی صحابیات کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ بیری کے پتوں والے پانی سے تین پانچ یا سات بار (طاق مرتبہ) غسل دلائیں اور آخر میں کافور کی خوشبو لگائیں- جب غسل دے دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کفن کے کپڑے غسل دینے والی خواتین کو اس ترتیب سے پکڑائے کہ پہلے ایک چادر پھر قمیص پھر ایک اوڑھنی اس کے بعد ایک اور چادر اور آخر میں ایک بڑی چادر دی جس میں مرحومہ کا تمام جسم لپیٹ دیا گیا-(۴۸)

ایک روایت میں ہے کہ اپنا ازار بند عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: کہ میری لخت جگر کو میرا یہ ازار بند پہناؤ-(۴۹)

آپ ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھا کر آنمحترمہ کی مغفرت اور بلندی درجات کا سامان کیا-(۵۰) اور پھر اپنی لخت جگر کو فرط غم سے اس حال میں سپرد خاک کر دیا کہ صابر باپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے-(۵۱)

بیٹی فاطمۃ الزہراؓ اور رحیم و شفیق باپ ﷺ

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے نبی کریم ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو باختلاف روایت ۱ نبوی یا حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ان دنوں پیدا ہوئیں جب قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر کر رہے تھے-(۵۲) یہ وہ خوش نصیب صاحبزادی ہیں جو اپنے سید الاولین والآخرین باپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی چھ ماہ زندہ رہیں اور انہی کی اولاد سے نبی کریم ﷺ کی نسل دنیا میں چلی-(۵۳)

حدیث' سیرت طیبہ اور تاریخ کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی رحمت

ﷺ کو اپنی اس صاحبزادی سے انتہائی محبت اور حد درجہ تعلق خاطر تھا۔ اور اس کی وجہ ان کے خداداد فضل و مناقب صوری و معنوی محاسن و اخلاق' دنیا سے بے رغبتی' عفت و پاکدامنی اور چال ڈھال و سیرت و عادات میں اپنے عظیم باپ ﷺ کی عین تصویر ہونے (۵۴) کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ حضور ﷺ کی دیگر ساری اولاد (تینوں بیٹے اور تینوں بیٹیاں) آپ ﷺ کی زندگی میں ہی بقضائے الٰہی انتقال فرما گئی تھیں۔ اب قدرتی و فطری طور پر رحمۃ للعالمین باپ ﷺ کی ساری پدرانہ رحمتوں شفقتوں کا محور و مرکز یہی بیٹی رہ گئی تھیں۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق تمام اہل بیت میں رسولِ مقبول ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب خاتون سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ تھیں۔ (۵۵)

دوسرے اس بے مثال اور حد درجہ شفقت و رحمت میں شاید تعلیم امت کا پہلو بھی مد نظر تھا۔ جس کے ذریعے آنحضور ﷺ نے دور جاہلیت کی ذہنیت اور عام رویے کے برعکس عملی طور پر اپنی امت کو بتایا کہ صرف بیٹے اور اولاد نرینہ ہی باپ کی توجہ عنایت اور محبت کی حقدار نہیں بلکہ بیٹیاں بھی پدرانہ محبت و شفقت اور عزت و احترام میں بھائیوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں بلکہ صنف نازک اور طبعی طور پر کمزور ہونے کے ناطے نسبتاً باپ کی زیادہ توجہ کی سزاوار ہیں۔ ذیل میں ہم اس عظیم بیٹی کے ساتھ عظیم باپ ﷺ کی بے مثال محبت و شفقت تعظیم و توقیر' لحاظ اور پاسداری کے چند واقعات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی شادی

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت جیسا کہ ابھی گزرا اگر راجح مانی جائے تو ۲ ہجری میں آنمحترمہ کی عمر پندرہ سال بنتی ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل تسلیم کی جائے تو اٹھارہ انیس سال

جنتی ہے۔ بہر حال اب نبی کریم ﷺ نے اپنی اس صاحبزادی کی شادی کا فریضہ ادا کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرداً فرداً سیدہ فاطمہؓ کے ساتھ عقد نکاح کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک سے فرمایا: میں اس کے معاملے میں ابھی فیصلے کی انتظار میں ہوں۔(۵۶) یہ انتظار غالباً خدائی فیصلے کی ہو گی کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ما انا ازوج بناتی ولکن اللہ یزوجھن (۵۷)

میں خود اپنی بیٹیوں کے نکاح و شادی کا فیصلہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالی ان کے نکاحوں اور شادیوں کا فیصلہ فرماتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی تمام صاحبزادیوں کے نکاح باذن الٰہی ہوئے تھے۔ گویا یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح اذن خداوندی کے بغیر نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ کا کوئی داماد آپ ﷺ کی صاحبزادی پر کوئی سوکن نہیں لا سکتا تھا۔(۵۸) اس ممانعت کی وجہ اور مزید وضاحت انشاء اللہ آگے آئے گی۔

جب من جانب اللہ اجازت ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب کیساتھ آنمحترمہ کی شادی کا انتظام فرمایا۔(۵۹) سیدنا ابو بکر و عمر کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہؓ کے ساتھ عقد نکاح کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کو کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا گھوڑا تو لڑائی کے لئے ضروری ہے زرہ فروخت کر ڈالو۔ حضرت علی نے وہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ زرہ ۴۸۰ درہم میں فروخت کر دی اور رقم لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی۔

سیدہ فاطمہؓ کا جہیز

آپ ﷺ نے اسی رقم سے سیدہ فاطمہؓ کے لئے خوشبو اور ان کا علیحدہ گھر بسانے کے لئے ضروری گھریلو استعمال کا سامان (آج کی اصطلاح میں جہیز) خرید ا- اس موقعہ پر سیدہ نساء اہل الجنہ اور شہنشاہ دو عالم ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی کے لئے جو مختصر اور معمولی سامان خرید ا گیا وہ جس انتہائی سادگی اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے تکلفات اور شادی کی مروجہ ہندوانہ رسومات (بارات 'مہندی' مایوں' ڈولی' منگنی پر انگوٹھی پہنائی' بینڈ باجہ وغیرہ) سے ہٹ کر عقد نکاح اور رخصتی ہوئی اس کا ہمارے موجودہ معاشرے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا- سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے وقت مہر کی رقم سے خرید کر جو سامان دیا گیا تھا- وہ یہ ہے:

۱- ایک بڑی چادر

۲- ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (ایک گھاس) سے بھرا ہوا تھا-

۳- ایک چکی (آٹا پیسنے کے لئے)

۴- ایک مشکیزہ

۵- دو گھڑے (۱۰)

پھر سیدہ ہونے کے کمال زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ آنحضرتؐ نے عام نسوانی جذبات و خواہشات کے برعکس زندگی بھر اس گھریلو سامان میں اضافہ کی کبھی کوشش نہیں فرمائی-

مروجہ جہیز سنت نبوی نہیں

مروجہ جہیز یعنی شادی کے موقعہ پر والدین کا اپنی گرہ سے سامان جہیز خرید کر لڑکی کے ساتھ بھیجنے کو عموماً سنت نبوی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے- اس غلط فہمی کا ازالہ یہاں ضروری ہے- اس مغالطہ کا باعث دراصل دو روایت ہے

جسے امام احمد بن حنبل اپنی مسند (۶۱) میں، حاکم اپنی مستدرک (۶۲) میں اور امام نسائی اپنی سنن (۶۳) وغیرہ میں قریباً ایک جیسے الفاظ کے ساتھ لائے ہیں۔ سنن نسائی کے الفاظ یہ ہیں:

عن علی رضی الله عنه قال جهز رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطمة فی خمیل و قربة و سادة حشوها اذخر۔

حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب فاطمہ الزہراءؓ کو تیار کیا ایک چادر، مشکیزے اور ایک تکیے میں جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

اس روایت سے "مروجہ جہیز" کو سنت نبویؐ سمجھنا بوجوہ غلط ہے۔

اولاً: اس روایت میں موجود لفظ "جہز" کو "جہیز دینا" کے معنی میں استعمال کرنا لغتاً غلط ہے۔ جہز کا مصدر تجہیز ہے اور تجہیز کے معنی مطلق تیاری کے ہیں۔ مثلاً

۱۔ جب ایک جماعت کے لئے رخت سفر مہیا کیا جائے تو کہیں گے۔ جهز القوم۔

۲۔ اسی طرح جهز الغازی کا مطلب ہے غازی کے لئے سامان حرب مہیا کرنا۔

۳۔ جہز فلاناً کے معنی ہیں فلاں کے لئے رخت سفر تیار کرنا۔

۴۔ جہز العروس کے معنی ہیں دلہن کا سامان مہیا کرنا۔

۵۔ جہز المیت کا معنی ہے مردے کے کفن وغیرہ کا سامان مہیا کرنا۔

اس تصریح سے واضح ہو گیا ہو گا کہ جہز تجہیزاً کے معنی ہیں کسی مقصد کے لئے کسی کو تیار کرنا۔ اس تیاری کے ساز و سامان کو عربی میں جہاز کہتے ہیں۔ قرآن مجید

میں ہے۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (سورۃ یوسف :۵۹)

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان (بھائیوں) کا سامان (راشن) تیار کر دیا۔

اب یہاں یہ معنی تو نہیں لیا جا سکتا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو جہیز دیا۔اسی طرح کئی ایک احادیث ہیں جن میں جہز کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر وہاں "جہیز" کا معنی لینا ٹھیک نہیں۔مثلاً

سنن ابن ماجہ میں ہے :

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى عليا و فاطمة وهي في خميل لهما و الخميل القطيفة البيضاء من الصوف قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم جهز هما بها۔(۲۴)

رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لائے تو وہ دونوں اس وقت اون کی سفید چادر میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس چادر کے ساتھ تیار کیا تھا۔

اب اگر جہز کے معنی جہیز لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ نے بیٹی کے ساتھ اپنے داماد کو بھی جہیز دیا۔جو عقلاً نقلاً اور عرفاً غلط ہے۔

عن عائشه و ام سلمة قالتا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نجهز فاطمة حتى ندخلها على علي فعمدنا الى البيت ففرشناه ترابا لينا من اعراض البطحاء الخ (۲۵)

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم فاطمۃ الزہراءؓ کو تیار کر کے علی المرتضیٰؓ کے پاس

داخل کر دیں چنانچہ ہم اس تیاری کے ضمن میں گھر کی طرف متوجہ ہوئیں اسے سرزمین بطحا کی نرم مٹی سے پلستر کیا۔ اس کے بعد گھر کی دوسری تیاری کا تذکرہ ہے۔

اب اس روایت میں بھی جہز کا معنی "جہیز" دینا کسی قیمت پر نہیں لیا جا سکتا۔

غزوہ خیبر کے موقعہ پر ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی کے ساتھ دوران سفر حضور ﷺ کے نکاح کا تذکرہ یوں ہے۔

حتی اذا کان بالطریق جھزتھا له ام سلیم فاھدتھا الیه من اللیل الخ (۶۶)

جب آپ ﷺ نے رستے میں قیام کیا تو حضرت ام سلیم نے آپ ﷺ کے لئے حضرت صفیہؓ کو تیار کیا اور رات کے وقت آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔

اب یہاں بھی جہز کا معنی "جہیز دینا" نہیں لیا جا سکتا۔

المختصر جہز کا معنی جہیز دینا نہیں بلکہ مطلق ہر قسم کے رخصت کے لئے ہے صرف دلہن کے لئے نہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ اصطلاح "جہیز" کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ ہی موجود نہیں۔ البتہ اب جہیز کے لئے ایک عربی لفظ ایجاد ہوا ہے اور وہ ہے "البائنہ" لیکن یہ لفظ مولد (۶۷) ہے اور مولد کے معنی یہ ہیں کہ یہ لفظ قدیم عربی لغت میں موجود نہ تھا۔ اب اسے ضرورت کے ماتحت پیدا کیا گیا ہے یا ملایا گیا ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس مفہوم کے لئے عربی میں کوئی لفظ ہی موجود نہیں وہ سنت رسول ﷺ کیسے ہو گیا؟۔

ثانیاً: مروجہ جہیز کو سنت نبوی ﷺ سمجھنا اس لئے بھی صحیح نہیں کہ ﷺ کی دیگر تینوں صاحبزادیوں کو اتنا سامان بھی نہیں دیا گیا اور حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمین اور عادل و منصف ذات سے یہ بات بعید ہے کہ آپ ﷺ اپنی اولاد مبارکہ میں کسی قسم کا

ترجیحی سلوک روا رکھیں۔

جہاں تک ظاہری معاملات کا تعلق ہے ان میں کسی لڑکی یا لڑکے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینا خلاف شرع ہے۔ آپ ﷺ ہی کا ارشاد ہے:

ساووا بین اولادکم فی العطیة فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء (۲۸)

تم عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان برابری کرو۔ اگر کسی کی تفضیل یا ترجیح جائز ہوتی تو میں عورتوں کو فضیلت دیتا۔

اس سے بھی واضح ایک روایت یوں ہے: "حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں میرے والد (بشیر) نے مجھے بطور ہبہ کوئی چیز عطا کی میری والدہ نے ان سے کہا کہ اس ہبہ پر رسول مقبول ﷺ کو گواہ بناؤ۔ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے حضور ﷺ کے پاس لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس لڑکے کی ماں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اسے بطور ہبہ کچھ دوں چنانچہ میں نے اس کے نام ہبہ کر دیا اب کہتی ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ ﷺ کو گواہ بناؤں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تمہاری کوئی اور اولاد بھی ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے سب کو اسی طرح ہبہ کیا ہے جس طرح اس لڑکے کو کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: تب مجھے اس پر گواہ نہ بنا کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ تمام اولاد کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو ان میں برابری کرے۔ (۲۹)

معلوم ہوا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جہیز (اگر اسے جہیز کا نام دیا جا سکے) حضور ﷺ کی طرف سے کوئی عطیہ نہ تھا ورنہ آنجنابؐ باقی صاحبزادیوں کو بھی ضرور عنایت فرماتے۔

۳۔ ثالثاً: جس طرح قرآن کا بعض، بعض کی تفسیر اور وضاحت کرتا ہے اسی طرح

بعض احادیث بھی بعض کی وضاحت اور تفصیل بیان کرتی ہیں۔ سنن نسائی کی مذکورہ بالا حدیث میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے حوالے سے حضرت فاطمہؓ کو سامان جہیز دینے کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے جس سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ سامان حضور ﷺ نے اپنے پاس سے دیا تھا۔ اس کے مقابلے میں دیگر بہت سی روایات ہیں جن میں یہ بات صراحت سے مذکور ہے کہ یہ مختصر سامان اسی رقم سے خریدا اور تیار کیا گیا تھا جو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی زرہ بیچ کر بطور مہر پیشگی آنجناب کی خدمت اقدس میں پیش کردی تھی۔ زرقانی (۷۰) شرح المواہب اللدنیہ میں ہے۔

"آخر میں (علی المرتضیٰؓ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا کہ کیا آپ ﷺ فاطمہؓ کو مجھ سے بیاہنا پسند فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے پاس (مہر کے لئے) کچھ (مال) ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میرا گھوڑا ہے یا زرہ۔ فرمایا گھوڑے کی تو بہر حال تمہیں ضرورت رہے گی۔ رہی زرہ تو اسے فروخت کر دو۔ چنانچہ میں نے عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ چار سو اسی درہم میں فروخت کردی۔ اس کے بعد عثمانؓ نے وہ زرہ بھی واپس کردی۔ حضرت علیؓ وہ زرہ اور رقم لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے حضور ﷺ نے عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ پھر میں (علیؓ) رقم لے کر آیا اور حضور ﷺ کی گود میں رکھ دی۔ حضور ﷺ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فرمایا: بلال! اس رقم کی خوشبو خرید کر ہمارے پاس لاؤ۔ ابن خیثمہ نے حضرت علیؓ کی زبانی جو روایت بیان کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ: ان چار سو اسی درہم کی تہائی خوشبو میں صرف کی جائے --- پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان (فاطمہؓ) کا سامان مہیا کریں۔ چنانچہ ان کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کی کھال بھری تھی تیار کیے گئے۔ (۷۱) ایک شیعہ عالم کی

روایت اس سے بھی زیادہ واضح ہے - اس میں مذکور ہے کہ: "حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ جب زرہ بیچ کر رقم آپ ﷺ کی جھولی میں ڈال دی تو آپ ﷺ نے اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کیں اور فرمایا- اس رقم سے فاطمہؓ کے لئے کپڑے اور گھر کا سامان خرید و- چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر اور دیگر صحابہ بازار گئے - باقی صحابہ مختلف اشیاء حضرت ابوبکرؓ کو دکھاتے اور مشورہ طلب کرتے جس چیز کو حضرت ابوبکرؓ پسند فرماتے وہ خرید لی جاتی- چنانچہ اس طرح ایک قمیص 'ایک اوڑھنی 'ایک خیبری سیاہ چادر 'ایک بنی ہوئی چارپائی 'بستر کے دو گدے 'ایک صوف کا کپڑا 'ایک چمڑے کا مشکیزہ دودھ کے واسطے لکڑی کا ایک مٹی کا کوزا 'یہ سامان جب آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: بارك الله لاهل البيت (۷۲) باری تعالیٰ اہل بیت کے لئے برکت عطا فرمائے۔

علاوہ ازیں شیعہ سنی ہر دو مکاتب فکر کی کتب مثلاً ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ 'تاریخ طبری 'التاریخ لامام بخاری 'کتاب السنن لسعید بن منصور 'مناقب ابن شہر آشوب 'کشف الغمہ لعلی بن عیسیٰ اربلی 'بحار الانوار لملا باقر مجلسی وغیرہ میں یہ امر بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ یہ سارا سامان حضرت علی المرتضیٰؓ کی پیش کردہ رقم مہر سے خریدا گیا تھا نہ کہ حضور ﷺ کے اپنے مال سے-

انہیں روایات میں مناقب لاخطب خوارزم کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن سے اچھی طرح مترشح ہوتا ہے کہ یہ سامان "مروجہ سامان جہیز" نہ تھا بلکہ ایک ضرورت تھی جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا- حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جا اور اپنی زرہ بیچ کر رقم میرے پاس لا- حتی اهيئ لك ولا بنتي فاطمة ما

یصلحکما الخ (۷۳)
(تاکہ میں تمہارے لئے اور اپنی بیٹی فاطمہ کے لئے وہ سامان تیار کروں جس کی تمہیں ضرورت ہوگی)۔

رابعاً: قرآن وسنت اور کتب فقہ میں ازدواجی زندگی کی پوری تفاصیل موجود ہیں۔ قرآن نے ہدایات دیں اور صاحب قرآن علیہ التحیۃ والتسلیم نے معاشرے میں ان کی عملی تفسیر فرمائی۔ عہد نبویؐ اور پھر خلفائے راشدین کے زمانے میں ازدواجی زندگی سے متعلق مختلف مسائل سامنے آئے اور ہر پیش آمدہ مسئلے کا حل بتادیا گیا مثلاً جائز ناجائز رشتے' نکاح طلاق' ظہار' ایلا' لعان' خلع' مفقود الخبر' حلالہ' مہر' عورت' حضانت' رضاعت' تجدید نکاح' عقد ثانی' نان نفقہ وغیرہ۔ ان تمام مسائل میں جو چیز نظر نہیں آتی وہ مسئلہ جہیز ہے۔ پھر یہ کہ قرون اولیٰ کی شادیوں میں اس کا کہیں وجود نظر نہیں آتا۔ قرآن وسنت' کتب فقہ اور قرون اولیٰ کی شادیوں میں جہیز کا نہ پایا جانا بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ سنت نہیں۔ ورنہ وہ لوگ ہم سے کہیں زیادہ متبع سنت تھے۔

سیدہ فاطمہؓ کے لئے مکان کی تیاری

اہل علم کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے کئی سال قبل جب ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا اور حضرت ابو طالب کثیر العیال ہونے کی وجہ سے قحط سالی کی شدید لپیٹ میں آگئے تو نبی رحمت ﷺ نے اپنے مہربان چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علی بن ابی طالب کو بچپن سے ہی اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ (۷۴) جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت علیؓ دس سال کے ہو چکے تھے۔ چنانچہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا اعزاز انہیں ہی حاصل ہوا اور پھر تعلیم وتربیت نبویؐ' صحبت نبویؐ اور فیض ونگاہ نبوتؐ نے ہی انہیں آگے چل کر " اسد اللہ الغالب" "کرم اللہ وجہہ" فاتح خیبر' حیدر کرار اور المرتضٰے جیسے منفرد القاب کا

مستحق ٹھہرایا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ عقد نکاح تک حضور ﷺ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اب نکاح کے بعد سیدہ کی رخصتی کے لئے علیحدہ مکان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے علیحدہ مکان کا انتظام فرمایا اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ بیٹی فاطمہؓ کی رخصتی کے لئے مکان کی تیاری کی جائے۔ اس کام میں سیدہ ام سلمہؓ بھی ان کی معاون تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم نے اس کام کی تیاری شروع کی اور وادی بطحا سے اچھی قسم کی مٹی منگوائی۔ اس مکان کو لیپا پوتا اور صاف کیا پھر ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال درست کر کے دو گدے تیار کئے اور خرما اور منقیٰ سے خوراک تیار کی اور پینے کے لئے شیریں پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونے میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ جب مذکورہ بالا انتظامات مکمل ہو چکے تو اس پر حضرت عائشہؓ کا تبصرہ تھا۔

فمارأینا عرسا احسن من عرس فاطمۃ (۷۵)

ہم نے فاطمہ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔

شب زفاف حضور ﷺ حجرہ عروسی میں تشریف لائے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اس پانی میں کلی کر کے اور ہاتھ دھو کر اسے متبرک بنایا اور پھر دونوں میاں بیوی کے سینے اور چہرے پر اسے چھڑک کر ان کے لئے دعا کی۔ (۷۶)

سیدہ فاطمہؓ کی رہائش کو قریب لانا

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی شادی کے بعد جس گھر میں رخصتی ہوئی وہ کاشانہ نبوی سے تھوڑے سے فاصلے پر تھا۔ حضور ﷺ ایک دن تشریف لائے اور فرمایا بیٹی!

میں چاہتا ہوں کہ تمہاری رہائش کہیں اپنے قریب لاؤں۔ سیدہ نے عرض کیا۔ ابا جان! اس سلسلے میں آپ حارثہ بن نعمان سے بات کریں کہ وہ مجھے اپنا مکان دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حارثہ ہمیں پہلے ہی کئی مکان دے چکے ہیں۔ اب اس سلسلے میں ان سے بات کرتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ باپ بیٹی کی یہ بات کسی طرح حضرت حارثہؓ کو پہنچی تو وہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ ﷺ سیدہ فاطمہؓ کو اپنے قریب لانا چاہتے ہیں۔ تو یہ میرا غریب خانہ ہے جو بو نجار کے گھروں میں سب سے زیادہ کاشانہ نبویؐ کے قریب ہے۔ بے شک میں اور میرا مال سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! قسم خدا جو مال آپ اس خادم سے قبول فرمائیں گے وہ مجھے اس مال سے زیادہ پسند ہوگا جو آپ ﷺ چھوڑ دیں گے۔ محب صادق کی اس بات کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی ان کے لئے برکت کی دعا کی اور یوں سیدہ فاطمہؓ اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گھر میں منتقل ہو گئیں (۷۷)

حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ میں خانگی امور کی تقسیم کر دینا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے وہاں بچپن سے جیسے پیچھے گزرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت اور تعلیم و تربیت میں رہنے اور پھر داماد ہونے کے ناطے سے آپ ﷺ کے ایک قسم کے بیٹے بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؓ اور داماد حضرت علی المرتضیٰؓ کے خانگی معاملات کو خوش اسلوبی، ہم آہنگی اور باہمی احترام سے چلانے کے لئے ان میں خود ہی تقسیم کار فرما دی تھی۔ کیونکہ گھروں میں اکثر جھگڑے اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تقسیم کار کا تعین کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "فاطمہؓ گھر کا کام کاج سر انجام دیں گی اور علیؓ گھر سے باہر کے کام سر انجام دیں گے

-(۷۸)

خادم کی بجائے تسبیحات کی تعلیم

خانگی امور میں نبی کریم ﷺ کی تقسیم کے مطابق گھر کا سارا کام کاج سیدہ فاطمہؓ خود کرتیں - چکی خود پیستیں' پانی خود بھرتیں' کھانا خود پکاتیں' کپڑے خود دھوتیں' چھوٹے بچوں کو نہلانے دھلانے کا کام اس کے علاوہ تھا- مالی اعتبار سے سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ہاں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ سیدہ کو کم از کم ایک خادم ہی رکھ دیں- ایک مرتبہ مال غنیمت میں بہت سے غلام اور کنیزیں آئیں- حضرت علیؓ نے سیدہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کو غلام اور کنیزیں عنایت فرما رہے ہیں تم بھی ایک خادم کا مطالبہ کرو' جو گھریلو کام کاج میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے- سیدہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں مگر وہاں کچھ لوگوں کو بیٹھے دیکھ کر بہ حیاء کا پتلا واپس لوٹ آئیں- بعد ازیں نبی کریم ﷺ خود بیٹی کے گھر تشریف لائے- علی المرتضیٰؓ بھی موجود تھے- آپ ﷺ نے پوچھا- بیٹی! کیسے آئی تھیں؟ سیدہ فاطمہؓ تو حیاء کی بنا پر خاموش رہیں مگر حضرت علیؓ نے بتایا کہ فاطمہؓ گھر کا کام کاج خود کرتی ہیں- چکی پیستی ہیں تو ہاتھ میں چھالے پڑ جاتے ہیں- پانی لانے کے لئے مشکیزہ خود اٹھاتی ہیں جس کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں- آنجناب ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے تو میں نے ہی ان سے کہا کہ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خادم طلب کرو تاکہ تم مشقت اٹھانے سے بچ سکو- ارشاد ہوا بیٹی! تجھے اپنے فرائض اور خانگی امور خود سرانجام دینا چاہیں- خادم کی جگہ رات کو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو- یہ سو عدد کلمات ہیں جو تمہارے لئے خادم سے بہتر ہیں- یہ سن کر سیدہ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے راضی ہوں-(۷۹)

بیٹی فاطمہؓ اور علیؓ میں صلح کرنا

شادی شدہ حضرات خوبی جانتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان بعض اوقات وقتی طور پر ناراضگی رنجش اور گلہ شکوہ کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی اور عام سی بات ہے۔ سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ میں جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوتی تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً دونوں میں صلح کرا دیتے۔ ایک مرتبہ میاں بیوی میں اس طرح کی صورتِ حال حضور ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ عفت مآب بیٹی نے باپ کے لئے بستر بچھا دیا۔ آپ ﷺ اس پر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ کے ایک طرف سیدہ فاطمہؓ اور دوسری طرف حضرت علیؓ آکر لیٹ گئے۔ (شاید ایک ہی بستر گھر میں ہوگا) حضور ﷺ نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر آپس میں صلح کرا دی اور خوش و خرم باہر تشریف لائے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے تھے تو آپ ﷺ کے چہرہ انور پر ملال کے اثرات نمایاں تھے اور اب باہر تشریف لائے ہیں تو آپ ﷺ کے چہرہ پر ہم خوشی و مسرت کو ملاحظہ کر رہے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں کیوں نہ خوش ہوں جب کہ میں نے ایسے دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دی ہے جو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (۸۰)

اسی طرح جب ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰؓ سیدہ فاطمہؓ سے ناراض ہو کر مسجد آکر زمین پر لیٹ گئے اور حضور ﷺ کو سیدہ فاطمہ سے ان کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور علی المرتضیٰؓ کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے ہوئے ازراہ محبت و شفقت دو مرتبہ فرمایا "اجلس یا ابا تراب" اے ابو تراب اٹھ کر بیٹھ جاؤ (۸۱) ظاہر ہے اس انداز کرم کا مطلب ان کو گھر لے جانا اور میاں بیوی کے

درمیان صلح کرانا ہی تھا۔

بیٹی فاطمہؓ پر سوکن کا سن کر ناراض ہونا

صحیحین اور بعض دیگر کتب حدیث و سیرت میں حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے: "حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فتح مکہ کے بعد ایک مرتبہ ابو جہل کی بیٹی (جویریہ) سے نکاح کرنا چاہا۔ یہ معاملہ جب حضور ﷺ کے علم میں آیا اور ابو جہل کے خاندان والوں نے اس سلسلے میں حضور ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے بر سر منبر اور علی الاعلان ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں بنو ہشام بن المغیرہ کو اجازت نہیں دوں گا۔ الا یہ کہ ابو طالب کا بیٹا (علیؓ) میری لخت جگر کو طلاق دے دے اور ان (بنو ہشام) کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے بے قرار کرے گا وہ مجھے بے قرار کرے گا جو اسے اذیت پہنچائے گا وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ مگر قسم بخدا! اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہوں گی۔ حضور ﷺ کی یہ ناراضگی دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے منگنی کا ارادہ ترک کر دیا۔ (۸۲)

اس ممانعت کی توجیہ میں شارحین حدیث امام نووی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے بہت سے اقوال لکھے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ (۸۳) تاہم اس ممانعت کی ایک وجہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر آنے والی سوکن کے ایمان کا تحفظ بھی تھی جس کی طرف اشارہ کبار اور مستند علماء نے کیا ہے۔ مثلاً بقیۃ السلف استاذی المکرم مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے اپنی مدلل اور تحقیقی کتاب "بنات اربعہ" میں اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: "پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنجناب ﷺ کا اپنی بیٹیوں پر سوکن آنے کا منع کرنا صرف اپنی بیٹیوں کی خاطر نہ ہو بلکہ ان کی آئندہ

ہونے والی سوکنوں کے اپنے ایمانی تحفظ کے لئے ہو۔ سوکنیں جب کبھی آپس میں الجھتی ہیں تو ایک دوسری کے خاوند یا سسرال کو برا نہیں کہتیں۔ شعلہ عتاب اٹھتا ہے تو ایک دوسری کے میکے والوں کے خلاف' مثلاً حضرت فاطمہؓ سے اگر کہیں ہو جل کی رو ائی میں جملہ نکل جائے اور ان کی سوکن اسی جذبہ رقابت میں حضرت سیدہؓ کے والدین کے متعلق کچھ بوجھ جی میں رکھ لے تو کیا اس سے پورا ایمان معرض خطر میں نہ آجائے گا؟ سو آنجناب ﷺ نے اس لئے اپنی بیٹی پر سوکن نہ آنے دی کہ کہیں اس جذبہ رقابت میں وہ خاتون اپنے سرمایہ ایمان کو ہی نہ کھو بیٹھے۔ آنجناب ﷺ کے بارے میں جس دل میں بوجھ ہوا سے کبھی قلب مسلم نہیں کہا جاسکتا۔" (۸۴)

یہ تو حضور ﷺ کے بارے میں دل کے اندر کسی قسم کی تنگی (حرج) محسوس کرنے کا نتیجہ ہے اور اگر سوکن کے منہ سے بارگاہ نبوی ﷺ میں کوئی گستاخی کا کلمہ اور نا زیبا بات بھی نکل جائے اور جذبہ رقابت اور سوکناپے کی غیرت میں ایسا ہونا عام مشاہدے کی بات ہے تو اس بے چاری کا کیا انجام ہوگا۔ کتاب مذکور کے مقدمہ میں معروف عالم دین علامہ خالد محمود نے ممانعت کی اس توجیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت و سلوک سے رہی ہوں۔ سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں۔ اب جب کبھی آپس میں کوئی الجھن ہوگی تو کیا ایک دوسری کے خاوند کو برا کہے گی؟ نہیں خاوند تو دونوں کا ایک ہے' وہ ایک دوسری کے سسرال کو برا کہیں گی؟ نہیں سسرال دونوں کے ایک ہیں سو یہ جذبہ رقابت جب بھی ابھرے گا تو ایک دوسری کے والدین کی طرف لوٹے گا' کیونکہ والدین دونوں بیویوں کے اپنے اپنے ہیں۔ اب غور کیجئے جو خاتون پیغمبر ﷺ کی بیٹی کی سوکن ہوگی کیا احتمال نہیں کہ وہ اسی جذبہ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ

مخالفت پیغمبر ﷺ کی طرف لوٹے اور اس کے بارے میں کسی مسلم خاتون نے دل میں بوجھ آیا تو کیا اس بے چاری کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتایئے ان خواتین کے اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہ تھا کہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے۔ تاکہ پہلی بیوی کے جذبہ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہو گی کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضور ﷺ کی کسی بیٹی پر سوکن نہ آسکے

علامہ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ایک باب باندھا ہے:

"باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بان بناته لا يتزوج عليهن"

(جلد ۲ ص ۲۵۵ طبع حیدر آباد دکن)

جب تک حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں رہیں' آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ پھر جب حضرت ام کلثومؓ آپ کے نکاح میں رہیں' آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزہراءؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔ (۸۵)

سیدہ فاطمہؓ کے ساتھ سرگوشی

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت و شفقت اور تعلق خاطر پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت خاص دلالت کرتی ہے جس میں آپ فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ ہم ساری کی ساری ازواج مطہراتؓ نبی رحمت ﷺ کی مرض الوفات میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں کہ سیدہ فاطمہؓ ٹھیک رسول مقبول ﷺ کی چال چلتے ہوئے تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے اپنی لخت جگر کو دیکھا تو پہلے انہیں خوش آمدید کہا پھر انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھاتے ہوئے ان کے کان میں کوئی سرگوشی کی۔ سیدہ فاطمہؓ نے زور زور سے رونا

شروع کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے ان کے اس غم (رونے) کو دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی جس پر وہ فوراً ہنسنے لگیں۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے سرگوشی کے لئے ان کی تخصیص اور پھر ان کے رونے اور اتنا جلدی ہنسنے پر تعجب ہوا۔ حضور ﷺ اٹھ گئے تو میں نے سیدہ فاطمہؓ سے اس رازدارانہ گفتگو کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا میں اپنے باپ کا راز افشا نہیں کروں گی۔ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے سیدہ فاطمہؓ پر اپنا حق جتاتے ہوئے اب دوبارہ ان سے اس دن کی رازدارانہ گفتگو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وضاحت کی کہ پہلی مرتبہ سرگوشی میں آپ ﷺ نے مجھے اپنے متوقع وصال کی اطلاع دی تھی اور اس پر صبر کی تلقین کی تھی جس پر میں رو پڑی جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا۔ اور دوسری سرگوشی میں مجھے یہ خوشخبری سنا کر حوصلہ دیا تھا کہ "کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو جنتی عورتوں یا تمام مومن عورتوں یا اس وقت کی عورتوں کی سردار ہو۔(۸۶)

بیٹی فاطمہؓ کا انتہائی اعزاز و اکرام

بیٹیوں سے محبت اور تعلق خاطر ہونا ایک طبعی امر ہے اور ساری دنیا اپنی بیٹیوں سے محبت و شفقت کرتی چلی آئی ہے مگر بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کے اعزاز و اکرام کا جو نمونہ نبی رحمت ﷺ نے چھوڑا اس کی نظیر آسمان کی آنکھ نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دیکھی تھی اور نہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک دیکھے گی چنانچہ امام بخاری اور دیگر کئی محدثین و سیرت نگاروں نے ملتے جلتے الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ: "سیدہ فاطمہؓ جب بھی اپنے والد ماجد ﷺ کے ہاں تشریف لاتیں تو آپ ﷺ احتراماً کھڑے ہو جاتے 'بیٹی کو خوش آمدید کہتے' ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر انہیں اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب بھی حضور ﷺ اپنی لخت جگر بیٹی کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی بڑھ کر استقبال کرتیں مرحبا کہتیں' ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اس کے بعد اپنی نشست پر بٹھاتیں۔ سیدہ فاطمہ

حضور ﷺ کے مرض الوفات میں آئیں تو آپ ﷺ نے علالت اور انتہائی کمزوری کے باوجود انہیں مرحبا کہا اور بوسہ لیا۔(۸۷)

اسی طرح جب آپ ﷺ کبھی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں بیٹی فاطمہؓ کے گھر جاتے اور وہاں سے منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے بیٹی فاطمہؓ کے گھر اور بعد میں ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔(۸۸)

بیٹی فاطمہؓ کو خاوند کی اطاعت کی تلقین

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اپنی اولاد سے انتہائی پیار تھا جس کی ایک جھلک ہم گذشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں' وہاں ان کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں آنجناب ﷺ نے کبھی نرمی اور چشم پوشی اختیار نہیں فرمائی۔ چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ (عام مردوں کی طرح) حضرت علی المرتضیٰؓ سے بھی بعض اوقات سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ سختی ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ سیدہؓ نے اپنے شوہر نامدار سے کہا: میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں تمہاری شکایت کروں گی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے گھر سے نکلیں تو حضرت علی المرتضیٰؓ بھی پیچھے چلے گئے۔ اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے جہاں سے باپ بیٹی کی بات سن سکیں۔ سیدہ نے باپؐ سے اپنے شوہر کی سختی کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے (بیٹی کی طرفداری یا محبت میں علی المرتضیٰؓ پر ناراضگی کا اظہار فرمانے کی بجائے ان سے) فرمایا: بیٹی! تمہیں اپنے شوہر کی ہر بات سننی اور اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیے اور یہ چیز سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی ایسا مرد نہیں کہ بیوی اس کی مرضی کو جانہ لائے اور وہ خاموش رہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں: رسول مقبول ﷺ کی اپنی پیاری لخت جگر کو یہ تلقین سن کر میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جسے سیدہ فاطمہؓ ناپسند کرے۔(۸۹)

فاطمہؓ کے گھر منقش پردہ پسند نہ فرمانا

سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ انتہائی محبت اور ان کے انتہائی اعزاز و اکرام کے باوجود آنحضرمہ سے متقاضائے بشریت اور متقاضائے نسوانیت اگر کبھی کوئی ایسی بات یا حرکت سرزد ہو جاتی جو فی نفسہ اگرچہ جائز ہوتی مگر حضرت رسول ﷺ "سیدہ نساء اھل الجنتہ" اور خواتین کے لئے ایک نمونہ ہونے کے ناطے ان کے شایان شان نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس پر ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے۔ چنانچہ حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی ایک دفعہ علی بن ابی طالب کا مہمان ہوا۔ مہمان کے لئے کھانا تیار ہوا تو سیدہ فاطمہؓ نے کہا اگر ہم حضور ﷺ کو بھی دعوت دے دیں اور آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ ماحضر تناول فرمالیں تو بہت اچھا ہو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ دروازے کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے تو گھر میں ایک منقش پردہ دیکھ کر باہر نکل آئے۔ سیدہ فاطمہؓ فوراً پیچھے نکلیں اور عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز نے آپ ﷺ کو واپس لوٹا دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی میرے لئے یا نبی کے لئے قطعاً مناسب نہیں کہ وہ ایسے گھر میں قدم رکھے جس کو باریک اور منقش قسم کے پردوں سے سجایا گیا ہو۔ رواہ احمد وابن ماجہ (۹۰)

اسی طرح مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ سفر سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر تشریف لائے تو دروازے پر ایک پردہ لٹکا نظر آیا۔ اس لئے آپ ﷺ گھر میں داخل نہ ہوئے اور واپس مڑ گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول (جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے) یہی تھا کہ جب کبھی باہر (سفر) سے تشریف لاتے تو پہلے بیٹی فاطمہؓ کے گھر میں داخل ہوتے۔ اس دفعہ آپ ﷺ کے واپس مڑ جانے کا سیدہ کو بڑا غم ہوا۔ حضرت علیؓ آئے اور سیدہ کو مغموم دیکھا تو پوچھا "مالک" "آپ کو کیا ہوا؟ کہنے لگیں ابا جان آئے

تے مگر غریب خانہ میں داخل نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمارے دروازے پر پہنچ کر گھر میں داخل نہ ہونے کا آپ ﷺ کی بیٹی کو بڑا غم ہے۔ فرمایا: ''وما انا والدنیا وما انا والمرقم'' (میرا اور دنیوی زیب وزینت اور نقش و نگار کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے؟ یہ دنیوی تکلف ہے مجھے اس سے کیا واسطہ؟)

حضرت علی المرتضیٰؓ گھر آئے اور سیدہ کو حضور ﷺ کے گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ بتائی۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو دوبارہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ اس پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کپڑے کو فلاں قبیلے کے ضرورت مند لوگوں کی طرف بھیج دو۔ (۹۱)

بیٹی فاطمہؓ کے لئے سونے کا زیور پسند نہ فرمانا

سیدہ فاطمہ بتولؓ کو اسم بامسمیٰ بنانے اور عام خواتین کی طرح زیب وزینت اور زیورات کے فضول شوق سے انہیں روکنے اور رہتی دنیا تک آنحضرت کو عورتوں کے لئے ایک مثالی نمونہ بنانے کے لئے نبی رحمت ﷺ نے پیاری بیٹی کے گلے میں سونے کا ہار پسند نہ فرمایا حالانکہ شرعاً ان کے لئے ایسا کرنا جائز تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے غلام حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول ﷺ سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ سیدہ فاطمہؓ نے اپنے گلے سے سونے کا ہار اتارا اور بتایا کہ یہ ابوالحسن (علی المرتضیٰ) نے مجھے ہدیہ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے (تنبیہا اور تشدیدا) فرمایا: کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ لوگ کہیں یہ فاطمہؓ بنت محمد ﷺ ہے جس کے گلے میں آگ کا ہار ہے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ باہر نکل آئے۔ بعد ازیں سیدہ نے اس ہار سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: اس اللہ کریم کا شکر ہے جس نے فاطمہؓ کو دوزخ کی آگ سے نجات دی۔ رواہ ابوداؤد والنسائی۔ (۹۲)

حسنین کریمین سے غیر معمولی محبت

نبی رحمت ﷺ کو جہاں اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے انتہائی محبت تھی وہاں آنحترمہؓ کی اولاد (۹۳) خصوصاً نواسہ حضرت حسن اور حضرت حسین سے غیر معمولی محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنین کریمین کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی وہ کم خوش نصیبوں کے حصہ میں آئی ہو گی۔

آپ ﷺ نے بڑے ناز و نعم سے صاحبزادگان کی پرورش فرمائی۔ کبھی آغوش شفقت میں لیے ہوئے نکلتے' کبھی دوش مبارک پر سوار کیے ہوئے برآمد ہوتے' ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف پر بے قرار ہو جاتے۔ ان کو دیکھنے کے لئے روزانہ بیٹی کے گھر تشریف لے جاتے۔ اس غیر معمولی محبت و شفقت اور لاڈ پیار کے نتیجے میں دونوں نواسے بھی اپنے نانا جان سے بے حد مانوس ہو گئے تھے۔ کبھی نماز کی حالت میں پشت نبوی ﷺ پر چڑھ کر بیٹھ جاتے' کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے' کبھی ریش مبارک سے کھیلتے' غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پیار سے ان طفلانہ شوخیوں کو برداشت فرماتے۔ (۹۳-اے)

اپنے نواسوں کے ساتھ حضور ﷺ کی اس غیر معمولی محبت و شفقت کی چند جھلکیاں ذیل میں ہم دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ)

بارگاہ نبوی ﷺ میں ہمہ وقت کے حاضر باش صحابی حضرت ابو ہریرۃؓ کا بیان ہے کہ: "ایک موقعہ پر رسول مقبول ﷺ نے حسن بن علی یا حسین بن علی کا (بھری مجلس میں) بوسہ لیا' اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک بدوی اقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اقرع نے کہا: "میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔" نبی رحمت ﷺ نے (تعجب بھری نظروں سے) اس کی طرف دیکھا اور (اس سنگدلی پر) فرمایا: جو (کسی پر) رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں

کیا جاتا۔ (۹۴) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں کے بوسہ پر اس تعجب آمیز یا سنگدلانہ سوال کے جواب میں فرمایا: اگر اللہ کریم نے میرے دل سے رحمت کا جذبہ چھین لیا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ (۹۵)

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے اس پیار و محبت و شفقت نبوی ﷺ کی ایک روایت یوں منقول ہے کہ: "ایک دن میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نکلا کہ نہ آپ ﷺ مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے اور نہ میں (ہیبت کے مارے) آپ ﷺ سے کلام کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار بنو قینقاع تک آئے اور واپس لوٹ کر سیدہ فاطمہؓ کے گھر گئے اور پوچھا کیا یہاں بچہ (حسن) ہے؟ ہم نے سمجھا شاید اس کی والدہ نے اسے نہلانے اور کپڑے تبدیل کرنے کے لئے روک رکھا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حسن دوڑتے ہوئے آئے اور نانا جان کے گلے سے چمٹ گئے حضور ﷺ نے اس موقع پر دعا کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا! باری تعالیٰ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے اور اس کے چاہنے والوں سے محبت رکھ۔ (۹۶)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے نواسے حسنؓ و حسینؓ سرخ قمیص پہنے گرتے پڑتے چلتے ہوئے گھر سے آ گئے۔ انہیں گرتے پڑتے دیکھ کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت میں منبر سے اتر کر دونوں صاحبزادوں کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا! اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں ایک آزمائش ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے ان دونوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو میرے (مثالی) صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا حتیٰ کہ میں نے اپنی گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔ (۹۷)

حضرات حسنین کریمینؓ کے ساتھ غیر معمولی محبت و پیار کا ایک واقعہ

حضرت اسامہ بن زیدؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ رات کو میں ایک کام کے سلسلے میں بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا آپ ﷺ کوئی چیز چادر میں چھپائے گھر سے باہر تشریف لائے- میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو چکا تو میں نے عرض کیا- آپ ﷺ چادر میں کیا چھپائے ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے چادر ہٹائی تو آپ ﷺ دونوں پہلوؤں میں حسن و حسینؓ کو اٹھائے ہوئے تھے- پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں- اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اس لیے تو انہیں محبوب رکھ اور ان لوگوں کو بھی محبوب رکھ جو ان سے محبت کریں-(۹۸)

حسنؓ و حسینؓ بعض اوقات دوران نماز بھی اپنے نانا جان ﷺ سے طفلانہ شوخیاں کرتے تھے- لیکن آپ ﷺ نہ انہیں روکتے اور نہ ان کی طفلانہ شوخیوں پر ناراض ہوتے بلکہ ان کی طفلانہ اداؤں کو پورا کرنے میں مدد فرماتے تھے- آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسن و حسین دونوں ٹانگوں کے اندر گھس جاتے- آپ ﷺ ان دونوں کے نکلنے کے لئے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے- آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے تو دونوں جست کر کے پشت مبارک پر بیٹھ جاتے آپ ﷺ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک کہ دونوں از خود نہ اتر جاتے-(۹۹)

اہل عراق میں سے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر احرام میں مچھر کا خون ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا لوگو! دیکھو یہ آدمی مچھر کے خون کے بارے میں تو پوچھتا ہے حالانکہ ان بدبختوں نے نواسہ رسول ﷺ (حسینؓ) کو قتل کر دیا تھا- میں نے رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حسن و حسینؓ میرے دنیا کے پھول ہیں-(۱۰۰)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ حضرت حسن بن علیؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے- یہ دیکھ کر ایک آدمی نے کہا اے بیٹے! تو کتنی اچھی

سواری پر سوار ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ (۱۰۱)

ایک دفعہ امام حسنؓ یا امام حسینؓ (راوی کو یہ تعین یاد نہیں رہا) آپ ﷺ کے قدم پر قدم رکھ کر کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اوپر چڑھ آؤ۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر قدم رکھ دیئے۔ آپ ﷺ نے منہ چوم کر فرمایا: اے خدا میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (۱۰۲)

ایک دفعہ آپ ﷺ کہیں دعوت میں جا رہے تھے۔ امام حسینؓ راہ میں کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ وہ ہنستے ہوئے پاس آکر نکل جاتے تھے بالآخر آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ان کی تھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینہ سے لپٹا لیا پھر فرمایا: حسینؓ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ (۱۰۳)

حضرات حسنین کریمینؓ سے حضور ﷺ کی حد درجہ محبت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے بطور خاص اپنی ازواج مطہراتؓ کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے اہل بیت میں داخل فرمایا: چنانچہ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک صبح نبی محتشم ﷺ اس حال میں باہر نکلے کہ آپ ﷺ کے بدن مبارک پر سیاہ بالوں کی ایک منقش چادر تھی۔ اس دوران آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسن آگئے تو آپ ﷺ نے انہیں چادر کے اندر داخل فرمالیا۔ پھر حضرت حسینؓ آگئے تو وہ بھی بھائی کے ساتھ چادر کے اندر داخل ہو گئے۔ بعد ازیں سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر کے نیچے لے لیا۔ اور پھر آیت تطہیر (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا) کی تلاوت فرمائی۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ جبکہ ترمذی میں ہے کہ چادر میں لینے کے بعد آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ناپاکی کو دور فرما دے اور انہیں اچھی طرح (اخلاقی و باطنی رذائل سے) پاک کر دے۔ (A۱۰۳)

اپنے ان نواسوں سے اس قدر شدید محبت سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اگر وہ

کوئی غلط اور ناشائستہ حرکت کرتے تو شاید آپ ﷺ ہماری طرح انہیں بچہ سمجھ کر چشم پوشی فرما لیتے ہوں گے؟ اس معاملے میں کسی چھوٹے بڑے سے رُو رعایت نرمی چشم پوشی آپ ﷺ کی پیغمبرانہ حیثیت کے خلاف تھی۔ چنانچہ ابن سعد وغیرہ نے ابو عمیرہ کا یہ چشم دید واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک آدمی بارگاہ نبوی ﷺ میں کھجوروں کا ایک طبق لایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کھجوریں صدقہ کی ہیں یا ھدیہ؟ اس نے عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ فرمایا ان لوگوں کے سامنے رکھ دو۔ اسی دوران آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسنؓ جو آپ ﷺ کے سامنے مٹی میں کھیل رہے تھے، نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو فوراً نواسے کے منہ میں انگلی ڈال کر اس کھجور کو نکال لیا اور باہر پھینک دی۔ پھر فرمایا! ہم آل محمد ﷺ ہیں جو صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ (103-B)

بیٹے اور مہربان باپ ﷺ

اس باب کے آغاز میں گزر چکا ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہؓ کے بطن مبارک سے چار صاحبزادیوں کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے دو صلبی بیٹے حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ (طیب و طاہر) بھی تھے۔ صاحبزادہ قاسم کے نام پر ہی آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے (۱۰۴)

حضور ﷺ کے یہ دونوں لختِ جگر قضائے الٰہی سے جنم سنی میں ہی اپنے عظیم اور صابر باپ ﷺ کو داغِ مفارقت دے گئے تھے۔ (۱۰۵) کاشانہ نبوی ﷺ میں اولادِ نرینہ کی ولادت یا گلشن نبوی ﷺ میں ان عنبریں پھولوں کے کھلنے پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی مسرت ہوئی؟ اس مسرت کا آپ ﷺ نے کس طرح اظہار فرمایا؟ اور پھر ان پھولوں کے کھلنے سے قبل ہی مرجھا جانے پر آنجناب علیہ التحیۃ والسلام کو کتنا صدمہ پہنچا اور اس صدمہ کا اظہار کس طرح ہوا؟ آپ ﷺ ان بیٹوں سے کس انداز میں محبت فرماتے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں کی تفصیل نظر سے نہیں گزری تا

ہم قرین قیاس یہی ہے کہ عظیم باپ کو بیٹوں کی ولادت پر طبعی خوشی ضرور ہوئی ہو گی۔ آپ ﷺ پھولے نہیں سمائے ہوں گے۔ جس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سیدہ خدیجہ اپنے بیٹوں کے عقیقہ میں دو بکریاں اور بیٹیوں کے عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح فرمایا کرتی تھیں۔ (۱۰۶) اسی طرح ان بیٹوں کے انتقال پر ملال پر ماں باپ کو قلبی صدمہ اور رنج پہنچنا بھی ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات حسرت آیات کے حوالے سے ان کی امی جان سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے غم اور باپ کے کمال صبر و شکر کی ایک روایت بعض کتابوں میں یوں منقول ہے کہ: "جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کا انتقال ہو گیا تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے فطری افسوس و حسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ: قاسم کو دودھ پلانے والی بکری کا دودھ بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ کاش اللہ کریم اسے زندہ رکھتے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی رضاعت کی عمر پوری کر لیتا۔ اللہ کریم کے صابر و شاکر رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک اس کی رضاعت جنت میں پوری ہو گی سیدہ نے عرض کیا۔ اگر میں اس چیز کو جان لیتی تو میرے لئے یہ امر (غم) ہلکا ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں اور وہ تجھے اس (قاسم) کی آواز سنا دے گا۔ سیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میرے لئے آپ ﷺ کا فرما دینا ہی کافی ہے) بیشک اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا: (۱۰۷)

البتہ تیسرے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے ۸ ہجری میں پیدا ہوئے تھے کی ولادت باسعادت پر حضور اکرم ﷺ کی خوشی ان سے تعلق خاطر اور ان کی رحلت پر انتہائی حزن و ملال کی وضاحت ضرور مل جاتی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم انہی چیزوں کو قدرے تفصیل سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ نے سیدہ ماریہؓ کو مدینہ منورہ میں عالیہ کے مقام پر جہاں بنو نضیر کے اموال تھے' ٹھہرا رکھا تھا۔ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی لونڈی سلمٰی جو انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کر دی تھیں۔ دایہ کی خدمت پر مامور تھیں ۔ سلمٰی نے اپنے شوہر ابو رافع کو بتایا کہ سیدہ ماریہؓ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابو رافع نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر بیٹے کی خوشخبری سنائی تو آنجناب ﷺ نے اس خوشخبری کے صلے میں انھیں ایک غلام عنایت فرمایا۔(۱۰۸) ساتویں دن آپ ﷺ نے نو مولود کا عقیقہ کیا سر کے بال (جھنڈ) اترواکر اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی' بالوں کو زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ اور صاحبزادہ کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ابراہیم رکھا۔(۱۰۹)

نو مولود کی رضاعت وحضانت کی سعادت ایک لوہے کے کام کرنے والے ابو سیف نامی کی بیوی ام سیف کو حاصل ہوئی جو حوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کے گھریلو خادم حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لخت جگر کے ملنے کے لئے اکثر ابو سیف کے چھوٹے سے گھر میں تشریف لے جاتے اور ہم آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتے۔ چونکہ صاحبزادہ ابراہیم کے رضائی باپ لوہار کا کام کرتے تھے اس لئے بسا اوقات یوں ہوتا کہ حضور ﷺ جب اس (کوٹھڑی نما) تنگ سے مکان میں تشریف رکھتے تو وہ بھٹی کے دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ ﷺ وہاں بیٹھتے' بچے کو گود میں لے کر پیار فرماتے اور پھر واپس لوٹ آتے۔ چھ سات ماہ کی عمر میں جس دن صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہوا اور حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو اس وقت بھی سارا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرے میں ہی اپنے لخت جگر کو سینے سے لگایا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی اور روتی آنکھوں سے فرمایا:

" آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے مگر ہم زبان سے کوئی ایسا کلمہ

نہیں نکالیں گے جو رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہو۔ اے میری جان ابراہیم! ہم تیری جدائی میں بڑے غمگین ہیں۔ (۱۱۰)

صاحبزادہ حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ (طیب و طاہر) کی ولادت و وفات کے ایک طویل عرصہ بعد گلشن رسالت میں اولاد نرینہ کی ایک کلی کھلنے اور پھر جلد ہی اس کے مرجھا جانے کا صدمہ حضور ﷺ کے لئے معمولی صدمہ نہ تھا۔ اس لئے ﷺ کی گود میں جب آپ ﷺ کا لخت جگر آخری سانس لے رہا تھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ﷺ بھی رو رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو رونے سے منع کر رکھا ہے؟ فرمایا: یہ رحمت ہے اور یہ فطری آنسو ہیں۔ ہم نے لوگوں کو نوحہ اور بین کرنے سے منع کیا ہے۔ اور پھر مذکورہ غم بھرے الفاظ دہرائے۔ (۱۱۱)

غسل کفن دے کر چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ بیٹے کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے خود پڑھائی۔ حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے قبر میں اتارا۔ حضور ﷺ آخری وقت تک قبر کے کنارے پر بیٹھے رہے۔ قبر تیار ہو گئی تو قبر پر پانی چھڑکا گیا اور قبر پر ایک نشان کھڑا کر دیا گیا۔ (۱۱۲)

اتفاق سے صاحبزادہ ابراہیمؓ کے انتقال کے دن سورج گرہن لگ گیا۔ لوگ کہنے لگے یہ سورج گرہن صاحبزادہ گرامی کی وفات کی وجہ سے (یا غم میں) لگا ہے تو حضور ﷺ نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔

"سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں۔ ان کو گرہن کسی بڑے سے بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا۔ (۱۱۳)

حوالہ جات و حواشی باب پنجم

۱- اس اولاد کے حضور اکرم ﷺ کی صلب سے اور حقیقی ہونے اور لے پالک" یا ربیب نہ ہونے پر عصر حاضر کے معروف عالم دین استاذی المحترم بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب "بنات اربعہ" مطبوعہ مکتبہ لاہور میں بڑی طویل محققانہ اور عمدہ بحث کی ہے اور بعض اہل علم کے ان تمام شکوک و شبہات اور مغالطوں کا مفصل اور مدلل جواب دیا ہے جن کی بنا پر وہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے سوا دوسری صاحبزادیوں کو "مختلف" قرار دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ مزید تفصیل و تحقیق کے لئے کتاب مذکورہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ راقم نے خود بھی اس باب میں کئی مقامات پر کتاب مذکور سے استفادہ کیا ہے۔

۲- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۱: ۱۰۳-۱۰۴

(ب) قسطلانی: مواہب اللدنیہ: ۲: ۵۸-۵۹

(ج) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص ۸۵ نیز ج ۸ ص ۱۶۵

(د) ابن ھشام: السیرۃ النبویہ: ۱: ۱۹۰ / تفسیر قرطبی: ۱۴: ۱۶۴-۲۴۱

(ہ) ہیثمی: مجمع الزوائد: ج ۹ ص ۲۱۷ (باب فی اولاد الرسول)

(و) حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۹۳

(ز) بلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۳۹۶-۳۹۷ (پیرا نمبر ۸۶۴)

(ح) امام ابو حنیفہ: الفقہ الاکبر (اردو ترجمہ) ص ۱۴۴ راولپنڈی

(ط) ابن کثیر :البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۰۷ (فصل فی ذکر اولادہ ﷺ)
(ی) مصنف عبدالرزاق : ۷ : ۴۹۳ مکتب الاسلامی بیروت
(ک) ابن سید الناس : عیون الاثر : ۲ : ۳۶۴ بیروت
(ل) تاریخ الخمیس : ۱ : ۲۷۲
۳- سورہ آل عمران : ۱۴
۴-(الف) صحیح بخاری : ج ۲ ص ۸۸۷ (کتاب الادب باب رحمتہ الولد وتقبیلہ)
(ب) صحیح مسلم : ج ۲ ص ۲۵۴ (باب رحمتہ ﷺ الصبیان والعیال)
(ج) سنن ابی داؤد : ج ۲ ص ۷۰۸ (کتاب الادب باب فی قبلہ الرجل ولدہ- ابوداؤد میں نواسہ حسین کا نام ہے)
(د) امام بخاری :الادب المفرد : ص ۱۷ دار الکتاب العلمیہ بیروت
(ھ) جامع ترمذی : ص ۲۸۳ (ابواب البر والصلتہ باب ماجاء فی رحمتہ الولد)
۵-(الف) صحیح بخاری : ۲ : ۸۸۷ (کتاب اور باب مذکور)
(ب) صحیح مسلم : ۲ : ۲۵۴ (باب مذکور)
۶-(الف) صحیح مسلم : ۲ : ۲۵۴ (باب مذکور)
(ب) مشکوٰۃ المصابیح : ص ۵۲۰ کراچی
(ج) قسطلانی :المواہب اللدنیہ : ۳ : ۲۹
(د) احمد عبدالرحمٰن البناء :الفتح الربانی : ۲۲ : ۱۰۰
(ھ) ابن کثیر :البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۰۹
۷-(الف) امام سیوطی :الشمائل الشریفہ : ص ۲۱۹ (حدیث نمبر ۲۸۳۶)
(ب) امام بخاری :الادب المفرد : ص ۵۶ بیروت
۸- الدارمی (م ۲۵۵ھ) : سنن دارمی ۱ : ۳-۴ دمشق ۱۳۴۹ھ

۹- تفسیر ابن جریر و تفسیر ابن کثیر تحت تفسیر سورۃ التکویر: ۸-۹

۱۰-(الف) امام سلیمان بن اشعث: سنن ابی داؤد: ۲: ۷۰۰

(ب) امام ترمذی: جامع ترمذی: ص ۲۸۳ نور محمد کراچی باختلاف

۱۱- علی متقی ہندی: کنز العمال: ۲۲: ۳۸ حیدر آباد دکن ۱۳۹۵ھ

۱۲-(الف) محب الطبری: ذخائر العقبیٰ: ص ۱۵۶ (تحت الفصل الرابع)

(ب) ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۳: ۳۰۵

(ج) الشیخ حسین الدیار بکری: تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۳

(د) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: (سیرت شامی): ۱۱: ۲۹

(ہ) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۶۵

۱۳-(الف) محب الطبری: ذخائر العقبیٰ: ص ۱۵۷

(ب) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۰

(ج) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۹۱

۱۴- شبلی نعمانی: سیرۃ النبیؐ: ۱: ۲۰۲

۱۵- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) سنن ابی داؤد: ۲: ۳۶۷ (کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال)

(ب) امام احمد: مسند: ۶: ۲۷۶ طبع قدیم

(ج) مشکوٰۃ المصابیح: ص ۳۴۶ باب حکم الاسراء

(د) ابن ھشام: سیرۃ النبیؐ: ۲: ۲۹۶-۲۹۷ مصر

(ہ) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۳۱

(و) بلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۳۹۷ (پیرا ۸۶۲)

(ز) احمد عبد الرحمٰن البناء: الفتح الربانی: ۲۲: ۹۷

(ح) شیخ عبدالحق : مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) : ۲ : ۷۳۳
(ط) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۶۰۷
(ی) بیہقی : دلائل النبوۃ : ۲ : ۳۲۳-۳۲۴
(ک) ہیثمی : مجمع الزوائد : ۹ : ۲۱۴
(ل) ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۹۱
(م) شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ﷺ : ۱ : ۲۰۴
۱۶-(الف) محب الطبری : ذخائر العقبی : ص ۱۵۷
(ب) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۳ : ۳۱۱
۱۶ الف- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :
(الف) ابن سعد : الطبقات الکبریٰ : ۸ : ۳۳
(ب) البلاذری : انساب الاشراف : ۱ : ۳۹۹ (پیرا ۸۶۲)
(ج) احمد عبدالرحمٰن البناء : الفتح الربانی : ۲۲ : ۹۸ مصر
(د) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۶۲۵-۶۲۶
(ھ) مصنف عبدالرزاق : ۷ : ۱۷۱-۱۷۲ (باب متی اورک الاسلام من نکاح وطلاق)
(و) محب الطبری : ذخائر العقبی : ص ۱۵۹ (تحت ذکر اسلام زوجہا ابی العاص)
(ز) ابن حجر : الاصابہ فی تمیز الصحابہ : ۸ : ۹۱ (تحت ذکر زینب بنت رسول اللہؐ)
(ح) سنن ابی داؤد : کتاب الطلاق باب الی متی ترد علیہ امرءتہ اذا اسلم
(ط) جامع ترمذی : ابواب النکاح باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدھما
(ی) سنن ابن ماجہ : ابواب النکاح باب الزوجان یسلم احدھما قبل الآخر
(ک) الصالحی الشامی : سیرت شامی : ۱۱ : ۳۰-۳۱
۱۷- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

(الف) صحیح بخاری: ۱: ۱۶۷ (باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر)

(ب) صحیح مسلم: ۱: ۳۰۴ (کتاب الجنائز)

(ج) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۳۴-۳۵

(د) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۳۶

(ہ) ابن حجر: فتح الباری: ۳: ۱۰۱ (کتاب الجنائز آخر باب غسل المیت ووضوءہ)

۱۸- تفصیل کے ملاحظہ ہو:

(الف) محب الطبری: ذخائر العقبیٰ: ص ۱۶۰ (وفات زینب بنت رسول اللہؐ)

(ب) ابن اثیر: اسد الغابہ: ۵: ۴۶۸ (تحت زینب بنت رسول اللہؐ)

(ج) ہیثمی: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۳: ۴۷ (باب فی ضغطۃ القبر)

(د) علی متقی ہندی: کنز العمال: ۸: ۱۲۰ دکن (سوال القبر وعذابہ)

(ہ) البلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۰۰

(و) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۴ بیروت

(ز) مولانا محمد نافع: بنات اربعہ: ص ۱۴۷ تا ۱۵۰

۱۹-(الف) سنن ابی داؤد: ۲: ۹۰ (کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت)

(ب) مشکوٰۃ المصابیح: ص ۱۵۰ (کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت)

(ج) صحیح بخاری: ۲: ۸۴۴ کتاب المرضیٰ باب عیادۃ الصبیان)

۲۰-(الف) ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ: ۱: ۲۶۴ مصر

(ب) حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۴۳۲ مصر

(ج) ابن اثیر: الکامل فی التاریخ: ۲: ۵۸ بیروت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

(د) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۱: ۱۱۶

۲۱-(الف) ابن اثیر: اسد الغابہ: ۴: ۳۱ (تحت علی بن العاص)

(ب) ابن حجر: الاصابہ: ۲: ۵۰۳ (ایضاً)

(ج) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۲ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۲ھ

(د) سیرت شامی: ۱۱: ۳۱

(ھ) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۲۳۶

(و) ابن سید الناس: عیون الاثر: ۲: ۳۶۵

(ز) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۴

۲۲-(الف) ملا علی قاری: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۳: ۸۵ ملتان

(ب) قاضی سلیمان منصور پوری: رحمۃ للعالمین: ۲: ۹۸

۲۳- امام نسائی: سنن: ۱: ۱۳۷ (باب ادخال الصبیان فی المساجد) کراچی

۲۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) صحیح بخاری: ۱: ۷۴ (باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوٰۃ)

(ب) صحیح بخاری: ۲: ۸۸۷ (باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ)

(ج) صحیح مسلم: ۱: ۲۰۵ (کتاب الصلوٰۃ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ)

(د) سنن ابی داود: ۱: ۱۳۵ (کتاب الصلوٰۃ باب العمل فی الصلوٰۃ)

(ھ) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۳۹-۴۰

(و) شیخ عبدالحق: مدارج النبوۃ (اردو ترجمہ) ج ۲ ص ۷۳۴

(ز) ابن عبدالبر: الاستیعاب: قسم ارابع ص ۷۸۸ المکتبہ نہضہ مصر

(ح) قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ۱: ۱۲۷ مصر

(ط) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۶۱ بیروت

(ی) سیرت شامی: ۱۱: ۳۲

(ک) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۵: ۳۰۸ مصر

(ل) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۱۴

۲۵- مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(الف) احمد عبدالرحمن البناء: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۱۱۲

(ب) الہیثمی: مجمع الزوائد منبع الفوائد: ۹: ۲۵۴ (مناقب زینب بنت رسولؐ)

(ج) ابن اثیر: اسد الغابہ: ۵: ۴۰۰ (تحت امامہ بنت ابی العاص)

(د) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۱۴ (ایضا) مصر ۱۳۲۵ھ

(ہ) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۰

(و) ابن عبدالبر: الاستیعاب: قسم رابع ص ۱۷۸۹ مکتبہ نہضہ مصر

(ز) محمد بن یوسف الصالحی الشامی: سبل الھدی والرشاد: ۱۱: ۳۲

۲۶- شیخ حسین الدیار بکری: تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۴ (تحت رقیہ بنت رسولؐ)

۲۷-(الف) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۶ (تحت رقیہ بنت رسول اللہ)

(ب) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۸۳ (ایضا) بیروت

(ج) قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۴: ۲۴۲ (تحت سورۃ الاحزاب)

(د) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۶۱

(ہ) ابن اثیر: الکامل: ۲: ۳۰

(و) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۴ بیروت

۲۸- ایضاً

۲۹-(الف) محب الطبری: ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربیٰ: ص ۱۶۲-۱۶۳

(ب) علی متقی: کنز العمال: ۶: ۳۷۵ (تحت فضائل ذی النورین عثمان)

(ج) الصالحی الشامی: سبل الہدی والرشاد: (سیرت شامی): ۱۱: ۳۳

(د) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۵ بیروت

۳۰-(الف) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۳: ۶۶-۶۷ (تحت باب ہجرت --- حبشہ)
(ب) محب الطبری: ذخائر العقبیٰ: ص ۱۶۳
(ج) سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۱۱: ۳۴
(د) ابن اثیر جزری: اسد الغابہ: ۵: ۴۵۷ (تحت ذکر رقیہ)
(ھ) الدیار بکری: تاریخ الخمیس: ۱: ۲۸۵ (ایضاً)
(و) زرقانی: شرح مواہب اللدنیہ: ۳: ۱۹۸ (تحت رقیہ)
۳۱-(الف) ابن حجر: الاصابہ: ۴: ۲۹۸ (تحت ذکر رقیہ)
(ب) ہیثمی: مجمع الزوائد: ۹: ۲۱۷ (باب ماجاء فی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ)
(ج) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۵
۳۲- ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ: ۵: ۲۰۷ (تحت ام عیاش)
۳۳-(الف) محب الطبری: ذخائر العقبیٰ: ۱۶۴ (ذکر من تزوج رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ)
(ب) علی متقی: کنز العمال: ۶: ۳۸۰ (تحت فضائل ذی النورین عثمان بن عفان)
۳۴- محمد یوسف الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۱۱: ۳۴
۳۵- علی متقی ہندی: کنز العمال: ۶: ۱۳۹ روایت ۲۳۴۲
۳۵A- اوجز السیر لابن فارس ص ۵۰ بحوالہ مفتی محمد شفیع: سیرت رسول اکرم ص ۱۵۲
۳۶-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۵۲۳ (تحت مناقب عثمان)
(ب) صحیح بخاری: ۱: ۴۴۲ (باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجۃ)
(ج) صحیح بخاری: ۲: ۵۸۲ (کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان)
۳۷-(الف) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۶ (تحت ذکر رقیہ) بیروت
(ب) قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۲: ۲۲۴

۳۸-(الف) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۷ بیروت

(ہ) بیہقی: سنن الکبریٰ: ۴: ۷۱ کتاب الجنائز

(و) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۸۳ مصر

۳۹-(الف) قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۴: ۲۳۲ (تحت تفسیر یایھا النبی قل لا

(ب) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۶ (تحت ذکر رقیہ)

(ج) ابن اثیر: اسد الغابہ: ۵: ۴۵۶ (ایضاً)

۴۰-(الف) بلاذری: انساب الاشراف: ۱: ۴۰۱ (تحت ذکر بنات رسول اللہ)

(ب) الدیار بکری: تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۵ (تحت ذکر رقیہ)

۴۱- تفصیل کے لئے دیکھیے:

(الف) ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ: ۵: ۶۱۲

(ب) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۵: ۳۰۹

(ج) تفسیر قرطبی: ۱۴: ۲۳۲-۲۴۴ (تحت آیت قل لازواجک وبناتک)

(د) محمد بن یوسف الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۳۶

۴۲-(الف) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۶۲ بیروت

(ب) حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۶۸

(ج) تاریخ الخمیس: ۱: ۲۷۵ بیروت

۴۳-(الف) ہیثمی: مجمع الزوائد: ۹: ۲۴۷ (باب فضل عائشہ ام المومنین)

(ب) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۰۹ (تحت عائشہ ام المومنین)

۴۴-(الف) علی متقی ہندی: کنز العمال: ۱: ۱۴۸ (حدیث ۲۴۱۸) دکن

(ب) زرقانی: شرح مواہب اللدنیہ: ۳: ۲۰۰ (تحت ذکر ام کلثوم)

(ج) ہیثمی : مجمع الزوائد : ۹ : ۸۳ (تحت ام کلثوم)

۴۵-(الف) ابن اثیر : اسد الغابہ : ۵ : ۶۱۳

(ب) محب الطبری : ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ : ص ۱۶۵

(ج) ابو عبد اللہ الحاکم : المستدرک : ۴ : ۴۹ (تحت ام کلثوم بنت الرسول)

(د) کنز العمال : ج ۶ ص ۱۳۹ (۲۲۲۹) ج ۷ ص ۳۷۵ (۵۸۲۵)

(ہ) سیرت شامی : ۱۱ : ۳۶

(و) تاریخ الخمیس : ۱ : ۲۷۶ بیروت

۴۶- سیوطی : تاریخ الخلفاء (تحت احوال عثمانؓ) ص ۱۰۵ دہلی

۴۷-(الف) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۰۹ (تحت واقعات ۹ ہجری)

(ب) ابن سعد : الطبقات : ۸ : ۳۸ (تحت ذکر ام کلثوم) بیروت

(ج) قرطبی : تفسیر الجامع لاحکام القرآن : ۱۴ : ۲۴۲-۲۴۳

۴۸- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

(الف) امام احمد : مسند : ۶ : ۳۸۰ (مسندات لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ)

(ب) بیہقی : السنن الکبریٰ ۴ : ۶-۷ (باب کفن المرءۃ)

(ج) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۰۹ (تحت واقعات ۹ ہجری)

(د) ابن کثیر : اسد الغابہ : ۵ : ۶۱۲ (تذکرہ ام کلثوم)

(ص) محب الطبری : ذخائر العقبیٰ : ص ۱۶۶-۱۶۷ (ذکر وفات ام کلثوم

۴۹-(الف) قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۲ : ۲۳ (الفصل فی ذکر اولادہ الکرام)

(ب) تاریخ الخمیس : ۱ : ۲۷۶

۵۰-(الف) الدیار بکری : تاریخ الخمیس : ۱ : ۲۷۶ (تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ)

(ب) زرقانی : شرح مواہب اللدنیہ : ۳ : ۲۰۰ (تحت ذکر ام کلثوم)

۵۱-(الف) ابن سعد: الطبقات: ۸: ۳۸ بیروت
(ب) مشکوٰۃ المصابیح: ص ۱۴۹ (باب دفن المیت)
(ج) تفسیر قرطبی: ۱۴: ۲۲۲-۲۲۳ (تحت آیت قل لازواجک ---)
۵۲-(الف) ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۱۹ (تحت ذکر بنات رسول اللہ - فاطمہؓ)
(ب) ابن حجر: الاصابہ: ش ۸: ۱۵۶
(ج) تفسیر قرطبی: ۱۴: ۲۲۱ (تحت آیت قل لازواجک وبناتک)
(د) قسطلانی: المواہب اللدنیہ: ۲: ۶۴
۵۳-(الف) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۲۲ (ذکر فاطمہؓ بنت رسولؐ)
(ب) ابن حجر: الاصابہ: ۸: ۱۵۷
۵۴-(الف) صحیح مسلم: ۲: ۲۹۰ باب فضائل فاطمہؓ
(ب) جامع ترمذی: ۵۵۰ (باب ماجاء فی فضل فاطمہؓ)
(ج) ابن عبدالبر: الاستیعاب: ۴: ۳۶۳-۳۶۲ (تذکرہ سیدہ فاطمہؓ)
(د) ابو نعیم اصفہانی: حلیۃ الاولیاء: ۲: ۳۹ (تحت تذکرہ سیدہ فاطمہؓ)
۵۵-(الف) جامع ترمذی (ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمہؓ) ص ۵۴۹
(ب) ذہبی: سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت
۵۶- ابن سعد: الطبقات الکبریٰ: ۸: ۱۹ بیروت (تحت ذکر فاطمہؓ)
۵۷- الحاکم: المستدرک: ۴: ۴۹ (کتاب معرفۃ الصحابہ کلثوم بنت النبیؐ)
۵۸- سیوطی: الخصائص الکبریٰ: ۲: ۲۵۵ (باب اختصاصہ بانہ لا تیزوج علیھن)
۵۹- الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی) ۱۱: ۳۸
۶۰-(الف) امام احمد: مسند: ۱: ۱۰۲ (مسندات علی کرم اللہ وجہہ)
(ب) احمد عبدالرحمٰن: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۱: ۴۴-۴۵

(ج) صحیح ابن حبان: ۱۰: ۵۱سانگلہ ہل

(د) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۳۶-۱۳۷

(ھ) احمد عبدالرحمن: الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۲: ۲۷

(و) سیرت شامی: ۱۱: ۲۲-۲۳

(ز) ابن عبدالبر: الاستیعاب: ۱: ۵۴-۵۵

(ح) ابن کثیر: البدایہ والنہایہ: ۵: ۳۱۰ مصر

۱۱۱-(الف) صحیح بخاری: ۱: ۱۷۴ (کتاب الجنائز باب قول النبی انا بک لمحزونون)

(ب) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۳۷-۱۳۸

(ج) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی): ۱۱: ۲۳

۱۱۲-(الف) علامہ حلبی: سیرت حلبیہ: ۳: ۳۹۵

(ب) ابن سعد: الطبقات: ۱: ۱۴۳-۱۴۴

(ج) الصالحی الشامی: سبل الہدیٰ والرشاد: ۱۱: ۲۴

۱۱۳- ایضاً

باب ششم

بے مثال آقا

گھریلو غلاموں اور خادموں کے ساتھ حُسنِ سلوک

ذاتی اور گھریلو غلاموں اور خادموں کو عام طور پر گھر کا فرد یا اہل خانہ میں سے نہیں سمجھا جاتا۔ انہیں گھر کا فرد سمجھنا تو دور کی بات ہے بالعموم ان بیچاروں کے ساتھ عام انسانوں جیسا سلوک بھی نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ان کے انسانی جذبات و احساسات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ بعثت نبویؐ سے قبل دور جاہلیت میں عرب' ایران' روم' ہندوستان اور یورپ کے معاشروں میں غلاموں' خادموں' ماتحتوں اور زیر دستوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک اور ناروا زیادتیاں کی جاتی رہی ہیں (۱) اور آج بھی بڑی بڑی مہذب قوموں' ترقی یافتہ ممالک' انسانی حقوق کے بڑے بڑے علمبرداروں' حتیٰ کہ اسلام کے نام لیواؤں اور اللہ و رسول ﷺ اور بزرگان دین سے محبت کے دعوے داروں کے ہاں کی جا رہی ہیں۔ وہ اہل علم اور اہل درد سے مخفی نہیں۔ اس کے برعکس نبی رحمت ﷺ نے غلاموں خادموں اور زیر دستوں کو نہ صرف یہ کہ وہ حقوق' وہ رعایتیں' وہ سہولتیں' وہ آسانیاں' وہ نرمیاں' وہ احترام' وہ اعزاز' وہ شرف اور وہ مقام بخشا جو دنیا کے کسی مذہب' قانون' نظام اور آئین میں نہیں تھا۔ بلکہ انہیں گھر کا ایک محترم فرد قرار دیا اور اہل خانہ جیسی شفقت و محبت سے نوازا۔ اسی وجہ سے ہم نے اس باب کو کتاب ہذا میں شامل کرنا ضروری سمجھا۔

نبی رحمت ﷺ کے ذاتی اور گھریلو غلاموں' کنیزوں' آزاد خادموں اور خادمات کی تعداد میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ ابن کثیر نے البدایہ میں غلاموں کی

تعداد اکتالیس' قسطلانی نے اٹھارہ' ابن قیم نے اٹھائیس جبکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اٹھاون بتائی ہے۔اسی طرح کنیزوں' آزاد خادموں اور خادمات کی تعداد میں بھی مذکورہ سیرت نگاروں نے اختلاف کیا ہے۔ تمام غلامانِ محمد ﷺ اور کنیزیں جو مختلف ذرائع سے آپ ﷺ کو ملے تھے اور جنہیں آپ ﷺ نے آزاد فرمادیا تھا کا تفصیلی تذکرہ اور سوانح حیات وغیرہ بیان کرنا ہمارے موضوع میں داخل نہیں۔اسی طرح ہر ایک غلام۔ ہر ایک کنیز' ہر ایک خادم اور خادمہ کے ساتھ آپ ﷺ کے شفقت بھرے رویے کو بیان کرنا بھی طوالت کا باعث ہے۔اس لئے ہم آئندہ صفحات میں "مشتے از خروارے" کے طور پر چند تعلیمات نبوی ﷺ اور سیرت طیبہ کے چند واقعات سے صرف یہ دکھانا چاہیں گے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے گھریلو غلاموں' خادموں اور کنیزوں کو اپنے گھر کا ایک فرد سمجھا اور کس طرح گھر کے افراد کی طرح ان سے محبت اور حسن سلوک فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھربار' اپنی قوم' اپنے ماں باپ' بہن بھائیوں کو بھول گئے اور آزادی پر غلامیِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دینے لگے۔

غلام تمہارے بھائی

نبی رحمت ﷺ نے ایک عام شرعی اصول اور اخلاقی ضابطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اخوانکم خولکم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوه تحت یده فلیطعمه مما یاکل و لیلبسه مما یلبس ولا تکلفوهم ما یغلبهم فان کلفتموهم فاعینوهم (۲)

تمہارے غلام (اور نوکر چاکر) تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت اور قبضہ میں کردیا ہے تو جس کا (انسانی یا دینی) بھائی اس کے قبضے میں ہو' اسے چاہیے کہ وہ اپنے غلام اور خادم بھائی کو اسی کھانے میں سے

کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور انہیں ایسے مشکل کام کی تکلیف نہ دو جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہو اور اگر ایسے کام کی زحمت دینا ناگزیر ہو تو اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ اور ان کی اعانت کرو۔

یہ حدیث اگرچہ ایک غلام کے واقعہ میں وارد ہوئی ہے تاہم اس میں "خَوَل" کا لفظ اصطلاحی غلام کے علاوہ عام خادموں اور نوکروں چاکروں کو بھی شامل ہیں۔ (۳) جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام ترمذی اس حدیث کو "باب مَا جاءَ فِی الاحسان الی الخادم" (خادم کے ساتھ احسان کا باب) کے تحت لائے ہیں۔

دوسرے اس حدیث میں صاحب جوامع الکلام ﷺ نے کلام میں مزید زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے "خَوَلُکم" کو موخر کر دیا ہے جبکہ اصولی اور نحوی اعتبار سے "خَوَلُکم" کو پہلے اور "اِخوانکم" کو بعد میں ہونا چاہیے۔ اس تقدیم تاخیر سے مقصود یہ ہے کہ یہ غلام اور خادم جنہیں تم عام طور پر انسان ہی نہیں سمجھتے ہو اور اگر سمجھتے ہو تو دوسرے درجے کا 'تمہارے بھائی (انسانی یا دینی) ہی ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا عام رویہ اور برتاؤ وہی ہونا چاہیے جو تم اپنے برادری کے بھائیوں کے ساتھ اختیار کرتے ہو۔ ان کے لئے تمہیں وہی کچھ پسند کرنا چاہیے جو تم اپنے لئے کرتے ہو کیونکہ۔

"لا یؤمن احد کم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ" (۴) تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث لمحہ فکریہ ہے ان اصحاب ثروت کے واسطے جو خود لمبے چوڑے بنگلوں اور ایکڑوں پر پھیلی کوٹھیوں میں رہتے ہیں مگر ان کے گھریلو خادم اور نوکر ان کی عالیشان کوٹھیوں کے پہلو میں ایک دو مرلے کے تنگ و تاریک "سرونٹ کوارٹرز" میں رہتے ہیں۔ وہ خود تو سردیوں اور گرمیوں کے کئی کئی جوڑے اور قیمتی

ملبوسات رکھتے ہیں مگر ان کے خادم لنڈا بازار کے کپڑوں پر گزارتے ہیں۔ وہ خود تو پر تکلف اور انواع واقسام کے کھانے اور نعمتیں کھاتے ہیں مگر ان کے خادموں کو دال روٹی بھی نہیں ملتی۔ ان کے کتوں کے لئے تو سپیشل ڈاکٹرز ہوتے ہیں مگر ان کے خادم ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔ کاش یہ حدیث حج پہ حج عمرہ پہ عمرہ اور گنبد خضری پہ حاضری دینے والے سرمایہ دار اور بڑے لوگوں کے واسطے مشعل راہ بن سکے۔

آئندہ صفحات میں ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس فرمان نبی ﷺ پر خود نبی رحمت ﷺ کا کتنا عمل تھا اور اس سلسلے میں آپ ﷺ نے امت کے لئے کیا نمونہ چھوڑا ہے۔

خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلاؤ

تمام معاملات میں حضور ﷺ کا ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے جس چیز کے بھی کرنے کا حکم دیا پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ پہلے چالیس سال تک "قرآن" بن کر دکھایا اس کے بعد "قرآن" پڑھ کر سنایا اور عمل کا حکم دیا۔ پہلے خود ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کی۔ پوری پوری رات رکوع و سجود اور تسبیح و تہلیل میں گزاری تب جا کر لوگوں کو دن رات میں صرف پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا پہلے خود اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا تب کہیں لوگوں کو صرف اڑھائی فیصد زکوۃ کا حکم دیا۔ کچھ یہی معاملہ غلاموں اور خادموں کے سلسلے میں تھا۔ پہلے ان کو بھائی سمجھا' بھائیوں جیسا ان سے برتاؤ کیا تب آقا اور مخدوم کو غلاموں اور خادموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ پہلے خادموں کے ساتھ مل کر کھایا (۵) تب دوسرے لوگوں کو حکم دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا صنع لاحدکم خادمه طعامه ثم جاء به و قدولی حره و دخانه فليقعده معه فلياً کل فان ان الطعام شفرها قليلاً فليضع في يده منه اکلة او اکلتين (۶)

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کر کے اس کے پاس لائے درانحالیکہ اس خادم نے کھانا تیار کرنے کی گرمی سہی اور اس نے آگ کا دھواں برداشت کیا ہے تو اس مالک کو چاہیے کہ وہ خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ اور اگر کھانا کم ہو تو بھی اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمے ضرور رکھ دے۔

"عبدی" کہنے سے ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں سال سے انسانی معاشرے میں جاری غلامی کی رسم کو بعض مصالح کی بنا پر سرے سے ختم تو نہیں فرمایا۔ تاہم اس میں اتنی ترمیمیں اتنی اصلاحات اتنے قوانین اتنی ہدایات اور اتنا اجر و ثواب بیان فرمایا کہ یہ رسم قریب قریب ختم ہو گئی۔ اب غلامی غلامی ہی نہ رہی بلکہ حقیقی بھائی چارہ میں تبدیل ہو گئی۔ لفظ "عبد" بمعنی غلام جس سے ایک قسم کی ذلت اور تحقیر مترشح ہوتی تھی' کے متعلق حضور ﷺ نے مستقل ہدایت فرما دی تھی کہ اپنے غلام یا باندی کو "یا عبدی" (اے میرے غلام) اور "یا امتی" (اے میری کنیز) کی بجائے متبادل پیار اور محبت کا لفظ "فتای" (اے میرے جوان) اور "فتاتی" (نوجوان خاتون) کہہ کر پکارا جائے۔ اسی طرح غلام اور کنیز بھی اپنے آقا کو "ربی یا ربتی" کی جگہ "سیدی" اور "سیدتی" کہہ کر پکارا کریں (۷) غلام کی سطح بلند کرنے کے لئے یہ پہلا نفسیاتی قدم تھا جو آگے چل کر مساویانہ لفظ مولیٰ اور پھر واقعی مولیٰ (سردار) پر منتج ہوا۔ (۸)

غلام۔ اہلبیت نبویؐ کے افراد

نبی رحمت ﷺ نے اپنے ذاتی غلاموں اور گھریلو خادموں کو نہ صرف یہ کہ اپنا بھائی سمجھا اور زبانی کلامی نہیں اخبارات میں بیان کی حد تک نہیں' سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ ووٹ کے لئے نہیں' لوگوں کی سیاسی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے نہیں' سبز باغ دکھانے کے لئے نہیں بلکہ عملی طور پر بے لوث ان کے

ساتھ بھائیوں جیسا سلوک فرمایا۔ اس سے بھی آگے ایک اور قدم ایسا اٹھایا جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور وہ یہ کہ انہیں آل محمد ﷺ میں داخل فرمایا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ: "آنحضرت ﷺ کے دو غلام تھے ایک حبشی تھا اور دوسرا قبطی۔ ایک مرتبہ دونوں میں تو تو میں میں ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو "یا حبشی" کہہ کر پکارا۔ دوسرے نے جواباً اسے "یا قبطی" کہا۔ حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا: تم دونوں ایسا نہ کہو (اب تم نہ حبشیوں میں داخل ہو اور نہ قبطیوں میں بلکہ) تم تو آل محمد ﷺ میں داخل ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط) (۹)

مشہور صحابی حضرت سلمان فارسیؓ جن کا بدلِ کتابت ادا کر کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا تھا ان کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا:

سلمان منا اهل البيت (۱۰)

سلمان ہمارے اہل بیت کا ایک فرد ہے

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کے غلام ابو رافع اور بعض مواقع پر دوسرے غلاموں نے صدقہ لینے کی اجازت چاہی تو منع کرتے ہوئے ایک اصول کے طور پر فرمایا:

ان الصدقة لاتحل لی ولا لاهل بيتی وان مولى القوم منهم (۱۱)

بیشک صدقہ میرے اور میرے اہل بیت کے لئے حلال نہیں اور بیشک کسی قوم کا غلام اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے۔

غلاموں کا آزادی پر غلامی محمد ﷺ کو ترجیح دینا

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا غلام ہو گا جسے اس کا آقا برضا و خوشی غلامی کی قید سے آزادی اور اپنے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز و اقارب، برادری اور وطن میں آزادانہ جانے کی اجازت دے دے اور وہ اس غنیمت موقع سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اس کے برعکس آسمان کی آنکھ نے وہ مناظر بھی دیکھے ہیں جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آقائے دو

جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو آزادی اور اپنے ماں باپ کے ہاں چلے جانے کا اختیار دیتے ہیں مگر وہ درِ نبوی اور غلامیٔ محمد ﷺ کو چھوڑ کر کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتے۔ ذیل میں اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے اور آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام پڑھیے۔

زید بن حارثؓ سیدہ خدیجہؓ کے غلام تھے جنہیں آٹھ سال کی عمر میں ہی عرب لٹیروں نے اغوا کر کے غلام بنا کے بیچ دیا۔ حکیم بن حزام انہیں شام سے خرید کر لائے اور پھوپھی صاحبہ (خدیجہؓ) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آ کر جہاں اور سب کچھ حضور ﷺ کے لئے وقف کر دیا وہاں زید بھی آنجناب ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ حضور ﷺ کا رویہ اس غریب غلام کے ساتھ عام آقاؤں اور مالکوں والا نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے اسے بیٹوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھا۔ حضور ﷺ کی والد جیسی شفقتوں کو دیکھ کر وہ گھر بار وطن بہن بھائی اور ماں باپ کو بھول گیا تھا۔ ادھر ماں باپ آخر ماں باپ ہی ہوتے ہیں ماں باپ کو اولاد کے ساتھ کتنا پیار اور کتنا قلبی تعلق ہوتا ہے یہ صاحب اولاد لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ زید کے باپ بیٹے کے اغوا کے صدمے میں پاگل ہو گئے تھے۔ انہیں بیٹے کا انتہائی غم تھا بیٹے کی یاد میں ہمہ وقت روتے رہتے تھے۔ بیٹے کی یاد میں وہ تڑپتے بے قرار ہوتے اور اشعار کی صورت میں "بین" کہتے گھومتے تھے۔ ابن ہشام نے ان تمام درد بھرے اشعار کو درج کیا ہے۔ (۱۲)

حلبیؒ کے بیان کے مطابق زید کی قوم کے کچھ لوگ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے زید کو پہچان لیا۔ واپس جا کر انہوں نے زید کے باپ کو اطلاع دی تو ان کا باپ اور چچا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حلبی نے ہی ایک دوسری روایت لکھی ہے۔ جس میں معلوم ہوتا ہے کہ زید حضرت ابو طالبؓ کے چند اونٹ لے کر شام گئے۔ رستے میں اپنی قوم کے قریب سے گزرے وہ اب تک اپنی قوم اور اپنے

وطن کی نشانیوں کو بھول چکے تھے مگر ان کے چچا نے انہیں پہچان لیا- چند سوالات کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ زید بن حارثہ ہی ہے تو بھائی حارثہ کو اطلاع دی- باپ نے بیٹے کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور اس سے اس کے مالک (حضور اکرمؐ) کے رویہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت زید نے بتایا:

یوثرنی علی اہلہ و ولدہ و رزقت منہ حبا فلااصنع الا ماشئت (۱۳)

وہ مجھے اپنے اہل و عیال اور آل اولاد سے مقدم سمجھتے ہیں میرے ساتھ انتہائی محبت فرماتے ہیں' کام کا بھی کوئی زیادہ بوجھ نہیں' اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا ہوں-

یہ سن کر ان کا باپ اور چچا اور بھائی ان کے ہمراہ حضور ﷺ کے پاس آئے- سہیلی نے صرف باپ اور چچا کا نام لکھا ہے- بہر کیف ان لوگوں کے آنے کا باعث جو بھی ہوا' یہ بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے (یاد رہے جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں تو اس وقت تک آپ ﷺ نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا) اور عرض کیا حضور ﷺ- آپ حرم شریف کے رہنے والے اور حرم کے پڑوسی ہیں- قیدیوں کو چھوڑنا اور بھوکوں کو کھانا آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا پرانا معمول ہے- ہمارا ایک بیٹا آپ ﷺ کا غلام ہے- ہمارے اوپر احسان کرتے ہوئے اسے ہمارے سپرد فرما دیں ہم اس کا فدیہ دینے کے لئے تیار ہیں- حضور ﷺ نے پوچھا- کونسا غلام' انہوں نے عرض کیا: زید! آپ ﷺ نے فرمایا: میں اسے تمہارے سامنے بلا لیتا ہوں اور اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں چاہے تو تمہیں اختیار کر لے اور چاہے تو مجھے اختیار کر لے- اگر وہ تمہیں اختیار کر لے گا تو وہ بغیر کسی فدیے کے تمہارا ہو گا اور اگر مجھ اختیار کرے گا تو میں ایسا گھٹیا اور دنیا کا بھوکا آدمی نہیں کہ اسے چھوڑ کر تمہارے فدیے (معاوضے) کو اختیار کر لوں- چنانچہ زید کو بلا لیا' حضور ﷺ نے ان سے پوچھا' جانتے ہو

یہ کون لوگ ہیں۔ زید نے عرض کیا۔ یہ میرے باپ حارثہ بن شرجیل ہیں اور یہ میرے چچا کعب۔ آپ آپ ﷺ نے فرمایا: زید! تجھے پورا اختیار ہے چاہے تو ان کے ساتھ چلا جا یہ لوگ تجھے لینے آئے ہیں اور چاہے تو حسب سابق میرے پاس رہ جا۔ زید نے عرض کیا حضور ﷺ! میں آپ ﷺ ہی کے پاس رہوں گا۔ میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ آپ ﷺ ہی میرے ماں باپ ہیں۔ باپ نے متعجب ہو کر کہا: زید! تو آزادی' اپنے باپ' اپنی ماں' اپنے وطن' اپنے اہل بیت اور اپنی قوم کے مقابلے میں غلامی کو اختیار کر رہا ہے۔ زید نے جواب میں کہا: ابا جان! جو پیار و محبت اور حسن سلوک میں نے اس گھر میں اور اس آقا ﷺ کے ہاں سے دیکھا ہے اسے دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی اپنے اس آقا ﷺ سے جدا نہیں ہوں گا۔ اور اس کے مقابلے میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا۔ زید کا یہ جواب سن کر اور یہ انتخاب دیکھ کر حضور ﷺ نے انہیں پیار سے اپنی گود مبارک میں لے لیا اور بھری مجلس میں اعلان فرمایا کہ: لوگو! گواہ ہو جاؤ زید آج سے میرا اپنا ہے۔ میں اس کا وارث ہوں گا اور یہ میرا۔ حارثہ اور کعب نے اپنے بیٹے کا یہ مثالی احترام اور اکرام دیکھا تو ان کی طبیعت خوش ہو گئی۔ بیٹے کے بارے میں ان کے سارے اندیشے ختم ہو گئے اور خوش و خرم واپس چلے گئے۔ زید اس کے بعد "زید بن محمد" کہہ کر پکارے جانے لگے۔ (۱۴)

اسی طرح سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے غلاموں میں ایک نام "ابو ضیرہ" کا لکھا ہے۔ ابو ضیرہ اور ان کے اہل خانہ مال فئے کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک مکتوب میں ان سب کو آزاد فرماتے ہوئے موصوف کو اختیار دیا کہ وہ پسند کریں تو اپنی قوم کے پاس چلے جائیں اور اگر چاہیں تو حضور ﷺ کے ساتھ ٹھہریں۔ وہ آپ ﷺ کے اہل بیت سمجھے جائیں گے۔ یہ محبت و شفقت نبوی ﷺ ابو ضیرہ کے دل میں گھر کر چکی اور اسے ہمیشہ کے لئے غلامی محمد ﷺ میں داخل کر چکی تھی۔ انہوں نے اس اختیار پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو

اختیار کیا۔ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (۱۵)

علیٰ ہذا القیاس ثوبان نامی غلام کو آپ ﷺ نے اختیار دیا تو اس نے بھی آپ ﷺ کی معیت اور خدمت کو اختیار کیا۔ (۱۵A)

زید بن حارثہؓ کا استقبال معانقہ اور بوسہ

نبی رحمت ﷺ کے نزدیک وفادار غلام زیدؓ جس نے اپنے خاندان گھر بار بہن بھائیوں اور ماں باپ پر ذات نبوی ﷺ کو ترجیح دی تھی اور آپ ﷺ کی طرف سے خوشی اجازت کے باوجود آپ ﷺ کی غلامی کو اختیار کیا تھا کا کیا مرتبہ و مقام تھا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ کتنی محبت فرماتے تھے اور اس کا کتنا احترام فرماتے تھے اس چیز کا اندازہ ترمذی کی اس روایت سے لگایئے جس کی راوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں اور جن کے سامنے یہ ایمان افروز اور سبق آموز واقعہ پیش آیا۔ آپ فرماتی ہیں۔ "ایک موقعہ پر زید بن حارثؓ مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے۔ زید آئے اور دستک دی تو حضور ﷺ بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے بڑھ کر زید کا استقبال کیا حالانکہ آپ ﷺ اس وقت گھر میں پورے کپڑوں میں ملبوس نہ تھے اور جلدی میں چادر جسم سے گری جا رہی تھی سیدہ فرماتی ہیں یہ پہلا موقعہ تھا جب میں نے آپ ﷺ کو یوں ننگے جسم دیکھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی اس حالت میں دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے زیدؓ سے معانقہ فرمایا اور ان کا بوسہ لیا۔ (۱۶)

دیکھا آپ نے؟ عرش معلیٰ کا جانشین کس طرح اپنے غلام سے محبت اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آ رہا ہے؟ بڑے لوگ اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ معانقہ تو بہت دور کی بات ہے پورا ہاتھ پنجہ ملانے میں بھی بڑی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ کاش مسواک 'پگڑی' ٹخنوں سے اوپر چادر 'بیعت و ارشاد کی اور کھانے کی پلیٹ کو صاف کرنے کی سنت پر زور دینے والے ہمارے اکابرین اپنے عظیم رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی اس سنتوں کو بھی زندہ کر سکیں۔ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

تیری حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

اسامہ بن زیدؓ سے پیار:

حضرت اسامہؓ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثؓ کے صاحبزادے تھے۔ان کی والدہ ام ایمنؓ تھیں جو حضور صلی ﷺ کو اپنے باپ سے ورثہ میں ملی تھیں۔گویا اسامہ "نجیب الطرفین" غلام تھے اور علماء نسب اور سوانح نگاروں کی وضاحت کے مطابق ظاہری اور جسمانی شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی چنداں حسین و جمیل نہیں تھے (۱۷) مگر پیغمبر اکرم ﷺ جو رنگ نسل اور آقا و غلام کی تمیز مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔حضرت اسامہؓ سے اسی طرح اور اتنا ہی پیار فرماتے تھے جتنا اپنے نواسوں امام حسنؓ اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے فرماتے تھے۔

حضرت اسامہ کا اپنا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اٹھا کر ایک ران پر اور حضرت امام حسنؓ کو دوسری ران پر بٹھاتے۔پھر ہم دونوں کو پیار کے ساتھ سینے سے لگاتے پھر بارگاہ الٰہی میں یوں دعا فرماتے:

اللھم ارحمھما فانی ارحمھما (۱۸)

اے اللہ۔تو ان دونوں پر رحم فرما اور ان سے محبت فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق آپ ﷺ یوں دعا فرماتے تھے:

اللھم انی احبھما فاحبھما (۱۹)

اے اللہ! میں دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اسامہؓ کے متعلق فرمایا:

انه احب الناس الی (۲۰)

بیشک وہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تقسیم وظائف میں جب حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت اسامہؓ کا اپنے بیٹے عبداللہؓ پر ترجیح دیتے ہوئے زیادہ وظیفہ مقرر کیا اور اس پر حضرت عبداللہؓ نے اعتراض کیا اور جا اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

انه کان احب الی رسول اللہ منک وکان ابوہ احب الیٰ رسول اللہ من ابیک (۲۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (اسامہؓ) تم سے زیادہ حضور ﷺ کو محبوب تھے اور ان کے باپ (زیدؓ) سے بھی بنسبت تمہارے باپ (عمرؓ) کے حضور ﷺ زیادہ محبت فرماتے تھے۔

بسا اوقات جب آپ ﷺ سواری پر سوار ہوتے تو حضرت اسامہؓ کو اپنے ساتھ پیچھے بٹھا لیتے (۲۲) فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی حضرت اسامہؓ حضور ﷺ کے ردیف تھے (۲۳)

صحیح ابن حبان کی ایک روایت نے تو حضرت اسامہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی وہ لاجواب اور کمال محبت دکھائی ہے جس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں ملنا مشکل ہے۔ اب روایت پڑھئے اور حضور ﷺ کی بندہ نوازی پر سر دھنیے۔

"حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ اسامہؓ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر پڑے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا حضور ﷺ نے مجھے (عائشہؓ کو) فرمایا: اس کے چہرہ سے مٹی وغیرہ دور کر دو۔ میں نے تھوڑا سا گریز کیا تو حضور ﷺ خود اسامہؓ کے چہرے سے مٹی جھاڑنے اور فرمانے لگے۔ "اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا ' اسے عمدہ کپڑے پہناتا حتیٰ کہ اس کے کانوں میں (بالیوں کے لئے)

سوراخ کرتا"۔(۲۴)

اپنے اس غلام زادے کے ساتھ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا تعلق خاطر تھا اور ان کی کتنی رعایت فرماتے تھے اس کا اندازہ ابن سعد کی اس روایت سے لگایئے کہ: حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت اسامہ بن زیدؓ (جو اس سفر میں آپ ﷺ کے ردیف بھی تھے) کی انتظار میں عرفات سے اضافہ (واپسی) کو کچھ موخر فرمایا۔ شاید کسی ضروری حاجت کے لئے ادھر ادھر ہو گئے ہوں گے۔ ظاہر ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ حاضرین میں سارے لوگ حضرت اسامہ کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی انہیں اسامہؓ کے اس بلند مرتبہ کا علم تھا جو انہیں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاصل تھا۔ اس لئے بعض ناپختہ طبائع کو یہ امر ناگوار گزرا تھوڑی دیر بعد مجمع نے دیکھا کہ ایک لڑکا آرہا ہے جس کی ناک چپٹی اور رنگ کالا ہے تو اہل یمن کی زبان سے ازراہ استخفاف یہ گستاخانہ جملہ نکلا کہ: "انما حبسنا من اجل ھذا" ہوں! ہم اس کی وجہ سے (اب تک) روک رکھے گئے؟

ان کی یہ گستاخانہ بات اور نسلی تفاخرانہ ذہنیت رب ذوالجلال کو پسند نہ آئی چنانچہ اس روایت کے راوی یزید بن ہارون کا کہنا ہے کہ چونکہ انہوں نے حضور ﷺ کے اس معاملے کو ہلکا سمجھا تھا اس لئے اس گستاخی کی وجہ سے دور صدیقی میں مرتد ہو گئے۔(۲۵)

حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ حضور ﷺ کی بے مثال محبت و شفقت کا ایک اور ایمان افروز واقعہ بھی پڑھتے چلئے۔ عبیداللہ بن المغیرہ نے بیان کیا کہ: "حضرت حکیم بن حزامؓ نے یزن کا بنا ہوا ایک قیمتی حلہ (جوڑا) بطور ہدیہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جو انہوں نے پچیس دینار (ایک روایت کے مطابق تین سو دینار) میں خریدا تھا۔ مگر حکیم بن حزام اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتے۔ اب چونکہ تم یہ حلہ

لائے ہو تو ہم اس کو قیمتاً خریدیں گے - اسے کتنے میں خریدا؟ انہوں نے کہا پچاس دینار میں- حضور ﷺ نے قیمت دے کر جوڑے کو لیا اور زیب تن فرما کر جمعہ کے خطبہ کے لئے ممبر پر جلوہ افروز ہوئے- خطبہ جمعہ کے بعد وہ قیمتی حلہ آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو پہنا دیا- (۲۶)

یہ ممکن ہے حضرت اسامہؓ کے ذہن میں طبعی طور پر ایسا شاندار حلہ پہننے کی خواہش پیدا ہوئی ہو جو آپ ﷺ نے پوری فرمادی اور غلاموں و خادموں کے بارے میں اپنے اس قول پر عمل کر کے دکھایا کہ "یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے- تو جس کا بھائی اس کے قبضے (غلامی' خدمت) میں ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے غلام کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے- (۲۷)

ثوبان نامی غلام کی بے قراری

فارسی مثل "دل را بدل رہیست" (دل کو دل سے راہ ہوتی ہے) کے مصداق چونکہ نبی اکرم ﷺ اپنے تمام غلاموں اور خادموں کے ساتھ دکھاوے کی نہیں' ورائے کی نہیں' تصنع کی نہیں کسی مفاد کی خاطر نہیں بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بے لوث اور سچی محبت فرماتے تھے- اپنے غلاموں کو دل سے چاہتے تھے- اپنے غلاموں کو اپنی آل اولاد کی طرح عزیز سمجھتے تھے اس لئے جواباً غلام بھی آپ ﷺ کے ساتھ قلبی تعلق اور دلی محبت رکھتے تھے-

چنانچہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں یعنی موالی میں ایک نام حضرت ثوبان کا بھی ملتا ہے- انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی تھی کہ اگر وہ اپنی قوم میں واپس جانا چاہیں تو انہیں اجازت ہے مگر انہوں نے قوم کی بجائے ﷺ کی معیت اور سفر و حضر میں خدمت کو ترجیح دی تھی- (۲۸)

یہ حضور ﷺ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے- کچھ دیر آپ کو نہ دیکھتے تو

بے چین ہو جاتے تھے۔ موت کے بعد حضور ﷺ کا دیدار نہ کر سکنے کے خوف کی وجہ سے ان کا رنگ اڑ گیا تھا اور جسم لاغر ہو گیا تھا۔ ایک دن یہ عاشقِ زار بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ جب کبھی میں اپنے غریب خانے میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آتی ہے تو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آپ ﷺ کا دیدار نہ کر لوں۔ اب مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا ہے کہ مرنے کے بعد میں تو پتہ نہیں جنت کے کس گوشہ میں ہوں گا اور آپ ﷺ یقیناً نبیوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ اور بلند مقامات پر فائز ہوں گے تو میں آپ ﷺ کا دیدار کیسے کر سکوں گا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لیے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ مفسرین (۲۹) نے لکھا ہے کہ یہ سن کر حضور ﷺ خاموش ہو گئے اتنے میں جبرئیل امینؑ حاضر ہوئے اور ثوبانؓ جیسے سچے عاشقوں اور اطاعت گزاروں کو من جانب الٰہی یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(سورۃ النساء: ۶۹)

اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول ﷺ کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

کسی خادم کو کبھی نہ مارنا

غالباً انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ اسے اپنے سے کمتر درجے کے آدمی، خصوصاً اپنے ماتحت اور خادم و نوکر پر غصہ زیادہ آتا ہے۔ پانی کی طرح انسانی غصہ بھی بڑی سمجھدار چیز ہے کہ کبھی اوپر کے آدمی اور اپنے سے زیادہ طاقتور شخص پر نہیں

آتا۔ اسے اور کہیں اپنی عزتِ نفس کا خیال آئے یا نہ آئے ماتحت اور خادم کی طرف سے کوئی اونچ نیچ یا قول و عمل میں کمی بیشی ہو جائے تو اس کی عزتِ نفس کو ضرور دھچکا لگتا اور اس کی رگِ حمیت ضرور بھڑک اٹھتی ہے۔ ماتحت اور نوکر آدمی کو جب تک ماں بہن کی چار گالیاں نہ سنا لے' دو چار تھپڑ نہ رسید کر لے اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ بسا اوقات تو بعض بڑے اور خود سر لوگوں کا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک کہ اس "گستاخ ماتحت" اور "بے ادب خادم" کو موت کی نیند نہ سلا دیں۔

خادم بھی آخر انسان ہوتا ہے تقاضائے بشریت غلطی کا ارتکاب کر بیٹھنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادموں کی اس فطری کمزوری کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ دنیوی معاملات اور کام کاج کے سلسلے میں آپ ﷺ نے کبھی کسی خادم پر سختی نہ فرمائی اور نہ کبھی اسے مارا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر گھریلو معاملات اور اپنے خدام کے ساتھ حضور ﷺ کے برتاؤ کا واقف کون ہو سکتا ہے۔ ان کی شہادت ہے کہ:

مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا وَلَا اِمْرَءَةً قط (۳۰)

رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی خادم یا عورت کو نہ مارا۔

مارنا تو بہت دور کی بات آنجناب ﷺ نے کسی خادم کو جیسا کہ آگے آرہا ہے کبھی اف تک نہ فرمایا:

ایک آدمی بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آخر ہم لوگ اپنے خادم سے کتنی مرتبہ تک درگزر کریں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو بھی آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری مرتبہ بھی یہی سوال دہرایا تو فرمایا:

اعفو اعنہ فی کل یوم سبعین مرۃ (۳۱)

اس سے دن میں ستر مرتبہ بھی در گزر کرنا پڑے تو در گزر کرو۔

خادم خاص انسؓ کے ساتھ حد درجہ نرمی

اپنے خادموں کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کے حسن سلوک اور ان پر حد درجہ نرمی اور شفقت کے سلسلے میں سب سے معتبر گواہی حضرت انس بن مالکؓ کی ہے۔ جنہیں مسلسل نو دس سال تک کاشانہ نبوی ﷺ میں حضور ﷺ کی اور اہل بیت کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ اپنے اس خادم کو ازراہ محبت "یابنی" (اے میرے پیارے بیٹے) کہہ کر پکارتے (۳۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ آخر میں چہ تھا بعض اوقات مجھ سے غلطی بھی ہو جاتی اور اس طرح کام نہ ہو پاتا جس طرح حضور ﷺ کی خواہش ہوتی تھی مگر اس کے باوجود جب کبھی کوئی کام آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق نہ ہوا تو آپ ﷺ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ "لم صنعت هذا هكذا" اس کام کو تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور اگر کبھی کوئی کام نہ کر سکا۔ تو بھی یہ فرمایا کہ "الاصنعت هذا هكذا" کیوں نہ تو نے ایسا کیا؟ صرف یہیں تک نہیں بلکہ کبھی اف تک نہ فرمایا۔ (۳۳) کنزالعمال کی ایک روایت میں تو حضرت انسؓ کا بیان یوں ہے کہ کسی بھی دنیوی معاملے اور کام کے سلسلے میں حضور ﷺ نے کبھی میری ملامت نہ فرمائی۔ اور اگر میری غلطی پر کبھی گھر کے کسی دوسرے فرد نے ملامت کی تو فرماتے:

دعه و ما قدر فهو كائن او ما قضي فهو كائن (۳۴)

اسے کچھ نہ کہو جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

نوکری کے معاملے میں عام طور کہا جاتا ہے کہ نوکری اور ناز نخرہ کا کوئی جوڑ نہیں۔ مگر اس خادم نبوی کا یہ حال ہے کہ نوکری اور خدمت بھی کرتا ہے اور ساتھ نخرے بھی کرتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے ناز نخروں کو برداشت کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ کا اپنا بیان ہے کہ: ایک دن حضور ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں کام کر کے آؤ میں نے ناز میں زبانی تو کہہ دیا کہ ہرگز

نہیں جاؤں گا مگر دل میں یہی تھا کہ جاؤں گا کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ بہر کیف میں گھر سے نکل کر بازار میں ان بچوں کے پاس کھڑا ہو گیا جو کھیل رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ﷺ نے پیچھے سے آکر میری گدی سے پکڑ لیا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ میرے اس ناز پر ہنس رہے تھے۔ پھر پیار سے فرمایا! اے انس! کیا تم وہاں گئے ہو جہاں میں نے تمہیں کہا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابھی جاتا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے نو سال حضور ﷺ کی خدمت کی' اس طویل عرصے میں مجھے نہیں یاد کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کام پر مجھے ٹوکا یا جھڑکا ہو۔(۳۵)

نبی رحمت ﷺ جس طرح صدیق اکبرؓ' عثمان غنیؓ اور دوسرے سرکردہ صحابہؓ کے گھروں میں تشریف لے جاتے اسی طرح غریب صحابہؓ اور اپنے خادموں کے گھروں میں بھی قدم رنجہ فرما کر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ بڑے گھرانوں میں جانا تو ہر کوئی پسند کرتا ہے مگر کسی غریب اور خادم کے گھر میں لطیبِ خاطر جانا خال خال لوگوں کا ہی کام ہے' اس سلسلے میں حضور ﷺ کے ہاں ہمیں کوئی تفریق اور تمیز نظر نہیں آتی۔ آپ ﷺ اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی خاطر اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے۔ انسؓ کے والدین بھی بڑے عقیدت مند تھے ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اپنے اس چھوٹے سے خادم کے لئے دعا فرمایئے۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی "اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما اس کی زندگی دراز فرما اور (آخرت میں) اس کی مغفرت فرما" تین مرتبہ حضور ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات کہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اور خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی دعا بھلا کیوں نہ قبول ہوتی۔ اور اس پر ثمرہ کیوں نہ مرتب ہوتا۔ حضرت انسؓ خود کہتے ہیں: میں اپنے ہاتھوں سے ایک سو تین اولادوں کو دفن کر چکا ہوں۔

میرے باغات میں برکت کا یہ عالم ہے کہ ہر سال دو مرتبہ پھل دیتے ہیں - میری زندگی اتنی لمبی ہو گئی ہے کہ اب مجھے لوگوں سے شرم آتی ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ اللہ کریم میری مغفرت کے بارے میں بھی حضور ﷺ کی دعا ضرور قبول فرمائے گا یعنی میری بخشش اور مغفرت فرمائے گا -(۳۶)

اپنے درزی غلام کی دعوت قبول کرنا

آنجناب ﷺ کی تواضع اور غریب پروری کا عالم یہ تھا کہ کسی بھی مملوک (غلام) کی دعوت کو رد نہ فرماتے -(۳۷) آپ ﷺ جانتے تھے کہ اگر آپ ﷺ بھی ان بے سہارا اور غریب لوگوں کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائیں گے تو دنیا میں ان کو کون پوچھے گا - اپنی طبعی رحمت اور تعلیم امت کے واسطے ہمیشہ چھوٹے لوگوں خصوصاً اپنے غلاموں کی دعوتیں بڑے شوق سے قبول فرماتے رہے - چنانچہ ایک غریب درزی غلام (۳۸) نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی - غریب آدمی تھا، پر تکلف کھانا کیا ہوتا تھا مگر اس "دعوت شیراز" میں خلوص اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - حضور ﷺ تشریف لائے تو اس نے جو کی روٹی اور کدو ملا شوربا آپ ﷺ کے سامنے رکھا - حضرت انس آپ ﷺ کے ساتھ تھے - وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کدو پیالہ میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تناول فرمانے لگے - جب میں نے دیکھا کہ کدو حضور ﷺ کی پسندیدہ غذا ہے تو آج تک کدو کو پسند کرتا ہوں اور جہاں ممکن ہوتا ہے سالن میں کدو ضرور ڈلواتا ہوں -(۳۹)

یہودی خادم کی عیادت

کوئی بڑا آدمی بیمار ہو تو عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے - اور اگر کوئی غریب آدمی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے تو بھی اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا - نبی رحمت ﷺ کے اسوہ حسنہ میں چھوٹے بڑے کی یہ تمیز ہمیں نظر نہیں آتی - آپ ﷺ بلا امتیاز سب کی خیریت دریافت فرماتے اور اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی

عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سر کے قریب بیٹھے تو نور نبوت سے دیکھ لیا کہ یہ اس مرض سے نہیں بچے گا۔ آپ ﷺ کی تو بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کے بارے میں زبردست خواہش ہوتی تھی کہ وہ ایمان لے آئے اور یوں آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ اپنے اس خادم کے بارے میں یہ خواہش کیوں نہ ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا اب تو اسلام قبول کر لو! اس نے مشورہ کی نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا تم ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا کلمہ شہادت پڑھ چکا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضور ﷺ کو اس کے کلمہ پڑھ لینے سے بہت خوشی ہوئی۔ باہر نکلے تو آپ ﷺ کی زبان پر اللہ کی حمد و ثنا جاری تھی اور فرما رہے تھے "سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔ (۴۰)

ہم مسلمانوں اور عاشقان رسول ﷺ کے لئے غور کا مقام ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی اور غیر مسلم لڑکے سے اپنی ذاتی خدمت لیتے رہے۔ وہ بیمار ہوا تو اس کی خیریت معلوم کرنے اور عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور یوں بلند ظرفی اور وسعت قلبی کا مظاہرہ فرمایا۔ ایک ہم ہیں کہ ایک طرف تو محبت نبوی ﷺ کا دعوی کرتے ہیں دوسری طرف ہماری تنگ ظرفی کا عالم یہ ہے کہ غیر مسلم تو بعد کی بات ہے اس کے ساتھ انسانی محبت یا اس کی عیادت تو بہت دور کی چیز ہے ہم اپنے سے مختلف نقطہ نظر رکھنے والے یا دوسرے مکتبہ فکر کے مسلمان کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ سچ کہا ہے ایک تجزیہ نگار نے۔

لَوْ كُنْتَ صَادِقاً فِي حُبِّهٖ لَأَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ

اے محبت نبوی ﷺ کے دعویدار! اگر تو آپ ﷺ کی محبت میں سچا ہوتا تو ضرور آپ ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا کیونکہ محبت کا خاصہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے

ابورافع کو اپنے لحاف میں سلانا

نبی رحمت ﷺ کے غلاموں میں ایک نام ابورافع کا بھی ملتا ہے جن کا اصل نام ابراہیم یا ثابت یا ہرمز بتایا جاتا ہے' پہلے یہ حضور ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب کے غلام تھے۔ انہوں نے رسول مقبول ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی لونڈی سلمٰی سے نکاح کر دیا اور سلمٰی کے بطن سے ان کی اولاد ہوئی۔ یہ ابورافع سفر میں حضور ﷺ کے سامان کے محافظ ہوتے تھے۔ (۴۱)

غلام ابورافع مذکور اپنے ساتھ حضور ﷺ کی انتہائی شفقت کا ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں کہ: خیبر میں قیام کے دوران سخت سردی کا موسم تھا رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس لحاف ہے وہ اس شخص کو لحاف دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ ابورافع کا بیان ہے کہ مجھے لحاف میسر نہ ہوا تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھ پر اپنا لحاف ڈال دیا اور یوں ہم (آقا و غلام) صبح تک سوئے رہے' اٹھے تو آپ ﷺ کو اپنے پاؤں کے پاس ایک سانپ نظر آیا۔ فرمایا۔ ابورافع! اسے مار دو۔ (۴۲)

خادم عقبہ بن عامرؓ کو اپنی سواری پر سوار کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خادموں کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ قسطلانی کی اس روایت سے لگایئے کہ: "حضرت عقبہ بن عامر سفروں میں آپ ﷺ کی سواری اور خچر کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلنے کی خدمت پر مامور تھے ایک مرتبہ ایک دشوار گزار اور پہاڑی رستے سے حضور ﷺ گزرے تو عقبہ کو فرمایا۔ عقبہ اب تم سوار ہو جاؤ۔ عقبہ کہتے ہیں میں نے اس امر کو اپنی شان اور وقعت سے زیادہ بڑا

سمجھا کہ میں حضور ﷺ کی سواری پر سوار ہوں -ادھر اس بات کا بھی ڈر تھا کہ کہیں حضور ﷺ کی نافرمانی نہ ہو جائے-کیونکہ" الامر فوق الادب" کے مصداق کا حکم ماننا ادب پر فوقیت رکھتا تھا- چنانچہ تعمیل حکم کے واسطے میں تھوڑی دیر کے لئے سوار ہو گیا مگر پھر نیچے اتر آیا اور یوں براق کا شہسوار دوبارہ سوار ہو گیا اور میں حسب سابق باگ پکڑ کر سواری کے آگے آگے چلنے لگا-اس موقعہ پر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا- اے عقبہ! کیا میں تمہیں دو بہترین سورتوں کی تعلیم نہ دوں! میں نے عرض کیا-میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' کیوں نہیں ؟ضرور تعلیم دیجئے- فرمایا دو بہترین سورتیں "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ "اور" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ "ہیں-(۴۳)

خادم ربیعہ بن کعبؓ کی شادی کا انتظام کرنا

حضور اکرم ﷺ کے ذاتی خادموں میں ایک نام حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی کا بھی ہے- یہ رات کو آپ ﷺ کے استنجا اور وضو کے لئے پانی وغیرہ لانے کی خدمت انجام دیتے-باقی غلاموں اور خادموں کی طرح حضور ﷺ کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی آرزو سمجھتے تھے -ایک رات ان کی پر خلوص خدمت دیکھ کر حضور ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا تو فرمایا- ربیعہ !مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو- عرض کیا حضور ﷺ بس یہی تمنا ہے کہ جس طرح یہاں آپ ﷺ کی خدمت اور رفاقت حاصل ہے جنت میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت نصیب ہو جائے -فرمایا-"او غیر ذالک"؟ علاوہ ازیں کوئی سوال ؟عرض کیا بس یہی- حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ پوچھا تو بھی اسی تمنا کا ذکر کیا-(۴۴)

یہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا-ربیعہ !کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ کہتے ہیں میں نے عرض کیا-یا رسول اللہ ﷺ میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کر دے- آپ ﷺ خاموش ہو گئے-

کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا- ربیعہ! کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا- یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کردے- دوسرے میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں- آپ ﷺ خاموش ہو گئے- میں نے سوچا- حضور ﷺ میرے پاس جو کچھ ہے اُسے خوب جانتے ہیں- اس کے باوجود مجھے شادی کی دعوت دے رہے ہیں لہٰذا مجھے انکار نہیں کرنا چاہیے- اب کے پوچھیں گے تو ضرور ہاں کروں گا- چنانچہ ایک دن پھر پوچھا- ربیعہ! کیا شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا- حضور ﷺ مجھے کون رشتہ دے گا- میرے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ بیوی کو دے سکوں- آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ "رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم مجھے اپنی لڑکی کا نکاح کردو"- انہوں نے پیغام سن کر حضور ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا- اور مجھے نکاح کر کے دے دیا- میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کیا اب حق مہر کہاں سے دوں؟ حضور ﷺ نے بریدہ اسلمی سے فرمایا: ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو- انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا اور میں نے لا کر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا- میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: اب ولیمہ کہاں سے کروں؟ آپ ﷺ نے پھر بریدہ سے فرمایا: ربیعہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو- انہوں نے فوراً مینڈھے کا انتظام کر لیا- پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: عائشہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ تیرے حوالے کر دیں- میں گیا تو انہوں نے جو (یا آٹے کی ٹوکری) میرے حوالے کر دی حالانکہ کاشانہ نبوی ﷺ میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا- جب مینڈھا اور جو آ گئے تو میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو تمہیں ہم تیار کر دیتے ہیں اور مینڈھے کے متعلق اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اسے ذبح کریں اور پکائیں اور یوں روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہو گیا- (۳۵)

سیدہ اُمِّ ایمنؓ کی دلجوئی

حضرت ام ایمنؓ کا اصل نام برکہ تھا' اصلاً حبشیہ اور حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی باندی تھیں۔ حضور ﷺ کو باپ کے ورثے میں ملیں۔ بچپن میں حضور ﷺ کی نگہداشت یہی کیا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ ازراہ محبت اور شفقت انہیں "امی بعدامی" (میری ماں کے بعد دوسری ماں) فرمایا کرتے۔ حضور ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کر دیا تھا۔ حضرت اسامہؓ انہی کے بطن سے تھے۔ حضور ﷺ ان کا بڑا خیال فرماتے۔ بعض اوقات ان کا سخت رویہ بھی برداشت کر لیتے۔ (۴۶) ہمیشہ ان کی مالی خدمت فرماتے ان کو ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور جب ان کو دیکھتے تو فرماتے "ھذہ بقیۃ اھل بیتی" (۴۷) میرے اہل بیت یا گھر والوں میں سے اب یہی باقی رہ گئی ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو ایسے حال میں پہنچے کہ ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہ تھی۔ انصار زمیندار تھے۔ انہوں نے اپنا مہاجر بھائیوں سے کچھ یوں تقسیم کی کہ وہ اپنی فصلوں اور پھلوں کی نصف پیداوار مہاجر بھائیوں کو دیں گے اور مہاجر کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔

حضرت انس بن مالک کی والدہ ام سلیم (جو عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی والدہ تھیں اور وہ عبداللہ ماں کی طرف سے حضرت انسؓ کے بھائی تھے) نے اپنا کھجور کا باغ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے وہ باغ ام ایمنؓ کو دے دیا۔ ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہو گیا اور مہاجرین کو بہت سا مال غنیمت مل گیا تو مہاجرین نے انصار کو وہ باغات واپس کر دیئے جو انہیں فائدہ اٹھانے کے لئے انصار کی طرف سے ملے تھے۔ مگر اس کی جگہ انہیں اپنا ایک ذاتی باغ عنایت فرمایا: (۴۸)

مواہب اللدنیہ میں بخاری کے حوالے سے ہے کہ حضرت اُمِّ ایمن یہ باغ دینے پر رضامند نہ تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں دس گنا دے کر رضامند کیا اور یہ

سب کچھ ان کی دلجوئی اور اکرام کی خاطر تھا کیونکہ حضور ﷺ پر ان کی حضانت اور تربیت کا بڑا حق تھا۔ (۴۹)

ام ایمن کی حضور ﷺ کتنی قدر فرماتے تھے اس کا اندازہ ابن عساکر اور ابن کثیر کی اس روایت سے لگتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام ایمنؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ پانی نوش فرما رہے ہیں۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی پانی پلایئے گا۔ حضرت عائشہؓ جو پاس ہی بیٹھی تھیں' نے کہا اے ام ایمنؓ! کیا تو حضور ﷺ سے پانی پلانے کو کہہ رہی ہے؟ وہ کہنے لگیں ہاں میں نے جو آپ ﷺ کی خدمت کی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ صحیح کہتی ہیں اس کے بعد آپ ﷺ خود پانی لائے اور ام ایمنؓ کو پلایا۔ (۵۰)

دم واپسیں زیر دستوں کی فکر

دنیا میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جب ان کا آخری وقت آیا اور ان پر نزع کا عالم طاری ہوا تو انہیں سب سے زیادہ فکر اپنی آل اولاد اور اپنے مال و منال کی تھی۔ لیکن آسمان کی آنکھ نے محمد عربی ﷺ جیسا آقا نہیں دیکھا ہو گا جس پر نزع کا عالم طاری ہے مگر اس وقت بھی اسے اپنے اہل بیت کی فکر نہیں' اسے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی پرواہ نہیں' اسے اپنے نواسوں کی یاد نہیں' اس وقت جو چیز اسے سب سے زیادہ فکر مند کیے ہوئے ہے' وہ اپنی امت کے غلام' خادم اور زیردست لوگوں کی غربت اور بیچارگی ہے۔ اس نے زندگی بھر عملاً ان سے محبت کی ہے اور آخری وقت میں بھی امت سے کوئی مطالبہ ہے تو انہی بیچاروں کی خبر گیری کا ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری وصیت جب کہ آپ ﷺ پر نزع کا عالم طاری تھا اور زبان ہلانا مشکل ہو رہا تھا' یہ تھی کہ:

الصلوٰۃ الصلوٰۃ اتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم (۵۱)

(اے میری امت!) نماز نماز یعنی نماز کا خیال رکھنا اور اپنے

زیر دستوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

علماء اگرچہ "ماملکت ایمانکم" سے غلامی ہی مراد لیتے ہیں مگر یہ جملہ اپنے اندر وسیع مفہوم کو لیے ہوئے ہے۔ اگر صرف اصطلاحی غلام ہی مراد ہوتا تو اس کے لئے یہاں "عبدکم یا موالیکم" کے الفاظ لانے میں کوئی نحوی امر مانع نہیں تھا۔ "ماملکت ایمانکم" کا لفظی معنی ہے "وہ چیز جس کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوں" اردو میں اس کا بہترین ترجمہ "زیر دست ہو سکتا ہے" دفاتر میں ہر چھوٹا بڑے کا زیر دست ہے کارخانوں میں مزدور مالک کا زیر دست ہے زمینوں میں مزارع زمیندار کا زیر دست ہے۔ غریب آدمی سرمایہ دار اور جاگیر دار کا زیر دست ہے۔ بیوی شوہر کی زیر دست ہے۔ گویا ہر مسلمان کے لئے وصیت نبوی ﷺ ہے کہ وہ اپنے زیر دست اور ماتحت کا خیال رکھے۔ ہم اپنے جسمانی باپ کی وصیت کو ہر قیمت پر پورا کرنا اپنا فرض اور ضروری خیال کرتے ہیں کاش! اپنے عظیم روحانی اور ایمانی باپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو بھی پورا کر سکیں۔

حوالہ جات و حواشی باب ششم

۱- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "غریبوں کے والی" باب اول (بعثت نبوی سے قبل غربا و مساکین کی حالت) مطبوعہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

۲-(الف) صحیح بخاری (کتاب الایمان) ج ۱ ص ۹

(ب) صحیح بخاری (کتاب الادب) ج ۲ ص ۸۹۳

(ج) صحیح مسلم (مع نووی) ج ۲ ص ۵۲

(د) سنن ابی داؤد: ۲: ۷۲

(ہ) جامع ترمذی (ابواب البر و الصلۃ) ص ۲۸۸

۳- علامہ بدرالدین عینی: عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱: ۲۰۶ بیروت

۴- صحیح بخاری (کتاب الایمان) ج ۱ ص ۲

۵- قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ: ۱: ۱۳۳

۶-(الف) صحیح مسلم: ۲: ۵۲

(ب) مشکوٰۃ المصابیح باب النفقات وحق المملوک

۷- امام بخاری: الادب المفرد: ص ۸۵ بیروت لبنان

۸- سورۃ الاحزاب: آیت ۵ (فان لم تعلموا آباءھم فاخوانکم فی الدین

۹- حافظ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد منبع الفوائد: ۱: ۱۹۵

۱۰-(الف) حاکم: مستدرک: ۳: ۵۹۸ حیدرآباد دکن

(ب) ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ: ۲: ۲۳۱

(ب) ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۲۱۲

(ج) محب الطبری : ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ : ص ۲۶۰

(د) ابن کثیر : سیرۃ النبیؐ (اردو) ج ۳ ص ۲۵۲

۴۷-(الف) ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۱۵۹

(ب) ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۲۱۳

(ج) ابن کثیر : السیرۃ النبویہ (عربی) : ۳ : ۶۴۲

(د) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۲۶

۴۸-(الف) صحیح مسلم : ۲ : ۹۶

(ب) حافظ ذہبی : سیر اعلام النبلاء : ۲ : ۱۶۱

۴۹-(الف) قسطلانی : المواہب اللدنیہ : ۲ : ۳۳۳

(ب) ابن حجر : الاصابہ : ۸ : ۲۱۳

۵۰-(الف) ابن منظور افریقی : مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر : ۲ : ۳۱۷-۳۱۸

(ب) ابن کثیر : البدایہ والنہایہ : ۵ : ۳۲۶

۵۱-(الف) امام بخاری : الادب المفرد : ص ۲۶

(ب) ابن حبان : صحیح : ۹ : ۲۰۵

(ج) سنن ابی داؤد (کتاب الادب) : ۲ : ۷۰۱

(د) ابن جوزی : المنتظم فی تاریخ الامم : ۴ : ۳۹ بیروت

(ہ) شیخ عبدالحق : ماثبت بالسنہ (اردو ترجمہ) ص ۱۰۱ کراچی

(و) مشکوٰۃ المصابیح باب النفقات وحق المملوک

فہرست ماخذ و مراجع

۱۔	قرآن مجید و فرقان حمید		
۲۔	تفسیر احکام القرآن	ابو بکر جصاص رازی حنفی (م ۳۷۰ھ)	مطبعۃ البہیہ مصر ۱۳۴۷ھ
۳۔	تفسیر البحر المحیط	ابو حیان الاندلسی (م ۷۵۴ھ)	ریاض، سعودی عرب
۴۔	تفسیر جامع البیان عن تاویل القرآن	محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)	دار المعارف مصر
۵۔	تفسیر الجامع لاحکام القرآن	ابو عبد اللہ القرطبی (م ۶۷۱ھ)	المکتبۃ العربیہ قاہرہ، ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء
۶۔	تفسیر خازن	علاؤ الدین الشہیر بالخازن	مصر ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء
۷۔	تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ)	بیروت
۸۔	تفسیر القرآن العظیم	ابن کثیر ابو الفداء اسماعیل (م ۷۷۴ھ)	سہیل اکیڈمی لاہور
۹۔	ایضاً	ایضاً (اردو ترجمہ)	نور محمد کراچی
۱۰۔	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ)	مطبع بہیہ مصر ۱۳۵۷ھ
۱۱۔	تفسیر مظہری (اردو ترجمہ)	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	دار الاشاعت کراچی
۱۲۔	المفردات فی غریب القرآن	راغب اصفہانی	مصطفیٰ حلبی مصر ۱۹۶۱ء

حدیث

۱۳۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علاؤ الدین علی بن بلبان الفارسی (م ۷۳۹ھ)	سانگلہ ہل شیخوپورہ
۱۴۔	الادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۵۔	الترغیب والترہیب	حافظ منذری	بیروت ۱۳۸۸ھ
۱۶۔	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	نور محمد کراچی (م ۲۷۹ھ)
۱۷۔	الجامع الصحیح (البخاری)	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)	کرزن پریس دہلی، نور محمد کراچی (ک۔ب)
۱۸۔	الجامع الصحیح مسلم (مع شرح نووی)	امام مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۹۔	جمع الفوائد من جامع	محمد الفاسی المغربی	سمندری پاکستان

الاصول و مجمع الزوائد

۲۰۔ ریاض الصالحین	امام یحییٰ بن شرف نووی (م ۶۷۶ھ)	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۰ھ
۲۱۔ سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ماجہ (م ۲۷۵ھ)	شرکۃ الطباعۃ العربیہ ریاض
۲۲۔ سنن ابن ماجہ	ایضاً	طبع کلاں کراچی
۲۳۔ سنن ابی داؤد	سلیمان بن ابی الاشعث ابی داؤد (م ۲۷۵ھ)	نور محمد کراچی
۲۴۔ سنن دارمی	امام ابو محمد عبداللہ الدارمی (م ۲۵۵ھ)	دمشق ۱۳۴۹ھ
۲۵۔ السنن الکبریٰ	ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)	حیدر آباد دکن ۱۳۵۶ھ
۲۶۔ السنن الکبریٰ	امام نسائی احمد بن شعیب	بیروت لبنان
۲۷۔ سنن نسائی	احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۲ھ)	طبع کلاں کراچی
۲۸۔ شرح السنہ	امام بغوی محی السنہ ابی محمد الحسین ابن مسعود الفراء المتوفی ۵۱۶ھ	بیروت ۱۹۸۳ء / ۱۴۰۳
۲۹۔ صحیح	ابن حبان	سانگلہ ہل شیخوپورہ
۳۰۔ عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ)	بیروت
۳۱۔ فتح الباری شرح بخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۹۸۱ء / ۱۴۰۱ھ
۳۲۔ الفتح الربانی لترتیب مسند احمد	احمد عبدالرحمن البناء	دار الحدیث قاہرہ
۳۳۔ کتاب الحدائق فی علم الحدیث والزہدیات	ابو الفرج ابن جوزی (م ۵۹۷ھ)	بیروت لبنان ۱۴۰۸ھ
۳۴۔ کتاب الزہد	امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)	دار الاشاعت کراچی
۳۵۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد	حافظ نور الدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ)	مکتبہ قدسی قاہرہ ۱۳۵۳
۳۶۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ملا علی قاری	مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۷۔ المستدرک (مع التلخیص)	امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف حاکم نیشاپوری	حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ
۳۸۔ مسند	ابی یعلی الموصلی احمد بن علی (م ۳۰۷ھ)	جدہ / بیروت
۳۹۔ مسند	امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)	مصر (قدیم)

۴۰۔ مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین الخطیب التبریزی (م ۷۳۷ھ)	سعید کمپنی کراچی (کلاں)
۴۱۔ مصنف	امام عبدالرزاق	مکتب الاسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء
۴۲۔ موطا	امام مالک بن انس	بیروت

سیرت نبوی ﷺ

۴۳۔ آداب النبیؐ (اردو ترجمہ) مترجم مفتی محمد شفیع	امام غزالی	ادارہ اسلامیات لاہور
۴۴۔ اسوۂ حسنہ (اردو ترجمہ ہدی الرسول اختصار زاد المعاد)	مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی	میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۸۶ء
۴۵۔ اعلام النبوۃ	ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (م ۴۵۰ھ)	ازہر / مصر ۱۳۹۱ھ ۱۹۸۱ء
۴۶۔ امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاموال والحفدۃ والمتاع	مقریزی تقی الدین احمد بن علی	قاہرہ ۱۹۴۱ء
۴۷۔ الانوار فی شمائل النبی المختار	محی السنہ الحسین بن مسعود البغوی (م ۵۱۶ھ)	دار الضیاء بیروت ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء
۴۸۔ تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ)	حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی	دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۹ء / ۱۴۰۹ھ
۴۹۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس	شیخ حسین بن محمد الدیار بکری	موسسہ شعبان بیروت
۵۰۔ جوامع السیرۃ	ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ)	احیاء السنہ گوجرانوالہ
۵۱۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار	شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی	مصر ۱۹۶۰ / ۱۳۷۹ھ
۵۲۔ خاتم النبیین	محمد ابوزہرہ	دار الفکر العربی بیروت
۵۳۔ خصائص الکبریٰ	علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)	طبع اول دکن
۵۴۔ خطبات مدراس	سید سلیمان ندوی	لاہور اکیڈمی لاہور

۵۵۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر	ابن عبد البر	دار المعارف قاہرہ ۱۴۰۳ھ
۵۶۔ دلائل النبوۃ	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)	مکتبہ اثریہ لاہور / بیروت
۵۷۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ	حافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (م ۶۹۴ھ)	بیروت ۱۹۷۴ء
۵۸۔ رحمۃ للعالمین	قاضی سلیمان منصور پوری	شیخ غلام علی لاہور ۱۹۶۴ء
۵۹۔ رسول اکرم کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	دار الاشاعت کراچی
۶۰۔ الروض الانف	ابی القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی (م ۵۸۱ھ)	جامعہ ازہر مصر
۶۱۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)	موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء
۶۲۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد	محمد بن یوسف الصالحی الشامی	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء
۶۳۔ سیر اعلام النبلاء	حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)	موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء
۶۴۔ سیرت حلبیہ	علی بن برہان الدین حلبی (م ۱۰۴۴)	مطبع الاقبال مصر ۱۳۸۴ھ
۶۵۔ سیرت رسول اکرم ﷺ	مفتی محمد شفیع (ترتیب محمد اقبال قریشی)	ادارہ اسلامیات لاہور
۶۶۔ سیرت عائشہؓ	سید سلیمان ندوی	مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۶۴ھ
۶۷۔ سیرۃ النبی	شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی	الفیصل لاہور
۶۸۔ السیرۃ النبویہ	ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان
۶۹۔ سیرۃ النبی (اردو ترجمہ)	ابن کثیر (مذکور)	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۷۰۔ السیرۃ النبی العربی	احمد الشامی	مصر ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء
۷۱۔ شرح مواہب اللدنیہ	محمد بن عبد الباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ)	مصر ۱۳۲۷ھ
۷۲۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض ابو الفضل (م ۵۴۴ھ)	مصر
۷۳۔ شمائل مع جامع ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ)	نور محمد کراچی

۷۴۔ الشمائل شریفہ	امام جلال الدین سیوطی	جدہ سعودی عرب ۱۴۱۲ھ
۷۵۔ ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۱۴۱۸ھ
۷۶۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۷۷۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر	ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ)	بیروت ۱۴۰۰ھ
۷۸۔ غایۃ السول فی خصائص الرسول	ابن ملقن	بیروت
۷۹۔ غریبوں کے والی	حافظ محمد سعد اللہ	دیال سنگھ لائبریری لاہور ۱۹۹۳ء
۸۰۔ الفصول فی سیرۃ الرسولؐ	ابن کثیر	بیروت / مدینہ منورہ
۸۱۔ کتاب المحبر	ابو جعفر محمد بن حبیب البغدادی (م ۲۴۵ھ)	بیروت، لبنان، حیدر آباد دکن
۸۲۔ کتاب المغازی للواقدی	محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ)	طبع آکسفورڈ یونیورسٹی
۸۳۔ محمد سرور دو عالم	رشید اختر ندوی	ادارہ معارف ملی لاہور
۸۴۔ مدارج النبوۃ (اردو)	شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۸۵۔ المواہب اللدنیہ	قسطلانی احمد بن محمد (م ۹۲۳ھ)	المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۹۱ء / ۱۴۱۲ھ
۸۶۔ النبی الخاتم	مولانا مناظر احسن گیلانی	مکتبہ رشیدیہ لاہور
۸۷۔ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض	شہاب الدین خفاجی (م ۱۰۵۸ھ)	مصر ۱۳۲۵ھ
۸۸۔ نظام الحکومۃ النبویہ	شیخ عبد الحی کتانی (م ۷۸۹ھ)	طبع بیروت
۸۹۔ نظم الدرر والمرجان فی تلخیص سید الانس والجان	اوحد الدین میرزا خان البرکی	مخطوطہ دیال سنگھ لائبریری لاہور
۹۰۔ الوفا باحوال المصطفیٰ	ابن جوزی	مصر ۱۹۶۶
۹۱۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ	نور الدین علی بن احمد السمہودی (م ۹۱۱ھ)	مطبعۃ الآداب مصر ۱۳۲۶

تاریخ ورجال

۹۲۔ الاستیعاب — ابن عبد البر اندلسی (م ۴۶۳ھ) — مکتبہ نهضۃ مصر
۹۳۔ اسد الغابہ — عز الدین ابن اثیر الجزری (م ۶۳۰ھ) — مکتبہ اسلامیہ طہران
۹۴۔ الاصابہ فی تمییز الصحابۃ — حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) — المطبعۃ الشرقیہ مصر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء
۹۵۔ انساب الاشراف — البلاذری احمد بن یحیٰ — دار المعارف مصر۔ ت۔ ن۔
۹۶۔ البدایہ والنہایہ — الحافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) — مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۵۱
۹۷۔ البدایہ والنہایہ — حافظ ابن کثیر — مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
۹۸۔ رحمت عالم — مولانا محمد نافع — ملک سنز لاہور ۱۹۸۵ء
۹۹۔ تاریخ الاسلام (السیرۃ النبویہ) — حافظ ذہبی — دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء
۱۰۰۔ تاریخ الخلفاء — امام جلال الدین سیوطی — مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
۱۰۱۔ تاریخ طبری (تاریخ الرسل والملوک) — ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) — مصر ۱۹۶۱ء
۱۰۲۔ الطبقات الکبریٰ — محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) — دار صادر بیروت ۱۳۷۷ھ
۱۰۳۔ الکامل فی التاریخ — ابن اثیر عز الدین الجزری (م ۶۳۰ھ) — بیروت ۱۳۸۵ھ
۱۰۴۔ کتاب المختصر فی اخبار البشر المعروف تاریخ ابو الفداء — عماد الدین اسماعیل ابو الفداء — مکتبہ حسینیہ مصر
۱۰۵۔ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر — ابن منظور امام محمد بن مکرم (م ۷۱۱ھ) — دار الفکر دمشق ۱۴۰۲ھ
۱۰۶۔ مناقب — اخطب خوارزم — نجف اشرف عراق ۱۹۶۵
۱۰۷۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک — ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) — بیروت ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء

فقہ

۱۰۸۔ الاحوال الشخصیہ — محمد ابو زہرہ — دار الفکر العربی بیروت